بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ

پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر ہست بس پُر آفت و خوف و خطر

سوانح حیات

مخزنِ علم و عرفان، معدنِ رُشد و ہدایت

حضرت الحاج الحافظ

پیر خواجہ **غلام نقشبند** نقشبندی مجددی چُوراہی قدس سرہٗ العزیز

الموسوم بہ

انوارِ نقشبند

مولفہ

رانا جماعت علی خاں نقشبندی مجددی

حسب الارشاد

بدرالمشائخ صاحبزادہ پیر محمد بدرُالدُّجیٰ نقشبندی مجددی دامت برکاتہم العالیہ

مرکزی سجادہ نشین دربارِ عالیہ چُورہ شریف

نام کتاب	انوارِ نقشبند
مؤلف	رانا جماعت علی خاں
ناشر	پیرزادہ محمد بدرالدجیٰ دامت برکاتہم عالیہ
مطبع	طیب اقبال پرنٹرز، رائل پارک، لاہور۔
پبلشر	فیضانِ نقشبند پبلشرز، لاہور
کمپوزنگ	یاسر احمد۔ محمد احمد خاں
باراول	مارچ ۲۰۰۳ء
تعداد	۵۰۰
قیمت	۱۵۰ روپے

ملنے کا پتہ

مرکزی دفتر بزمِ نقشبندیہ مجددیہ چوراہیہ

دربارِ عالیہ چورہ شریف، ضلع اٹک

یا رب ز کرم برمنِ درویش نگر
بر حالِ من خستہ و دِل ریش نگر
ہر چند نیم لائقِ بخشائش تو
بر من منگر برکرم خویش نگر

خواجہ نقشبند بخاری قدس سرہ

انتساب

خواجگانِ چوراہیہ کے نام
جن کے فیضِ نگاہ سے ہزاروں گم کردہ راہ
صراطِ مستقیم پر جادہ پیما ہوئے۔

مناجات

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

ہر روز باشی صائماً ہر لیل باشی قائماً
در ذکر باشی دائماً مشغول شو در ذکرِ ہُو

گر عیش خواہی جاوداں عزت بخواہی در جہاں
ایں ذکرِ ہُو ہر آں بخواں مشغول شو در ذکرِ ہُو

سُودے ندارد خفتنت ناچار باید رفتنت
در گور تنہا ماندنت مشغول شو در ذکرِ ہُو

ہُو ہُو بذکرش ساز کن نامِ خدا آغاز کن
قفل ز سینہ باز کن مشغول شو در ذکرِ ہُو

علم بخوانی با عمل فردا نہ باشی تا خجل
در پیش قادر لم یزل مشغول شو در ذکرِ ہُو

ہر دم خدا را یاد کن دلہائے غمگیں شاد کن
بلبل صفت فریاد کن مشغول شو در ذکرِ ہُو

مسکین احمد مرد شو در جُملہ عالم فرد شو
در راہِ حق چوں گرد شو مشغول شو در ذکرِ ہُو

اے نقشبندِ عالم نقشِ مرا ببند
نقشم چناں ببند کہ گویند نقشبند

☆☆☆☆☆

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار اند
کہ برند ز راہِ پنہاں بحرم قافلہ را

☆☆☆☆☆

یا مجدد الف ثانی غوثِ اعظم پیرِ ما
مالک مُلکِ ولایت صاحبِ تدبیرِ ما

آئینہ

نگاہِ اولین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی و نسلم عَلٰی رسولہ الکریم

اولیاء کرام کے تذکرے اُن کی صحبت کا نعم البدل ہوتے ہیں۔ ان کی بدولت محبت الٰہی کے خشک سوتے از سرنو ابلنے لگتے ہیں، غافل دلوں میں یادِ الٰہی کی شمع روشن ہو جاتی ہے۔ محبوبانِ خدا کے حالات کی برکت سے نفس امارہ کی سرکشی پر قابو پانے کی ہمت پیدا ہو جاتی ہے، عبادت واطاعت کی منزل کا سست گام مسافر برق رفتار بن جاتا ہے۔ ان مسیحا نفس حضرات کی سیرت تاباں کے مطالعہ سے انسان کی کایا پلٹ جاتی ہے۔

یہ وہ اطبائے روحانی ہیں جو روحانی ونفسانی امراض اور فسادِ قلبی کی دوا اور علاج جانتے ہیں، مخلوق خدا کے زنگ آلود قلوب کو مصفا و مجلی کر کے اور اصلاح وتربیت کے ذریعے سے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی کے مصداق بنا کر ملک وملت کا ایسا خادم بنا دیتے ہیں، جن کے انوار و برکات سے معاشرے میں اخلاقی، روحانی اور جسمانی ہر قسم کی برائیوں اور پریشانیوں کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بگڑے ہوئے حالات کا حل صرف اور صرف تبلیغِ دین اور تعلیم وتربیتِ روحانی میں ہی مضمر ہے۔

صوفیائے کرام اور مشائخِ عظام نے اس عظیم نصب العین کے حصول کے لیے اپنی زندگیاں درسِ طریقت ومعرفت کے لیے وقف کر دیں اور قوم کے تہذیب اخلاق اور تزکیۂ نفوس میں کوشاں رہے۔ فرمانِ الٰہی ہے: "یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (التوبہ آیت:۱۱۹)" اس آیہ مبارکہ میں تقویٰ اختیار کرنے اور صادقین کے ساتھ رہنے اور ان کی صحبت وہم نشینی اختیار کرنے کا ارشاد فرمایا گیا ہے جو اپنے قول وفعل اور دل

کے سچے ہیں۔قول وعمل اور دل کی سچائی کا اختیار کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔اپنا محاسبہ کرنے والا شخص ہی اندازہ کرسکتا ہے کہ یہ کتنا مشکل اور کٹھن مرحلہ ہے۔صادقین وصالحین حضرات یقیناً مشکل سے ملتے ہیں۔

حقیقی مسلمانی اور احکامِ شریعت کے نفاذ،تقویٰ کی رعایت،عمل میں عزیمت اور حتی المقدور رخصتوں سے اجتناب کرنے میں پوشیدہ ہے اور یہی صفات درجاتِ ولایت کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ان صفات کی پرورش سے ہی اولیاء اللہ کے مقامات ومنازل تک رسائی ممکن ہے۔

سرورِ کائنات،ہادیٔ انس وجان حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اچھے لوگوں کی ہم نشینی اختیار کرنے اور بُرے لوگوں کی صحبت سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے۔آپ ﷺ کا فرمانِ عالی ہے:

"اچھے اور بُرے لوگوں کی ہم نشینی کی مثال ایسی ہے جیسا کہ مشک بیچنے والا اور لوہار کی بھٹی کہ اگر کوئی مشک (کستوری) بیچنے والے کے پاس جائے تو فائدے سے خالی نہیں رہتا۔یا تو مشک خریدتا ہے یا(اگر نہ خریدے) تو خوشبو ہی سونگھتا ہے اور لوہار کی بھٹی یا تو بدن اور کپڑے کو جلا دیتی ہے یا پھر وہ بدبو ہی سونگھتا ہے۔"

اچھے لوگوں کی سنگت اختیار کرنے اور بُرے لوگوں کی صحبت سے بچنے کی تاکید میں یہ کتنی عمدہ مثال بیان فرمائی گئی ہے۔

اہل اللہ کی صحبت اختیار کرنے سے نہ صرف دین کی بصیرت ہی حاصل ہوتی ہے بلکہ صالحین کی برکات سے دین انسان کے قلب وروح میں سرایت کر جاتا ہے۔اور اصل دین وہی ہے جو قلب وروح میں سرایت کر جائے۔

صحبت کی قدرتی اور نفسیاتی خاصیت یہ بھی ہے کہ جس کی صحبت اختیار کی جائے اس کی

اچھی یا بُری صفات رفتہ رفتہ صحبت اختیار کرنے والے کے اندر بھی سرایت کر جاتی ہیں اور پھر وہ شخص بطور عادت ان باتوں پر عمل اختیار کر لیتا ہے۔

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالح ترا طالح کند

یعنی صالحین کی صحبت سے انسان نیک بن جاتا ہے اور بُروں کی صحبت سے بدکردار بن جاتا ہے۔ اگر کسی شخص کو اہل اللہ اور اولیائے کرام کی صحبت میسر نہ آسکے تو اسے چاہئے کہ کم از کم وہ اولیائے کرام کے ملفوظات و تحریرات اور حالاتِ زندگی کا بہ نظرِ اصلاح و استفادہ مسلسل مطالعہ کرتا رہے تو اس سے بھی اہل اللہ کا ایمان و عمل انسان کے اندر منتقل ہو جاتا ہے اور قالب سے تجاوز کر کے قلب و روح کے تزکیہ و تصفیہ کا باعث بن جاتا ہے۔

اس پرفتن دور میں صلحا اور علماءِ ربانی کی صحبتیں نہایت کم یاب ہیں۔ اس لیے اولیاءاللہ کی سوانح حیات کا مطالعہ ہی اچھی صحبتوں کا بدل ہو سکتا ہے۔ وہ کتابیں جو بزرگوں کے سوانح حیات، نصائح و ملفوظات، کرامات و تصرفات اور سیرت و کردار پر مشتمل ہوتی ہیں، یقیناً نیک صحبتوں کے قائم مقام ہیں۔

"خَیْرُ جَلِیْسٍ فِی الزَّمَانِ کِتَابٌ"

نیز یہ کہ اولیائے کرام کا مشن کارِ نبوت کی تکمیل یعنی کتاب و حکمت کی تعلیم، تزکیۂ نفوس اور تصفیۂ قلوب ہے اور طریقت و حقیقت فرمانِ الٰہی یُزَکِّیْھِمْ کی تعبیر اور حدیث احسان کی تفسیر ہے۔ محبتِ الٰہی جو طریقت کی اساس ہے، قرآن مجید میں جگہ جگہ اس کی تعلیم دی گئی ہے۔ لیکن محبتِ الٰہی کے حصول کا ذریعہ صرف اور صرف اسوۂ حسنہ کے کامل اتباع سے ہی ممکن ہے۔ اولیائے کرام کی زندگیاں کامل اتباعِ سنت کا عملی نمونہ ہیں۔ لہٰذا ان کی سوانح حیات کا مطالعہ ازحد ضروری ہے۔

مجھے امید واثق ہے کہ اس دینی انحطاط، روحانی اور اخلاقی پستی کے دورِ ابتلا میں قبلہ والد گرامی خواجہ پیر الحافظ غلام نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے حالات عوام الناس کے لیے بالعموم اور برادران طریقت کے لئے بالخصوص مشعلِ راہ ثابت ہوں گے۔ دینی آداب سے آگاہی میں آپ کی سوانح حیات بہت کچھ رہنمائی کا باعث بنے گی۔

حضرت قبلہ والد صاحب خواجہ غلام نقشبند قدس سرہٗ العزیز نے حضورِ اقدس رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نہ صرف اقوال و اعمال میں اتباع کی بلکہ جذبات و واردات قلبیہ اور احوالِ روحانیہ میں بھی پیروی کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت خواجہ غلام نقشبند علیہ الرحمۃ کی سوانح حیات میں حضورِ اقدس نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرتِ طیبہ کا پرتو نظر آتا ہے۔ اس لیے حضرت قبلہ پیر الحافظ خواجہ غلام نقشبند علیہ الرحمہ کے فکر و کردار سے ہم اپنی زندگی کے ہر شعبہ میں کما حقہٗ استفادہ کر سکتے ہیں یعنی عقائد، عبادات، معاملات، اخلاق اور روحانی ترقیات غرضیکہ اسوۂ حسنہ کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس پر اخلاص سے عمل کر کے ہم دینی اور دنیوی فوز و فلاح نہ پا سکیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ برادرانِ طریقت کے پاس معاشی اور معاشرتی مسائل کا شکار ہونے کی وجہ سے زیادہ وقت نہیں رہا کہ وہ دربارِ عالیہ کی حاضری کو اپنا معمول بنا سکیں۔ اسی ضرورت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ہم بھی اپنی اور یارانِ طریقت کی تربیت کے لئے اپنے مشائخ کے حالاتِ زندگی کتابی صورت میں مرتب کر کے منصۂ شہود پر لائیں۔

والد گرامی سیدی و مرشدی حضور قبلۂ عالم پیر الحافظ غلام نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ جل شانہٗ وعزّ برہانہٗ نے وہ مقام و مرتبہ عطا فرمایا تھا کہ جس کا صحیح ادراک اور بیان فی الحقیقت ایک نہایت مشکل کام ہے کیونکہ اُن کی کیفیاتِ قلبی اور مشاہداتِ روحانی تک

رسائی کو الفاظ کا جامہ پہنانا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکنات میں سے ہے۔ آپ کی ذاتِ اقدس کے متعلق اتنا عرض کر دینا ہی کافی ہے کہ

"آفتاب آمد دلیل آفتاب"

آپ سے روحانی تعلق رکھنے والوں نے اپنی اپنی استعداد و اہلیت کے مطابق اس سرچشمۂ رشد و ہدایت سے ان کی حیات ظاہری میں فیض حاصل کیا اور آئندہ بھی ان کی روحانیت سے فیض یاب ہوتے رہیں گے۔

حضور قبلہ والد گرامی کے فیض کو عام کرنے کے لیے یہ ضروری تھا کہ آپ کے سوانح حیات، اخلاق و عادات اور معمولات شبانہ روز کو مرتب کر کے افادۂ عوام کے لیے شائع کر دیا جائے۔ مگر یہ کام جتنا ضروری تھا اتنا ہی ذمہ داری کا تھا۔ ہر ایک بات کی تحقیق و تدقیق درکار تھی تا کہ جو تذکرہ عوام الناس خصوصاً برادران طریقت کے ہاتھ آئے وہ ہر لحاظ سے مصدقہ ہو۔ برادر محترم رانا جماعت علی خاں کو یہ اہم کام آج سے تقریباً چار سال قبل سونپا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور باواجی چوراہی، میرے دادا حضور پیر محمد شفیع اور والد ماجد رحمۃ اللہ علیہم کی باطنی توجہات کے صدقے انہیں اس اہم ذمہ داری کو نبھانے کی توفیق بخشی۔ میں نے اور میرے خاندان کے منتخب افراد نے اپنے اپنے علم کے مطابق رانا جماعت علی خاں کو معلومات بہم پہنچائیں۔ گزشتہ اعراس کے مواقع پر عام اعلان کیا گیا جس کے بعد چند مریدین اور مخلصین دربار عالیہ چورہ شریف نے بھی آپ کے حالات و واقعات پر مبنی تحریریں ارسال کیں۔ جن کی پوری طرح چھان پھٹک کی گئی اور صحیح حالات و واقعات اور تصرفات و مکاشفات کا انتخاب کیا گیا۔ آپ کے اخلاق و عادات اور طرز معاشرت کا بھرپور جائزہ لیا گیا اور اپنے علم و مشاہدات کی کسوٹی پر پرکھ کر ضبط تحریر میں لایا گیا۔

میں نے اس کتاب کے ایک ایک حرف کو بار بار پڑھا ہے۔ تمام واقعات بالکل صحیح

اور مبنی بر حقیقت ہیں اور رطب و یابس سے پاک ہیں۔ امید ہے کہ انشاء اللہ حضرت صاحب قبلہ کے عقیدت مند بالخصوص اور عامۃ المسلمین بالعموم اس کتاب کے مطالعہ سے خاطر خواہ فیوض و برکات حاصل کریں گے۔

اب یہ مبارک کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے جس میں مندرجہ واقعات کے صحیح اور مستند ہونے کا بندہ پوری طرح ذمہ دار ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ مسلمانوں کو کفر و الحاد اور مادہ پرستی کے اس دورِ ابتلا میں حضور قبلہ والد صاحب اور دیگر اکابرین و صلحاءِ امت کے حالات زندگی کی روشنی میں اصلاحِ نفس کے طریق کار پر صدق و اخلاص سے عمل کرنے کی توفیق بخشے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس کوشش کو قبول فرمائے اور عوام و خواص کو اس سے مستفید و مستفیض ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ

فقیر محمد بدر الدجیٰ عفی عنہ فاروقی نقشبندی مجددی۔

تقریظ

انوارِ نقشبند

حبذا مجموعۂ تذکار نقشبند — جی خوش ہوا ہے دیکھ کے آثارِ نقشبند
شہ لاثانی و نقشِ لاثانی کے فیض سے — لکھی ہے رانا صاحب نے انوارِ نقشبند
خواجہ غلامِ نقشبند کا یہ ذکر پاک و خیر — بن گیا ہے جامعِ اذکارِ نقشبند
سرزمینِ چورہ ہے صدیوں سے قبلہ گاہ — گویا کہ ہے وہ نقطۂ پرکارِ نقشبند
شاہ جماعت و شہ لاثانی کا آستاں — چورہ بنا ہے مرکزِ اخیارِ نقشبند
حضرت غلام نقشبند تھے مقتدائے وقت — دیکھا ہزارہا نے ہے دیدارِ نقشبند
تھی جامعِ شریعت وطریقت ان کی ذات — لاریب تھے وہ حامل اسرارِ نقشبند
علم وعمل کے پیکر و کانِ حیاء تھے وہ — اور تھے نشانِ فخر و اقتدارِ نقشبند
تھے عام و خاص کی عقیدت کا وہ نشان — اور عمر بھر رہے غمخوارِ نقشبند
فخرِ اماثل و اقراں تھے فقر میں — لاریب تھے وہ رشکِ اغیارِ نقشبند
تھے جملہ سلاسلِ طریقت کے راہنما — اور بالخصوص مایۂ افتخارِ نقشبند
بعد از وصال ان کے تصرف کو دیکھ کر — دیتا ہے دل گواہی بہ اختیارِ نقشبند
بدرالدجیٰ و احمد مقتدیٰ کو دیکھ — ہے کتنا خوشنما یہ گلزارِ نقشبند
غلام مجدد و غلام مرشد ہیں دیں کے فخر — ہے کس قدر حسیں یہ مہکارِ نقشبند
ہے آرزو یہ سالکِ خستہ حال کی — ہو جائے یہ بھی شامل احرارِ نقشبند

ڈاکٹر محمد طفیل سالک

تاثرات

ڈاکٹر محمد طفیل سالک

سابق صدر شعبہ فلسفہ، گورنمنٹ کالج لاہور

یہ ایک ناقابل انکار تاریخی حقیقت ہے کہ دنیا بھر میں بالعموم اور برصغیر پاک و ہند میں بالخصوص اسلام کی شمع صوفیائے کرام نے روشن کی جو بڑھتے بڑھتے آفتاب ہدایت بن گئی۔ انہی کی تاریخی جدوجہد سے شرک و بت پرستی کا یہ ظلمت کدہ نورِ توحید و رسالت سے منور ہوگیا۔ جن جن علاقوں میں ان کے فیوض و برکات کو مجتمع ہونے اور اسلام کی ضیاباریوں کو مرتکز ہونے کا موقع ملا، انہی پر بالآخر پاکستان دنیا کی سب سے بڑی آزاد اور خودمختار ریاست کے طور پر معرضِ وجود میں آیا۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان کو بجا طور پر اولیائے کرام کا فیضان کہا جاتا ہے۔

برصغیر میں صوفیائے کرام کے جن سلاسلِ طریقت نے فروغ حاصل کیا ان میں جنیدیہ اور کبرویہ کے بعد سہروردیہ، چشتیہ، قادریہ اور نقشبندیہ کو خصوصی مقام حاصل ہے۔ مخدوم الاولیاء حضرت داتا گنج بخش سیّد علی ہجویری قدس سرہٗ کا تعلق سلسلہ جنیدیہ سے تھا جن کا آستانِ فیض نشاں بلاشبہ ہر دور میں صوفیائے کرام کا مرکز عقیدت رہا ہے۔ برصغیر میں سلسلۂ چشتیہ کے بانی حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے یہیں پر چلہ کیا اور سیّد ہجویر کے فیض روحانی سے سرشار ہوکر یوں نغمہ زن ہوئے۔

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا

ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

دیگر سلاسل طریقت کے جن صوفیائے کرام نے برصغیر میں دعوت و اشاعتِ

اسلام کی تاریخ کے دورِ اوّل میں نام پیدا کیا اُن میں سلسلۂ کبرویہ کے شاہ ہمدان امیر کبیر میر سیّد علی ہمدانی، سلسلہ سہروردیہ کے حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی، حضرت شاہ رکن عالم، حضرت جلال الدین سرخ بخاری، حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت، سلسلہ چشتیہ کے شیخ الاسلام بابا فرید الدین مسعود گنج شکر، حضرت نظام الدین اولیاء، حضرت مخدوم علی احمد صابر کلیری، حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز، سلسلہ قادریہ کے حضرت سیّد اشرف جہانگیر سمنانی، حضرت بدیع الدین آغا شہید، حضرت میاں میر، حضرت شاہ محمد غوث، حضرت جلال الدین پیر سر سینہ (مشرقی پاکستان)، اور سلسلہ نقشبندیہ کے حضرت ایشاں خواجہ خاوند محمود بخاری قدس سرہم الباری خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

یوں تو سلسلہ نقشبندیہ کی کرنیں بہت پہلے ہی برصغیر میں پہنچ چکی تھیں لیکن حضرت خواجہ بیرنگ خواجہ محمد باقی باللہ رضی اللہ عنہٗ کے ورود مسعود اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ العزیز کے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سے وابستہ ہونے کے بعد تو اس سلسلہ کو برصغیر میں کچھ اس انداز میں فروغ بے دروغ حاصل ہوا کہ باقی سلاسل اس کے آگے ماند پڑ گئے۔

افلت شموس الاولین و شمسنا
ابداً علی افق العلٰی لا تغرب

حضرت مجدد الف ثانی نے سلسلہ نقشبندیہ سے منسلک ہونے کے بعد اس میں تجدید و اجتہاد کیا جس کے نتیجے میں یہ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کہلایا۔ اگرچہ حضرت مجدد کے بعد دیگر سلاسل بھی برصغیر میں کام کرتے رہے اور اُن میں بڑے بڑے نامور اولیاء ہوئے ہیں لیکن سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کو جو اختصاص و امتیاز حاصل ہوا وہ اسی کا خاصہ ہے۔ اس سلسلہ عالیہ مجددیہ کی کرنیں صرف برصغیر تک ہی محدود نہ رہیں بلکہ یہاں سے افغانستان، وسط

ایشیاء، بلاد ترکیہ اور عرب وعجم (عراق و ایران) میں بھی پہنچیں۔ برصغیر کے اندر سرحد و پنجاب میں بالخصوص جن خانقاہوں اور خانوادوں نے اس سلسلہ کے حوالے سے نام پیدا کیا، ان میں چورہ شریف کی خانقاہ اور خاندان کو خصوصی مقام حاصل ہے۔ اس کے بزرگوں کی صرف روحانی ہی نہیں بلکہ جسمانی نسبت بھی اسی عظیم فاروقی خاندان سے ہے جس کے مورث اعلیٰ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے بعد حضرت فرخ شاہ کابلی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ افغانستان سے ترک مکانی کر کے یہ خاندان سرحد اور پنجاب کے مختلف علاقوں اور شہروں میں پھیلتا چلا گیا جن میں تیراہ (شمال مغربی سرحد) اور سرہند (وسطی پنجاب) کے شہر خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی کے والد گرامی حضرت شیخ عبدالاحد کے دوسرے بھائی نورالدین تھے، جن کی کچھ اولاد سرحد میں تیراہ کے مقام پر جا آباد ہوئی اور حضرت فیض اللہ تیراہی کے نامور فرزند حضرت خواجہ نور محمد تیراہی المعروف بہ باباجیو رحمۃ اللہ علیہ تیراہ شریف سے ترک سکونت کر کے شمالی پنجاب میں اٹک کے قصبہ چورہ شریف میں آ کر آباد ہو گئے۔ اُن کے دم قدم سے یہ مقام جو کہ میٹھے پانی کی نعمت سے بھی محروم تھا ہر قسم کی مادی و روحانی برکات و فیوضات کا گہوارہ بن گیا اور یہاں سے روحانیت کا وہ چشمۂ صافی جاری ہوا جہاں دور دراز مقامات سے آ کر لوگ سیراب ہونے لگے اور ان سے جن عظیم شخصیات نے فیض حاصل کیا اور آگے فیض جاری کیا اُن میں حضرت پیر سیّد چنن شاہ آلومہار شریف، حضرت خواجہ محمد خان عالم باولی شریف جیسی شخصیات شامل ہیں۔ بعد میں اُن کے فرزند ارجمند اور ظاہری و باطنی جانشین مسند آرائے علم و عرفان قطب زماں خواجہ خواجگاں حضرت خواجہ فقیر محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی چشمۂ فیض میں اپنے زورِ فقر سے وہ تموّج پیدا کیا جس سے معرفت و طریقت کے بڑے بڑے دریا جاری ہو گئے۔ ان میں حضرت شاہ لاثانی پیر سیّد جماعت علی شاہ ثانی اور حضرت امیر ملت حافظ سیّد جماعت علی شاہ

محدث علی پوری اور حضرت حافظ عبدالکریم راولپنڈی خصوصی مقام کے حامل ہیں۔ حضرت خواجہ عام طور پر باوا جی کے لقب سے معروف ہیں۔ اگر کسی ماہر فن کے فن کی عظمت کی نشانی اُس کا فن ہوسکتا ہے، اگر کسی استاد کی عظمت کی شہادت اس کے شاگرد سے دی جاسکتی ہے اور اگر کسی پیر کی عظمت کا ثبوت اُس کا مرید بن سکتا ہے تو ساداتِ علی پور کا حضرت باوا جی چوراہی سے وابستہ ہونا، اُن کی غلامی پر فخر کرنا اور اُن کی گھوڑی کے ساتھ ساتھ دوڑتے رہنا کیا اُن کی عظمت کی دلیل نہیں ہوگا؟

حضرت خواجہ فقیر محمد چوراہی کے بعد اُن کی اولاد اُن کے نقش قدم پر چلتی رہی اور اُن کے فیوضات کو چاردانگِ عالم میں پھیلاتی رہی اور آج بھی بحمداللہ اس کارِ خیر میں مصروف نظر آتی ہے۔ یوں تو اس خانوادۂ طریقت کا ہر فرد فریدا پنے اپنے طور پر اس سلسلے کی خدمت میں مصروف ہے اور اُس سے فیض رسانی کا سلسلہ مسلسل جاری ہے، لیکن حضرت خواجہ فقیر محمد کے صاحبزادہ والا جاہ حضرت سید محمد شاہ اور اُن کے بعد ان کے صاحبزادۂ رفیع حضرت خواجہ پیر محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے اپنے دور میں اس خانقاہ میں ہر اعتبار سے مرکزیت حاصل رہی ہے۔ حضرت ممدوح خواجہ حافظ غلام نقشبند رحمۃ اللہ علیہ انہی کے فرزند دلبند اور جانشین ارجمند تھے۔ حضرت خواجہ غلام نقشبند علم و عمل کے مجمع البحرین اور شریعت و طریقت کے حسین پیکر تھے۔ اُنھوں نے علوم دینیہ کی تحصیل گھر سے شروع کی تھی اور بالآخر اس کی تکمیل جامعہ رضویہ مظہر اسلام لائل پور (موجودہ فیصل آباد) میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سردار احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ سے دورہ حدیث کے ذریعہ کی۔ اس دوران علوم ظاہری کی تحصیل و تکمیل کے ساتھ ساتھ معارف باطنی میں اپنے والد ماجد سے برابر استفادہ و استفاضہ کا سلسلہ جاری رکھا۔ اور جیسا کہ آپ اس کتاب کے آخری حصہ میں ملاحظہ فرمائیں گے کہ انہوں نے تمام مروجہ سلسلوں میں اپنے والد ماجد سے بیعت کی اور تلقین

طریقہ اور نسبت روحی حاصل کی۔ اور یوں علوم و معارفِ ظاہر و باطن سے مالا مال اور آراستہ و پیراستہ ہو کر ۱۹۶۶ء میں اپنے والد گرامی کی وفات کے بعد اُن کے جانشین ہوئے۔

حضرت خواجہ غلام نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے نیابت اور جانشینی کا حق ادا کر دیا اور اپنے آبائے کرام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے سلسلہ عالیہ کی اس قدر اشاعت کی کہ دنیا عش عش کر اٹھی۔ ہزار ہا بندگانِ خدا نے آپ سے ظاہری اور باطنی فیض حاصل کیا جو اب بھی آپ کی نسبت پر نازاں اور آپ کی محبت سے سرشار ہیں اور وہ شدت سے یہ ضرورت محسوس کرتے رہے ہیں کہ مرشد کامل کا کوئی ایسا تذکرہ ہو جس سے نہ صرف یہ کہ اُن کی آنکھیں روشن اور دل ٹھنڈا ہو بلکہ عامۃ المسلمین بھی اس سے استفادہ کر سکیں اور حضرت کے ذکرِ خیر سے لذت وصل سے ہمکنار ہو سکیں

ذکر حبیب کم نہیں وصل حبیب سے

برادرانِ طریقت میں یہ سعادت محترم رانا جماعت علی خاں صاحب کے حصہ میں آ رہی ہے کہ انہوں نے زیبِ سجادہ صاحبزادہ پیر محمد بدر الدجیٰ کے ایما پر طریقت کا یہ فرض کفایہ ادا کیا ہے۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ہمیں یہ دیکھ کر خوشی ہو رہی ہے کہ بزرگوں کے عام تذکروں کے علی الرغم یہ تذکرہ ہر قسم کے رطب و یابس سے مبرا اور غلو و مبالغہ آرائی سے پاک ہے۔ اس میں روایت و درایت کے مسلمہ اسلامی اصولوں کو بھی مدنظر رکھا گیا ہے، اور وقائع نگاری اور احوال نویسی میں بہت حزم و احتیاط سے کام لیا گیا ہے۔ یہ سارا کام صاحب تذکرہ حضرت ممدوح خواجہ غلام نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے جانشین صاحبزادہ پیر محمد بدر الدجیٰ دامت برکاتہم العالیہ کی

براہ راست نگرانی میں مکمل ہوا ہے۔ اس تذکرہ میں بیان ہونے والے تمام واقعات و روایات، احوال وآثار، اور مضامین ومعارف کی صحت واصابت اور درستی کی سند خود حضرت سجادہ نشین مدظلہ نے عطا کر دی ہے۔ اور صاحب البیت ادریٰ بما فیہ (گھر والا ہی گھر کے حالات کو بہتر سمجھتا ہے) اور الولد سرٌ لابیہ (بیٹا ہی اپنے باپ کا راز ہوتا ہے) کے بموجب یہ انہی کا اختصاص واستحقاق ہو سکتا ہے۔

اگر راناصاحب چاہتے تو اس میں سلسلہ کے سابقین کے حالات تبرکاً وتیمناً شامل کر کے کتاب کے حجم میں بھی اضافہ کر سکتے تھے لیکن غالباً چونکہ بزرگانِ چوراہی کا ایک مفصل تذکرہ ''انوار تیراہی'' کے نام سے پہلے ہی سے موجود ہے اس لئے اس کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔

اگرچہ حضرت خواجہ غلام نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ایک جامع تذکرہ ہے اور انشا اللہ متوسلین اور وابستگانِ سلسلہ عالیہ کے ساتھ ساتھ عام قارئین کرام کی بھی علمی اور روحانی تشفی و تسکین کا باعث ہوگا۔ تاہم ابھی اس تذکرہ میں مزید کئی عنوانات کا اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً ''حضرت کا مذہبی تعامل'' (جس کی آج کے دور میں شدید ضرورت ہے)، ''معاصرین کرام سے تعلق'' (جس سے کسی شخصیت کا حسن اور نکھر کر سامنے آتا ہے)، ''عہد کے حالات'' (کیونکہ کسی شخصیت کا مطالعہ اس کے دور کے عمومی پس منظر کے بغیر کما حقہ نہیں کیا جا سکتا) وغیرہ۔ ''تصرفات بعد از وصال'' جو ابتداء میں ''کرامات وتصرفات'' کے باب کا حصہ تھے آخری مرحلہ پر راقم الحروف کے مشورہ سے اور حضرت سجادہ نشین مدظلہ کی اجازت سے انہیں وصال کے بعد ایک الگ باب میں منتقل کر دیا گیا ہے جس میں اضافہ کی ضرورت مسلسل محسوس ہوتی رہے گی۔ اُمید ہے کہ آئندہ ایڈیشن میں ان عنوانات کو بھی شامل اشاعت کیا جائے گا اور ''تصرفات بعد از وصال'' کو بھی برادرانِ طریقت کے تجربات؛

مشاہدات کی روشنی میں زیادہ سے زیادہ جامع اور مبسوط بنایا جائے گا۔ یہ امر موجب اطمینان ہے کہ یہ چیز ابھی سے جنابِ مصنف اور حضرت سجادہ نشین مدظلہ کے پیش نظر ہے۔ انشا اللہ آئندہ ایڈیشن میں مزید ترمیم و اضافہ ہوتا رہے گا۔ عشق و محبت کی کہانی ایسی ہے جو کبھی ختم نہیں ہو سکتی۔

قصة العشقِ لا انفصام لها

حسن ایں قصہ عشق است در دفتر نمی گنجد

تجلیات

حضرت صاحبزادہ خواجہ غلام نقشبند قدس سرہٗ کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں۔ آپ قطب العصر خواجہ، خواجگان حضرت باواجی خواجہ فقیر محمد چوراہی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ کی اولاد پاک میں ایک روشن ستارہ ہیں۔ حضرت خواجہ باواجی فقیر محمد قدس سرہ النورانی کی اولاد پشت در پشت سے اپنی خداداد صلاحیتوں کی بنا پر رشد و ہدایت کا فریضہ ادا کرتی چلی آ رہی ہے۔

حضرت صاحبزادہ علیہ الرحمہ کے جدامجد مخزن اسرار الٰہی حضرت خواجہ سید محمد شاہ علیہ الرحمہ بھی اپنے وقت کے قطب تھے۔ آپ رازدانِ حقیقت، رمز شناس طریقت، مظہر علوم شرعیہ اور واقف علومِ لدینہ تھے۔

حضرت صاحبزادہ غلام نقشبند قدس سرہٗ کے والد گرامی حضرت خواجہ پیر محمد شفیع ایک نابغۂ روزگار ہستی، واقفِ معارف الٰہی، قاسمِ فیض الٰہی، جامع علوم ظاہری و باطنی تھے۔

حضرت صاحبزادہ صاحب ممدوح کی عمر مبارک ابھی چار پانچ سال کے لگ بھگ تھی کہ آپ کے جدامجد حضرت خواجہ سید محمد شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو اپنے دستِ حق پرست پر بیعت فرمالیا تھا۔ آپ کی عمر مبارک ابھی چھ سات سال کی ہوئی تھی کہ آپ کے والدِ گرامی حضرت خواجہ پیر محمد شفیع قدس سرہٗ نے آپ کو بیعت کرنے کی اجازت مرحمت فرما دی تھی۔ جس کے نتیجے میں آپ نے اپنی وہبی استعداد کی بنا پر اس کم سنی کی عمر میں راولاکوٹ کے راجہ محمد سرور صاحب کو بیعت کیا، جو آپ کے اولین مرید ہیں۔

راقم الحروف کو اپنی کوتاہ علمی اور کم مائیگی کا پورا پورا اعتراف ہے کیونکہ آپ کے علوم باطنی اور مراتب قربِ الٰہی کو کما حقہ، بیان کرنا اور آپ کی مبارک شخصیت کو کامل طور پر واضح کرنا میری ہمت سے بالاتر ہے۔ بلاشبہ آپ طریقت کے آفتاب تھے۔ آپ کا سینہ

مبارک حقائق و معارف الٰہی کا بحرِ بیکراں تھا۔ آپ کا قلب اطہر مہبط انوار و اسرار اور تجلیات الٰہی کا خزینہ تھا۔ آپ ویران دلوں کی کھیتیوں کے لئے ابرِ بہاری تھے۔ آپ آقائے نامدار فخرِ موجودات، ختم الرسل جناب محمد مصطفٰے، احمد مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی سنت مطہرہ کا عملی پیکر تھے۔ آپ سادگی کا کامل نمونہ، غربا و مساکین اور بینواؤں کے پیر کامل تھے۔ آپ ہادیٔ گمراہاں اور مرشدِ کاملاں تھے۔ جود و سخا اور رحم و کرم کا پیکر تھے۔ مستجاب الدعوات تھے اور دائمی حضور کے مرتبہ پر فائز تھے۔ گم کردہ راہ لوگوں کو جادۂ مستقیم پر ڈال کر قربِ الٰہی کے مرتبہ تک پہنچا دیتے تھے۔ صاحب کشف و کرامات تھے۔ شریعت کے کامل متبع اور ماحیٔ بدعت تھے۔ آپ کا قلبِ اطہر ذکرِ الٰہی کے نور سے منور تھا۔ آپ دلوں کے حکیم اور مزکی تھے۔ آپ صاحبِ ارشاد، اور عام و خاص کے محسن و مربی تھے۔ آپ قلب سلیم کے مالک، مرد کامل، روشن ضمیر اور فقیر بے ریا تھے۔

چورہ شریف ضلع اٹک کی پاک سرزمین آپ کا مولد و مسکن اور یہی خاک پاک آپ کا مدفن بنی۔ ظاہری نگاہ میں آپ ایک وجیہ، باوقار و پُرجلال، خوش گفتار اور نیک سیرت اور خوبصورت مرد کامل تھے۔ مگر نگاہِ باطن میں آپ اپنے اسلاف کا کامل نمونہ تھے۔ قیل و قال سے بے نیاز اور جذب وحال میں ہوشیار تھے۔ سیدھے سادھے مگر خوش پوشاک تھے۔ انداز تکلم پر تاثیر اور کیمیا اثر تھا۔

آپ کے جد امجد خواجہ نور محمد قدس سرہٗ العزیز نے جب علاقہ تیراہ سے ترک سکونت کر کے ۱۲۸۴ھ میں چورہ شریف کی اس بے آب و گیاہ سرزمین کو اپنا مسکن بنایا تو یہ چھوٹا سا گاؤں تھا مگر آپ کے روحانی فیوض و برکات سے چورہ سے چورہ شریف بن گیا۔ پھر جب حضرت خواجہ نور محمد علیہ الرحمہ کے فرزند ثانی عارف یزدانی، غواصِ بحرِ عرفانی، قطب العصر حضرت خواجہ فقیر محمد قدس سرہ النورانی المعروف حضرت ”باواجی چوراہی“ یہاں رونق

افروز ہوئے اور انہوں نے نقشبندی مجددی فیوض تقسیم کیے تو چورہ شریف سرہند شریف کے بعد سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کا سب سے بڑا مرکز بن گیا۔ حضور باواجی خواجہ فقیر محمد قدس سرہٗ کی نگاہِ کیمیا اثر سے نقشبندی مجددی فیض دیکھتے ہی دیکھتے اکناف عالم میں پھیل گیا۔

حضرت باواجی فقیر محمد قدس سرہٗ کی اولاد نے بھی باواجی علیہ الرحمہ کے مشن کو پوری تندہی سے جاری وساری رکھا ہوا ہے اور اپنے اسلاف سے حاصل کردہ علم وعرفان کی روشنی سے تیرہ وتاریک دلوں کا تزکیہ وتصفیہ کر کے معرفت وحقیقت کے اسرار سے آشنا کر رہے ہیں۔

حضرت ممدوح خواجہ غلام نقشبند علیہ الرحمہ نے بھی ایک صاحب نظر اور جواں ہمت ہونے کا ثبوت دیا۔ آپ کے پاس جو بھی خستہ حال اور دنیاوی مصائب وآلام کا مارا ہوا آیا وہ قلبی سکون سے مالا مال ہو کر واپس لوٹا۔ آپ نے اپنے پاکیزہ کردار سے سینکڑوں گم کردہ راہ افراد کو دین متین کا دلدادہ بنایا، بھٹکے ہوؤں کو صراطِ مستقیم پر گامزن فرمایا۔ بے نمازیوں کو صوم وصلوٰۃ کا پابند بنایا، نمازیوں کو تہجد گزار اور تہجد گزاروں کو جذب وسلوک کی منازل طے کرائیں اور انہیں قربِ الٰہی کے مراتبِ جلیلہ تک پہنچایا۔ غرضیکہ عرفان ذات کے طالبوں کا تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب کر کے اپنے اسلاف کی اس عظیم روحانی درسگاہ کا اپنے آپ کو صحیح وارث ثابت کیا۔

آپکی سیرت آپ کے دادا حضرت خواجہ سید محمد شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی سیرت کا عین نمونہ تھی۔ آپ نہایت درجہ شفیق، غمگسار، حلیم الطبع، منکسر المزاج اور ہمدرد ہستی کے مالک تھے۔ تحمل و برداشت، صبر وقناعت، توکل واستغنا آپ کی سیرت کی نمایاں خوبیاں تھیں۔ اسوۂ حسنہ اور اتباع سنت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام میں آپ کا ذوق وشوق دیدنی ہوتا تھا۔ آقائے کائنات، دانائے سُبل، ختم الرسل، مولائے کل حضور نبی کریم ﷺ سے والہانہ

دلی ارادت اور قلبی محبت تھی۔ آپ سنت کی پیروی میں مبالغہ سے کام لیتے اور اپنی حیات مستعار کا ایک ایک لمحہ سنت کی پیروی میں گزارتے۔ صحابۂ کبار اور اہل بیت اطہار سے بھی آپ کو انتہائی درجہ کی محبت تھی۔

بانی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ خواجہ خواجگان حضرت خواجہ سید بہاؤالدین نقشبند بخاری قدس سرۂ الصمدانی سے آپ کو ایک گونہ قلبی تعلق تھا۔ امام ربانی قیوم اول حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرۂ العزیز سے آپ کی والہانہ محبت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ تقریباً ہر سال بارگاہِ مجدد میں حاضر ہوتے اور ملت کے اس پاسبان کے حضور عقیدت کے پھول نچھاور کرتے تھے اور بلاواسطہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرۂ کی بارگاہِ حق ترجمان سے روحانی فیض حاصل کرتے تھے۔

آپ کے والد گرامی پیر محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی تربیت نے آپ کو مرد کامل بنادیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جو بھی بھٹکا ہوا انسان آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوجاتا وہ پہلی ہی نظر میں آپ کا گرویدہ ہوجاتا اور شریعت حقہ کی پابندی کو اپنا شعار بنالیتا۔

آپ کی سیرت میں جمال ہی جمال تھا۔ جلال نام کو نہ تھا۔ اپنے درویشوں اور خدمت گزاروں کو ہمیشہ پیار کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ نقصان کی صورت میں بھی کبھی ان سے ناراض نہ ہوتے تھے۔ سادگی آپ کو بہت پسند تھی۔ کبھی دنیاوی جاہ وحشمت کی خواہش نہیں کی۔ کئی دفعہ حکومت وقت کی طرف سے آپ کو دنیوی اقتدار کی پیشکش کی گئی مگر آپ نے ہر بار ایسی پیشکش کو پائے حقارت سے ٹھکرادیا۔

بقول امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی بارگاہِ الٰہی میں پرواز کے لیے دو پَر درکار ہوتے ہیں۔ ایک سنت مصطفوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی کامل اتباع اور دوسرا استعانتِ شیخ۔ جس خوش نصیب کو یہ دونوں پَر میسر آگئے وہی کامیاب و بامراد ہوتا ہے کیونکہ دین ودنیا

میں ان اللہ والوں کی استعانت تائیدِ خداوندی ہے۔

مردانِ خدا ، خدا نہ باشند

لاکن ز خدا جدا نہ باشند

حقیقت یہ ہے کہ محض اپنی کوشش اور اوراد و وظائف سے منازل سلوک طے کرنا ممکن نہیں ہے۔ دل کی زندگی تو کسی مردِ کامل کی نگاہِ پاک کی مرہون منت ہے۔

یک زمانہ صحبتے با اولیا

بہتر از صد سالہ طاعتِ بے ریا

مرشدانِ کامل دنیا کے لیے اللہ العالمین کی ایک نعمتِ غیر مترقبہ ہوتے ہیں۔ وہ طالبان صادق کے لئے محسن و مربی ہوتے ہیں اور تزکیہ نفس وتصفیہ قلب فرما کر روح کو جلا بخش دیتے ہیں اور اسرار و انوارِ الٰہی سے آشنا کر دیتے ہیں۔ بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان وسیلہ ہوتے ہیں۔ جس پر آیت شریف: وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ شاہد عادل ہے۔

بگڑے ہوؤں کو سنوارنا بہت مشکل کام ہوتا ہے۔ یہ مرشدانِ کامل ہی ہیں جو ایک الجھے ہوئے انسان کو سلجھا کر اسفل السافلین کی اتھاہ پستی سے اٹھا کر حریم قدس سے آشنا کر دیتے ہیں۔ شیخ کامل سراسر خاطی و مجرم سیاہ کار کو اپنے لطف و کرم سے سنوار کر مدینہ طیبہ کے دربار گوہر بار میں پہنچا کر سرور کائنات ﷺ کے درِ اقدس میں لا ڈالتا ہے۔ مرشد کامل اللہ تعالیٰ کا نیک بندہ ہونے کی بنا پر خلق خدا کو توفیق پہنچاتا ہے مگر خود مستور رہتا ہے۔ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا پر عمل پیرا ہو کر درویشانِ خدا مست کو سلطانِ زمانہ بنا دیتا ہے۔ یہی وہ وجودِ بے ریا ہوتا ہے جو جابر سلطان کے روبرو بھی کلمۂ حق برملا کہنے کی جرأت رندانہ بخشتا ہے۔ مرشد کامل کو ہی بارگاہِ الٰہی سے ایک نگاہِ لطف سے منازل سلوک طے کرانے کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔ مرشد کامل ہی کی توجہ سے طالب صادق کے دِل میں

اسم ذات "اللّٰہ" کا نور جلوہ فگن ہوتا ہے۔ مرشد کامل کے توسل سے ہی بزمِ روحانیاں میں جگہ ملتی ہے۔

حضرت خواجہ غلام نقشبند قدس سرہٗ ہمہ صفت موصوف تھے۔ مرشد کامل تھے۔ حسب ونسب کے اعتبار سے بھی فائق ــــ فاروقی النسل تھے۔ ان کا وجود مسعود پاکیزہ ماحول اور شریعت وطریقت کے گہوارے میں پلا بڑھا تھا جس کی وجہ سے آپ کا دِل انوار و تجلیات اور اسرارِ الٰہی کا مخزن بن گیا تھا جو ہمہ وقت ذکرِ الٰہی سے سرشار رہتا تھا۔ آپ کی پاک نگاہ حجاباتِ دِل، امراضِ باطن، خطراتِ قلب اور نفس وشیطان کے لیے برق خاطف تھی۔ آپ کی جمالی حالت توحید کے پروانوں کے لیے دعوت سرور تھی۔ آپ روحانی معلم تھے۔ نہایت نفیس اور لطیف تھے۔ خوفِ الٰہی سے لرز جانے والے تھے۔ آپ حاجی الحرمین اور عابد وزاہد تھے۔ مستقل مزاج، متقی، ذاکر اور داعی الی الحق تھے۔ عاجزی وورومندی کا پیکر تھے۔ رقیق القلب اور ذہین وفطین تھے۔ "خلوت در انجمن" اور "سفر در وطن" آپ کا شعار زیست تھا۔ "وقوفِ قلبی" اور "یادداشت" میں آپ کو دوام حاصل تھا۔

غریب نوازی اور سادہ لوحی آپ کی عادت ثانیہ تھی۔ رحملی آپ کا اوڑھنا بچھونا تھی۔ آپ کا طرزِ بود وباش عین سنت خیر الانام ﷺ کے مطابق تھا۔ آپ عاشق رسول تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے ہر حالت میں راضی رہے اور اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہوا۔ مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کے مصداق تھے۔ آپ کی زندگی پاکیزہ تھی اور آپ بلاشبہ حیاۃ طیبہ کے مالک تھے۔ آپ کا سینہ مبارک ہر قسم کے حسد، بغض وعناد، طمع ولالچ، غرور وتکبر، بخل اور عجب غرضیکہ ہر طرح کے اخلاقِ رذیلہ سے پاک تھا اور اخلاقِ حمیدہ سے منور تھا۔

حضرت خواجہ غلام نقشبند قدس سرہٗ اپنے نورِ نظر، فیض ہائے باطنی کے پروردہ اور آپ کی سیرتِ پاک کا کامل نمونہ صاحبزادہ بدر المشائخ پیر محمد بدر الدجیٰ مدظلہ العالی کی

صورت میں ہماری راہنمائی کے لیے چھوڑ گئے ہیں۔ یہ وجود پاک اپنے اسلاف کی اقدار کا پاسبان ہے۔ آپ کے عادات وخصائل بے حد پسندیدہ ہیں اور اسی مردِ کامل، قطبِ عالم کے باطنی فیوضات کے مظہر اتم ہیں جو دیدۂ ظاہر سے پنہاں ہوکر سرزمین چورہ شریف میں اپنے والد گرامی کے قدموں کی جانب ابدی نیند سو رہے ہیں جنہوں نے وصال کے بعد بھی ادب کا دامن نہیں چھوڑا۔

حضور باواجی رحمۃ اللہ علیہ کے باطنی فیض کے طلب گار اور حضرت پیر غلام نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے رابطہ رکھنے والو! تمہارے ہاتھ میں آپ کی حیات اقدس کا تذکرہ ہے۔ اس کو غور سے پڑھو اور دل میں جگہ دو۔ یہ تمہارے لیے حضور قبلۂ عالم پیر غلام نقشبند علیہ الرحمہ کا غیر فانی پیام ہے۔ آپ کی زندگی مبارک کا ایک ایک لمحہ دعوت فکر وعمل دے رہا ہے اور آپ لوگوں کو ذکر اللہ کی تلقین فرما رہا ہے۔ آپ کی تعلیم اور حیات طیبہ آپ لوگوں کو واضح طور پر فرما رہی ہے کہ اس دنیائے دوں کی بے جا محبت سے آزاد ہو جاؤ۔ ماسویٰ اللہ سے رشتہ توڑ کر دل کو ذکرِ الٰہی سے آباد رکھو، عمل صالح کی صلاحیت پیدا کر کے سفلی جذبات اور شیطانی وسوسوں سے آزاد ہو جاؤ۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر معاملہ میں اتباع کرو تا کہ تمہارا بھی روحانیوں میں خیر مقدم کیا جائے۔ وقت کی قدر کرو اور غفلت کے پردے چاک کرو۔ اس کتاب کو غور سے پڑھ کر عمل کی کوشش کرو کیونکہ عملی زندگی ہی اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور خوشنودی کا باعث ہو سکتی ہے۔ محض گفتگو اور بے جا خواہشات کارزارِ حیات میں منزلِ مقصود سے دور لے جاتی ہیں۔

در دست فقیر نقدے نیست بجز وقت
آں نیز گر از دست رود وائے بر او

حمد

حمد محمودے کہ در جملہ صور
شد بانوار محمد ﷺ جلوہ گر

☆☆☆

ثنا گو پتہ پتہ ہے خدا یا دم بدم تیرا
زمین و آسماں تیرے ہیں موجود و عدم تیرا
جو دنیا میں تیرا کھا کر تیرا شکوہ کریں یارب
تعجب ہے کہ ان پر بھی رہے لطف و کرم تیرا

تمام حمد وثنا اس ذاتِ احد کو سزاوار ہے جس کے ارادہ سے کائنات معرضِ وجود میں آئی۔ [۱]

سب تعریفیں اس خالقِ کائنات کے لائق ہیں جو عالمِ ہست وبود کی صناعی اور صورت گری کی قدرت سے متصف ہے۔ [۲]

سب حمد وثنا اس رب العالمین کو سزاوار ہے جو احد و یکتا ہے، وحدہٗ لاشریک ہے، جو ذات وصفات اور اوامر وافعال میں بھی شرک سے پاک ومنزہ ہے۔

سب قسم کی حمد وثنا اس علیم وحکیم رب جلیل کو ہی سزاوار ہے جس نے پانی پر زمین کا فرش بچھایا اور فضائے بسیط میں آسمان کو بغیر کسی سہارے کے سائبان بنایا۔ [۳]

سب تعریفیں اس شہنشاہِ حقیقی اور احکم الحاکمین کے لائق ہیں جس کے دستِ قدرت میں تمام قسم کی عزت وذلت ہے۔ [۴]

---

۱ اِنَّمَآ اَمْرُہٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْـًٔا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ (سورۂ یٰسین)
۲ ھُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُکُمْ فِی الْاَرْحَامِ کَیْفَ یَشَآءُ ؕ (آل عمران:۶)
۳ اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّ السَّمَآءَ... (البقرہ:۲۲)
۴ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ (آل عمران:۲۶)

سب تعریفیں اس معبود و مسجودِ حقیقی کے لئے ہیں جو ربِ کعبہ و ربِ محمد ﷺ ہے۔ سب حمد وثنا اس رب العالمین کے لئے ہے جو احسن الخالقین ہے[۱] اور صاحب علم وحکمت ہے جس نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا۔

تمام حمد وثنا اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو اپنے جمال میں مستور اور کمال میں یکتا ہے۔ ازل اور ابد میں عظمت کی ردا میں ملبوس ہے۔ اس کی ذات نہ وہم وخیال میں آسکتی ہے اور نہ اس کی ذات کی تشبیہ ومثال پیش کی جاسکتی ہے۔ جس کی کنہ کو پانے میں عقلِ انسانی عجز وانکسار کا نشان بنی ہوئی ہے۔

کروڑ ہا ہزار حمد وثنا اس ذاتِ پاک کے لائق ہے جس نے اپنی معرفت کے اظہار کے لئے لفظ ''کن'' سے اٹھارہ ہزار عالم کو کتمِ عدم سے منصۂ شہود بخشا، جس نے حیوانات ونباتات اور جمادات انسان کے فائدے کے لئے بنائے اور آسمان کو آفتاب ومہتاب اور سیارات سے منور فرمایا[۲] اور زمین کو انس وجان اور طیور ووحوش سے زینت بخشی۔ پھر بنی آدم کو سب میں مکرم وبرگزیدہ[۳] کر کے اسے اپنے جمیع اوصافِ سمیع وبصیر سے موصوف کیا[۴] اور اسے خلیفۂ برحق[۵] کا خطاب عطا فرما کر اپنا نائب بنایا اور مسجود ملائک ٹھہرایا۔[۶] گویا آدم کو اپنی صورت[۷] پر پیدا کر کے شرفِ انسانی کی معراج پر پہنچایا۔

---

۱ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ (والتین)

۲ لَقَدْ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ (ملک:۵، حم سجدہ:۱۲)

۳ وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ (بنی اسرائیل:۷۰)

۴ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِیْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعًا بَصِیْرًا (الدھر:۲)

۵ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (البقرہ:۳۰)

۶ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ (ص آیت ۷۲ و الحجر آیت ۲۹)

۷ خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهٖ۔

بے حد حمد اور بے شمار تعریف اس واجب الوجود کے لئے سزاوار ہے جس نے تمام اشیاء کو وجود بخشا اور اپنی ذات کا جلوہ نما بنایا۔

حمد و ثنا اس خالقِ ارض وسماء اور مالکِ ہر دوسرا کے لائق ہے جو اضداد سے ممّرہ اور انداد سے منزہ ہے، جو صمد ہے، جس کی ذات پاک "لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ" ہے، جو بے نیاز ہے۔ وہ حنّان، جواد اور منّان ہے، وہ ایسا قادر مطلق ہے کہ محض اپنے کمالِ فضل وکرم سے اپنے خاص بندوں کو صراطِ مستقیم پر چلاتا ہے اور ایسا حکیمِ حاذق ہے کہ روحانی بیماروں کو اپنے قرب ومحبت کے شفاخانے سے اپنے وصال کا خاص الخاص شربت پلا کر شفایاب کرتا ہے۔ زاہدوں، عابدوں، سالکوں اور عارفوں میں سے جنہیں اپنی طرف مشغول کرتا ہے انہیں طاعات وعبادات اور سلوک ومعرفت کا مزہ چکھاتا ہے اور عفت وعصمت کا بیش قیمت لباس پہناتا ہے۔ اس کی تجلیاتِ کاملہ کے انوار سے انبیاء واولیاء کے قلب ونظر منور اور اس کی معرفت کے خزانوں سے عارفوں کے سینے روشن ہوتے ہیں۔

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو ہر ذی روح کا پالنے والا ہے۔ وہی اوّل وآخر ہے، وہی ظاہر وباطن ہے، وہی ناصر ومددگار ہے۔ وہی مدام پاکیزہ اور بابرکت ذات گرامی ہے۔ جس نے اپنے اولیائے کرام پر ہدایت کے طریقے واضح اور منکشف فرما کر ہر قسم کی خیر وبرکت سے انہیں نوازا۔ وہ گمراہی سے مامون ومحفوظ رکھتا ہے۔ جو کوئی ان اولیاء کرام کے زمرے میں داخل ہوتا ہے وہ راہِ ہدایت سے فیض یاب ہو کر منزلِ مقصود پر فائز المرام ہو جاتا ہے۔

تمام حمد وثنا ارض وسما کے خالق کے لئے ہے جس نے انسانوں کو اپنے کمالات کا مظہر بنایا۔ انبیاء کرام اور اولیاء عظام کو کائنات کی تکمیل کا ذریعہ بنایا۔

حمد ہے اس خدا تعالیٰ جلّ وعلا کی جس نے اپنے بندوں میں سے ایک گروہ کو خاص

اپنی ذات پاک کی معرفت کے لئے پیدا کر کے برگزیدہ کیا اور بشریت کی پستی سے اٹھا کر ملکوت کی بلندی تک پہنچایا۔ پھر وجودِ بشری کو فنائیت کی منزل سے گزار کر اسے اپنے بخشے ہوئے وجود کا خلعت پہنا کر بقا کا مقام عطا فرمایا اور انہیں ایسی ایسی نعمت ہائے غیر مترقبہ سے نوازا کہ بجز ان کے کسی آنکھ نے نہ دیکھی نہ کسی کان نے سنی۔ جن کے ہاتھوں سے طرح طرح کی کرامات اور قسم قسم کے خوارقِ عادات امور ظاہر ہوئے

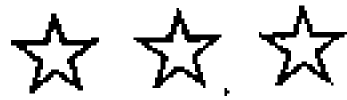
ان کو اتنی بڑی بزرگی عطا فرمائی کہ خود ہی ان کے حق میں ارشاد فرما دیا کہ

"میرا بندہ بذریعہ نوافل مجھ سے قرب حاصل کرتا رہتا ہے
یہاں تک کہ میں (اللہ تعالیٰ) اس سے محبت کرنے لگتا ہوں
اور جب اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا
ہوں جن سے وہ سنتا ہے۔ اسکی بینائی بن جاتا ہوں جس سے
وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا
ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔" الخ

(مشکوٰۃ شریف بروایت بخاری شریف)

نعت

ہزار بار بشویم دہن بمشک و گلاب
ہنوز نامِ تو گفتن کمال بے ادبی است



وہ دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول، وہی آخر
وہی قرآن، وہی فرقان، وہی یٰسین ، وہی طٰہٰ

درود وسلام اس ذاتِ اقدس کے لئے جس نے عبد کا رشتہ معبودِ حقیقی سے جوڑا۔ درود اس ذاتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جن کے ادنیٰ اشارے سے نظامِ کائنات درخشندہ و تابندہ ہوگیا۔ درود وسلام اس محبوبِ ذی وقار پر جو لَوْلَاکَ لَمَا [1] کا تاج پہن کر دنیا میں رونق افروز ہوا۔

کروڑ ہا درود وسلام اس پر جس نے بت پرستوں کو مالکِ حقیقی سے روشناس کرایا۔ درود وسلام اس پیکرِ نور پر جس کی تجلی اصلِ کائنات ہے۔ [2]

لاکھوں درود و سلام اس حاملِ فقرِ غیور پر جو بادشاہِ دو جہاں ہونے کے باوجود کئی کئی روز خالی پیٹ رہتا تھا۔ کروڑوں درود و سلام اس قاسمِ جود وکرم پر جس کے گھر کئی

---

[1] لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الدُّنْیَا (اگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مقصودِ کائنات نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا ہی نہ فرماتا۔ حدیث قدسی)

[2] اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ وَکُلُّ الْعَالَمِ مِنْ نُوْرِیْ (میں اللہ کے نور سے ہوں اور سارا عالم میرے نور سے ہے۔ الحدیث)

کئی دن چولھا تک نہ جلتا تھا۔

ہزار ہا درود و سلام اس ہادئ دو جہاں، فخرِ موجودات، یتیموں کے مولیٰ، غریبوں کے ملجاء، بیواؤں کے غمگسار، عاصیوں کے سہارا، محبوبِ کردگار، پیغمبرِ انس و جان، سرور دو جہاں، دعائے خلیل، نبیٔ آخرزماں ﷺ پر جسے شبِ معراج میں قلیل ترین عرصہ میں اسرارِ کائنات اور رموزِ خدائی کے معائنہ ومشاہدہ کا شرف بخشا گیا۔

بے حد وحساب نذرانۂ عقیدت اس رہبرِ کامل کی بارگاہِ بیکس پناہ میں جس نے اپنے خُلقِ عظیم سے عرب وعجم کے جہلاء کو انسانِ کامل بنا دیا۔ لا تعداد درود وسلام اس یگانۂ عالم پر جس کے وادیٔ فاران میں رونق افروز ہونے سے کائناتِ ہست وبود کا ذرہ ذرہ چمک اٹھا۔

ہزاروں کروڑوں نذرانۂ درود و سلام اس مجسمۂ نور کی بارگاہِ اقدس میں جس کے نور نے کفر وضلالت کی تاریکیوں کو بقعۂ نور بنا دیا۔

ان گنت درود و سلام کے گجرے اس ساقیٔ کوثر کی جناب میں نشاور جس نے زمانے کو تباہی و بربادی اور قعرِ مذلت کے غار سے نکال کر نورِ معرفت کے آسمان پر پہنچا دیا۔

کائنات کے ذرہ ذرہ کے مطابق درود و سلام اس رہبرِ اعظم، خاتمِ نبوت اور توحید کے علم بردار کی بارگاہ میں جس نے کفر وشرک کی بنیادیں ہلا دیں۔ کروڑوں جانیں اس سرورِ انبیاء پر نثار جن کو شانِ رحمۃ اللعالمینی سے سرفراز فرما کر تمام انبیائے کرام پر فضیلت بخشی گئی۔ جسے راحتِ خستہ دلاں اور رحمتِ عاصیاں اور شفاعت کا تاج پہنایا گیا۔ جن کی شان میں اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْ عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا وارد ہوا۔ بے حد وشمار درود اس مہرِ سپہرِ پیغمبری پر جن کی شان میں وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ فرمایا گیا۔ جسے عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ، عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُفٌ رَّحِیْم جیسے القابِ عظیم سے نوازا گیا۔ وہ سرورِ کائنات، منبع جمیع برکات

مجمع کل حسنات جن کو وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَافَّةً لِّلنَّاس کے خطاب سے سرفراز فرمایا گیا۔ وہ خلیل جلیل رحمان، دلیل سبیل عرفان جن کو اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَر کی نعمت عظمیٰ سے نوازا گیا، وہ مشعلِ بزم صفا، سرچشمۂ جود و سخا، چراغ خانۂ وفا، امام الانبیاء ختم الرسل، مولائے کل، باعثِ تخلیقِ کائنات، سید الانبیاء، سیدِ اصفیاء جن کو اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ کی شرح صدر عطا فرمائی گئی، وہ مفتاحِ خزائن رحمت، مصباح المقربین جنکو اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ کی دولت و ثروت سے مالامال کیا گیا۔

وہ کمالِ مرتبہ محبوبی، واقف اسرارِ نہانی جسے مُعَلِّمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ وَ یُزَکِّیْهِم کے عرف کی فضیلت سے سرفراز فرمایا گیا۔

وہ رسول الثقلین، نبی الحرمین جن پر خاتم النبیین کی مہر ثبت فرمائی گئی۔ وہ شفیع المذنبین، انیس الغریبین، رحمۃ للعلمین، راحت العاشقین، مراد المشتاقین، شمس العارفین جن کو سدرۃ المنتہیٰ سے اوپر لامکان کی سیر کرائی گئی۔

درود و سلام اس جانِ جہاں پر جو اس قصرِ حیات میں سراجِ منیر بن کر روشنی پھیلا رہا ہے۔ درود و سلام اس حسنِ مجسم پر جو اپنے مولا کا مظہر یکتا و اتم ہے، درود و سلام اس سید عالم پر جو بفضل خدا مختارِ کل ہے جس کے غلام شاہانِ جہاں ہیں اور باغی ذلیل و خوار ؎ ہیں۔

درود و سلام اس ذاتِ حق نما پر جس کا رخ انور جمال اللہ، دستِ اقدس ید اللہ، جس کی رضائے خدا اور بیعت، بیعت الٰہی ہے۔ درود و سلام لامحدود اس رسولِ بے بدل پر جس

؎ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰکِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ
(عزت تو اللہ اور اُس کے رسول اور مسلمانوں کے لئے ہے مگر منافقوں کو اس خبر نہیں۔ المنافقون آیت ۸)

کی شانِ پاک میں وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ فرما کر دونوں جہاں کی سرداری سے سرفراز فرمایا گیا۔

کروڑوں درود و سلام اس ذاتِ قدسی صفات پر جس نے مخلوقِ خدا کو کفر و ضلالت کے قعرِ مذلت سے نکال کر اوجِ تقربِ ربانی پر پہنچایا۔ اُس کانِ عرفان، جانِ جہان، نورِ رحمان، فضلِ یزدان، نجم الہدیٰ، شاہِ عالم، صاحبِ فضل و کرم، اسریٰ کے دولھا، شمسِ رحمت آنِ رفعت، سید المرسلین، محبوبِ کبریاء احمد مجتبیٰ، محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کما حقہ، شان بیان کرنے کا دعویٰ کون کرسکتا ہے۔ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

کیونکہ وہ، وہ ذاتِ پاک ہے کہ جس کسی نے اس کی متابعت میں با اخلاصِ تمام دِل لگایا اس نے دین و دنیا کی نعمتوں کو حاصل کرلیا۔ ظاہری و باطنی خزانوں کا مالک بن گیا، اس نے روحانی اور ابدی لذتوں کا مزہ پایا، وہ، وہ ذاتِ مقدس ہے کہ جس نے اس کی طرف عاجزی وانکساری سے سر جھکایا اس نے دونوں جہانوں کے مخمصوں سے خلاصی پالی، وہ، وہ سرکار ہے کہ جس کسی نے مشکل وقت میں اس کی طرف رجوع کیا، اس کی تمام مشکلات آنِ واحد میں آسان ہوگئیں۔ وہ، وہ عالی سرکار ہے کہ جس کسی نے مصیبت و پریشانی کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کیا آپ (علیہ التحیہ والثناء) فوراً اسکی دادرسی کو آن پہنچے۔

غرضیکہ اس سرکار بالا تبار کے اوصافِ حمیدہ اور محاسنِ حسنہ بیان کرنے کی کس میں طاقت ہے۔ جب اس راہ میں بڑے بڑے فصحا و بلغا اپنی عاجزی کا اظہار کر چکے ہوں تو میرے جیسے کمینہ و کم مایہ کا کچھ عرض کرنا سراسر سوءِ ادب اور سراسر گستاخی ہے۔

غالب ثنائے خواجہ بہ یزدان گزاشتیم
کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمد است

لہٰذا نعتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ خدائے علیم و خبیر اور سمیع و بصیر کے سپرد کرتا ہوں۔

در شانِ چورہ شریف

پیر چوراہی تیرا آباد مے خانہ رہے
بزم میں ساقی رہے گردش میں پیمانہ رہے

ہو رہا تقسیم ہر سو ہے تیرا یہ فیض عام
ہم گداؤں کیلئے دربار شاہانہ رہے

زندگی میں چاہتا ہوں میں رہوں حلقہ بگوش
جب تلک قسمت میں میری آب و دانہ رہے

اگر پشت پہ میری ہاتھ ہو سرکار کا
جھومتا پھرتا رہے اور مست مستانہ رہے

جو پشت پہ میری ہو دستِ شفقت آپکا
کچھ نہیں پرواہ گر میری حالت فقیرانہ رہے

حاجی الحرمین میرے حضرت والا شفیع
ہوں شفیع حشر میں ڈر پھر ھاویہ کا نہ رہے

نقشبند حضرت مجدد مرے مرشد دستگیر
چاہتا ہوں حشر تک میرا ان سے یارانہ رہے

تیرے در کا ہے گدا یہ حسن صوفی دل جلا
چاہتا ہے چورہ کے در سے نہ بیگانہ رہے

صوفی حسن محمد نقشبندی

مرکز فیضانِ نقشبند

چورہ شریف

چورہ شریف راولپنڈی کوہاٹ روڈ پر راولپنڈی سے ۱۰۰ کلومیٹر، کوہاٹ سے ۷۰ کلومیٹر اور اٹک سے ۵۰ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ موجودہ چورہ شریف بانیٔ درگاہ مقدسہ چورہ شریف حضرت خواجہ نور محمد علیہ الرحمہ کی منامی بشارت کے نتیجے میں آباد ہوا۔ نقل ہے کہ ایک رات حضرت باواجی خواجہ نور محمد علیہ الرحمہ نے مشائخ سلسلہ کے ہمراہ اپنے مریدِ خاص میاں فقیر محمد کو خواب میں سابقہ چورہ گاؤں سے تقریباً ایک میل کے فاصلے پر جانب شمال ایک برساتی ندی جو ''کسی'' کے نام سے معروف ہے، کے کنارے جگہ دکھائی اور خواب میں ہی حکم صادر فرمایا کہ اس جگہ مسجد تعمیر کی جائے۔ پھر آبادی کے لیے جگہ تجویز فرمائی۔ اپنے روضہ مبارک اور اپنی اولاد کے مزارات کی بھی نشاندہی فرمائی۔

صبح کو بیدار ہو کر میاں فقیر محمد نے اپنے احباب کو جمع کیا اور اپنے ساتھ لے کر رات کو خواب میں دکھائی گئی جگہ کو تلاش کیا اور نشاندہی کے لئے مختلف پتھر نصب کر دیے۔ حضرت باباجی صاحب نے یہ منامی بشارت چورہ شریف میں سکونت اختیار کرنے سے گیارہ سال قبل دی تھی۔ گیارہ سال بعد حضرت خواجہ نور محمد علیہ الرحمہ نے اسی جگہ سکونت اختیار فرمائی۔ مسجد تعمیر کروائی اور وصال کے بعد آپ کو اور آپ کی اولاد کو انہی جگہوں میں دفن کیا جاتا رہا جن کی آپ نے نشاندہی کی تھی۔

شمالی پنجاب کی اس درگاہِ مقدسہ نے نقشبندی فیض کو اس طرح تقسیم فرمایا کہ اکنافِ عالم میں معروف ہو گیا۔ یہاں سے جلیل القدر اور ممتاز مشائخ طریقت نے تربیت

حاصل کی اور نقشبندی فیض کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچایا۔ ان فیض یافتہ مشائخ نے اپنے اپنے علاقوں میں نقشبندیت کے مراکز قائم کیے اور مشائخِ چوراہیہ کے نقشِ قدم پر چل کر طریقت کی روشنی پھیلانے میں کسی قسم کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔

بظاہر دیکھنے میں چورہ شریف شمالی پنجاب کا ایک دور افتادہ چھوٹا سا گاؤں ہے جو سنگلاخ چٹانوں اور بارانی علاقے میں واقع ہے مگر فضیلت اور برکاتِ الٰہیہ کا مرکز ہے۔ اگر کہا جائے کہ نقشبندیوں کے روحانی مرکز تجلیات، منبع فیوضات سرہند شریف امامِ ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے مسکن مولد و آخری آرام گاہ کے بعد چورہ شریف نقشبندیت کا سب سے بڑا اور عظیم مرکزِ نور اور فقر محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا گہوارہ ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ اس سادہ سی مگر روحانی بستی میں اولوالعلم اولیاء اللہ آسودۂ خاک ہیں جنہوں نے اپنی دینی اور روحانی تبلیغ سے اکنافِ عالم کے لاکھوں بھٹکے ہوئے انسانوں کو صراطِ مستقیم پر گامزن کیا۔

حضرت خواجہ محمد فیض اللہ قدس سرہٗ کو دورانِ استخارہ اشارہ ہوا تھا کہ فیضانِ الٰہی جو آپ کے لئے امانت رکھے ہوئے ہیں وہ آپ کو نکاح ثانی کے بعد ودیعت ہونگے اور جو پہلا فرزند ہوگا اس کے ظاہری و باطنی علم سے ایک زمانہ فیض یاب ہوگا۔ وہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کا نائب ہوگا۔ اس سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کو تقویت اور ترویج و فروغ حاصل ہوگا۔

حضرت بابا جی خواجہ نور محمد قدس سرہٗ نے اپنے چاروں جگر گوشوں کی ایسی تربیت فرمائی کہ کم ہی کسی ولی اللہ کی ساری کی ساری اولاد عظیم ظاہری اور باطنی مقامات کی حامل ہوئی ہو۔ آپ کے چاروں جگر گوشے حضرت خواجہ گل احمد، امامِ طریقت و حقیقت حضرت باوا جی فقیر محمد، حضرت خواجہ دین محمد المعروف ملاں جی اور حضرت خواجہ شاہ محمد المعروف

حضرت خواجہ خورد علیہم الرحمہ سب کے سب کامل و مکمل پیشوایانِ ملک و ملت تھے۔ یہ سب اونچے مقامات اور اعلیٰ درجات کے حامل تھے۔ ان میں سے ہر ایک کی روحانی اور دینی خدمات قابل تحسین ہیں۔

حضرت خواجہ محمد فیض اللہ قدس سرہٗ العزیز نے اپنے نور نظر حضرت خواجہ نور محمد علیہ الرحمہ کو ایک روز محبت و شفقت پدری کے جوش میں ارشاد فرمایا تھا۔

"تمہارے وجود سے اللہ تعالیٰ تمام ملک ہندوستان کو فیضان الٰہی سے سیراب کرے گا اور تمہارے وجود کے چشمہ سے ہزار ہا چشمہ ہائے فیض جاری ہونگے۔"

جب حضرت خواجہ باواجی فقیر محمد قدس سرہٗ کی ولادت باسعادت ہوئی تو آپ کے دادا جان حضرت خواجہ محمد فیض اللہ نے اپنی زبان مبارک اور لب ہائے مبارک خواجہ فقیر محمد علیہ الرحمہ کے منہ میں ڈالے اور فرمایا کہ "یہ لڑکا بڑا نیک بخت ہوگا۔ اس کے وجود سے کثیر دنیا کو فیض حاصل ہوگا۔" چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ آپ کے روحانی فیض نے کثیر تعداد میں نقشبندی نسبت سے لوگوں کو فیض یاب کیا۔ آپ کو وہ کمالات حاصل ہوئے جو آپ کے ہم عصروں میں سے دوسروں کو بہت کم حاصل ہوئے۔ آپ کو قرآن مجید کے ایک ایک حرف کے جملہ فوائد و خواص معلوم تھے۔ بلکہ آپ کو ان کے اسرار و رموز کا علم بھی حاصل تھا۔

غوث العصر، ہادیٔ دوراں، شیخ الاسلام حضرت باواجی فقیر محمد قدس سرہٗ نے نقشبندی اور مجددی فیض کے ایسے چھینٹے مارے کہ برصغیر پاک و ہند کے دور دراز اور پسماندہ علاقے بھی سیراب ہو گئے۔ آپ کے تربیت یافتہ خلفاء نے اپنے اپنے علاقوں میں نقشبندیت کے مراکز قائم کر کے ایک دنیا کو روحانی فیض سے مستفید و مستفیض فرمایا۔

مرکز مہر و وفا، منبع فیوض و برکات، مظہر علومِ خفیہ وجلی حضرت باوا جی فقیر محمد قدس سرہٗ العزیز نے اپنے والد گرامی کے نقش پا پر چل کر اپنے صاحبزادوں کی اسی طریقے پر روحانی تربیت فرمائی جس طرح آپ کے والد ماجد نے آپ کی اور آپ کے بھائیوں کی فرمائی تھی۔ آپ کے پانچ صاحبزادے تھے جن میں سے ایک چھوٹی عمر میں ہی وصال فرما گئے تھے۔ ان کا نام محمد نبی علیہ الرحمہ تھا۔ آپ کے فرزند اکبر خواجہ گل نبی کا وصال بھی حضرت خواجہ فقیر محمد علیہ الرحمۃ کی حیات میں ہی ہو گیا تھا۔ دیگر صاحبزادگان میں حضرت خواجہ احمد نبی، حضرت خواجہ سید محمد شاہ اور حضرت خواجہ قادر شاہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین تھے۔ آپ کے سب فرزند صاحب ارشاد و مجاز ہوئے ہیں۔ ہزار ہا لوگوں نے ان سے فیوض و برکات حاصل کیے ہیں۔ ان کی اولادیں بھی اپنے اسلاف کے نقش قدم پر گامزن ہیں اور اپنی اپنی بساط اور استطاعت کے مطابق دینی خدمات سرانجام دینے میں مصروف عمل ہیں۔ اس دور ابتلا میں بھی کوئی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ خانوادہ چوراہیہ کی باقیات صالحات میں سے کسی نے دین رسول ہاشمی سے روگردانی کی ہو یا دیدہ دانستہ خلاف شرعِ امور کی طرف دھیان دیا ہو۔ یہ سب باوا جی فقیر محمد قدس سرہٗ کی تربیت و فیضان کا نتیجہ ہے۔

کہتے ہیں کہ جہاں اللہ سبحانہٗ کا ایک ولی آسودۂ خاک ہو، اس کے گرد و نواح میں پندرہ کوس کے اندر اندر انوار و تجلیات کی بارش برستی رہتی ہے۔ رحمت و برکات کا نزول ہوتا ہے۔ جس بستی میں کاملین کی ایک بڑی جماعت آسودۂ خاک ہو اور ان کی باقیات صالحات اپنی ظاہری حیات میں اسوۂ رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرنے میں خود بھی کوشاں ہو اور لاکھوں گم کردہ راہوں کو جادۂ مستقیم پر گامزن کرنے کی سعی بلیغ بھی کر رہی ہو۔ اس بستی کے مرکز انوار و تجلیات ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔

راقم کے نزدیک جس طرح سرہند شریف مدینہ منورہ کے بعد فضائل و کمالات کا

گہوارہ ہے اسی طرح سرہند شریف کے بعد چورہ شریف انوار الٰہیہ کا مرکز اور فضیلت کا حامل ہے۔ انوار الٰہیہ کی جھلک کور چشموں کو کیا نظر آئے گی صرف وہی اہل بصیرت دیکھ سکتے ہیں جنکی زندگیاں اسوۂ حسنہ کی کامل اتباع میں گزر رہی ہوں اور جن کے سینے حب رسول ﷺ اور اولیائے کاملین کی عقیدت وارادت سے سرشار ہوں۔ راقم کا عقیدہ اور یقین محکم ہے کہ اس وقت پیرزادہ محمد بدالدجیٰ دامت برکاتہم عالیہ عالم شباب کے باوجود دین رسول ہاشمی ﷺ کی شمع فروزاں کرنے میں اپنے تن، من دھن سے کوشاں ہیں یہ شیوۂ پیغمبری سے کم نہیں۔

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری
وقت پیری گرگِ ظالم می شود پرہیزگار

خانوادۂ چوراہیہ کے اولیائے کاملین کی دینی، سماجی اور سیاسی تگ ودو پردۂ اخفا میں ہے۔ ان بزرگواروں نے ریا، سُمعہ اور عجب کو قریب نہیں پھٹکنے دیا بلکہ مشائخ نقشبندیہ کی طرح اپنے کمالات و مقامات کو ہمیشہ چھپانے کی کوشش کی جس کی وجہ سے ان کے روحانی کمالات سے پردہ اٹھانے کی کسی فرد کو طاقت نہیں ہوئی۔ اہل پاکستان جانتے ہیں کہ جب بھی دین متین پر ابتلا کا وقت آیا، مشائخ چورہ شریف اور اس درگاہِ قدس کے تربیت یافتہ علما اور مشائخ سینہ سپر ہو گئے۔

تحریک پاکستان میں مشائخ چوراہیہ نے جس ولولۂ تازہ، حمیت ایمانی اور جوش و جذبہ سے شب و روز کام کیا وہ اظہر من الشمس ہے۔ تحریک پاکستان میں عملی طور پر حصہ لینے والوں میں سے حضرت خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمہ کا نام نامی سرفہرست ہے جبکہ روحانی اور تبلیغی طریقۂ کار کی رو سے حضرت قبلہ پیر محمد شفیع علیہ الرحمہ اور ان کے جواں سال لخت جگر حضرت خواجہ غلام نقشبند علیہ الرحمہ کے کارنامے بجا طور پر قابل ذکر ہیں۔ مہاجرین کی آبادکاری میں

آپ کی خدمات سنہری حروف میں لکھنے کے قابل ہیں۔۱۹۵۲ کی تحریک ختم نبوت میں دونوں باپ بیٹے نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔۱۹۷۷ کی تحریک نظام مصطفےٰ میں بھی حضرات چوراہیہ نے دین مخالف آندھی سوشلزم کے خلاف مزاحمت میں بھرپور حصہ لیا۔

حضرت خواجہ پیر محمد شفیع علیہ الرحمہ اور آپ کی اولاد نے عملی سیاست کی دہلیز پر کبھی قدم نہیں رکھا مگر دینی انتشار و ابتلا کے وقت کبھی پیچھے بھی نہیں رہے۔صداقت اسلام کے پرچم کو ہمیشہ سربلند رکھا اور دین کے ضعف کے وقت ہراول دستے کے طور پر کام کیا۔

المختصر خاندانِ چوراہیہ کے مشائخ کے پیش نظر ہمیشہ اطیعو اللہ و اطیعو الرسول، تحبون اللہ فاتبعونی، جاھدو فی سبیل اللہ اور قوانفسکم و اھلیکم کا نصب العین رہا۔واعتصمو بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا کا پیغام ان کی زندگی کا مطمع نظر رہا۔یذکیھم پر عمل اور واذکر سم ربک و تبسل الیہ تبتیلا اور رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ ان کا دستورعمل رہا۔

اس تناظر میں اگر سرزمین چورہ شریف کے برکات و فیوضات کو بہ نظر بصیرت دیکھا جائے تو یہ سرزمین رحمت الٰہی کا خزینہ، فیضان نبوت کا قرینہ اور فیضان ولایت کا گہوارہ نظر آئے گی۔

اس وقت فیضان مشائخ چوراہیہ کے قسام میں بدرالمشائخ پیرزادہ محمد بدرالدجیٰ کا نام نامی سرفہرست ہے۔

دعا ہے کہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ صاحبزادہ پیر محمد بدالدجیٰ کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور ان کے سینے کو مزید روحانی علوم سے منور کرے اور ان کو بلند ترین مقامات پر فائز کرے اور مراتب ذوق کی بلندیوں پر پہنچائے۔ ان کے فیض سے ہم سب کو بہرہ یاب فرمائے آمین ثم آمین بجاہِ سیدالمرسلین الآمین ﷺ۔

آباؤ اجداد

حضرت صاحبزادہ پیر حافظ خواجہ غلام نقشبند فاروقی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ ولی ابنِ ولی ہیں۔ آپ غوثِ زماں، ہادیٔ گمراہاں، غواصِ بحرِ عرفاں، قطبِ جلی، خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ باواجی فقیر محمد قدس سرہٗ العزیز چوراہی کی اولاد پاک میں سے ہیں۔

اس حقیقت سے ایک زمانہ واقف ہے کہ حضور قبلہ گاہی باواجی فقیر محمد نقشبندی مجددی (قدس سرہٗ النورانی) کا سلسلۂ نسب خلیفۂ راشد پیکرِ عدل حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ کا خاندان پشت در پشت سے اقلیمِ رُشد و ہدایت میں اپنی خداداد صلاحیتوں کی بنا پر فائز المرام چلا آ رہا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ سلسلہ تا قیامِ قیامت اسی طرح جاری وساری رہے۔ آمین۔

چند پشتوں کے بعد آپ کا سلسلۂ نسب قیومِ اوّل امامِ ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہٗ العزیز کے جدِ امجد حضرت خواجہ رفیع الدین سے جا ملتا ہے۔ آپ کے خاندان عالی شان کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس سلسلۂ نسب کے تقریباً تمام بزرگ خلیفۂ راشد ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ تک صاحبِ معرفت گزرے ہیں۔ اس لحاظ سے ان سب بزرگوں کی حیاتِ طیبہ کا احاطہ کرنا اس تصنیف میں نہایت مشکل ہے۔ لہٰذا ان سب کی مختصر سوانح کے لیے ''فیضانِ چوراہی'' سے استفادہ کریں۔ اس تصنیفِ لطیف میں صرف آپکی چھ پشتوں کے آباؤ اجداد کے مختصر سوانحی حالات قلمبند کیئے گئے ہیں جن میں آپ کے والدِ گرامی حضرت خواجہ پیر محمد شفیع، حضرت خواجہ سید محمد شاہ، حضرت باواجی خواجہ فقیر محمد، حضرت خواجہ محمد فیض اللہ تیراہی اور حضرت قبلہ قاضی خان محمد رحمۃ اللہ علیہم شامل ہیں۔

حضرت صاحبزادہ خواجہ غلام نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی حضرت خواجہ پیر محمد

شفیع فاروقی نقشبندی مجددی قدس سرہٗ واقفِ معارفِ الٰہی، شارح حقیقت وطریقت، قاسمِ فیضِ الٰہی، شناورِ اسرارِ لا متناہی اور جامع علومِ ظاہری و باطنی تھے۔ حضرت خواجہ سید محمد شاہ علیہ الرحمہ شریعت وطریقت اور حقیقت کے جامع اور فقیہ بے بدل تھے۔ آپ صاحبزادہ پیر غلام نقشبند علیہ الرحمہ کے جدِ امجد تھے۔ جبکہ مخزنِ اسرارِ الٰہی، امام الواصلین، قطبِ زماں، ہادی دوراں خواجۂ خواجگاں حضرت خواجہ باوا جی فقیر محمد چوراہی آپ کے پڑ دادا تھے اور عارفِ باکمال، حضرت خواجہ نور محمد تیراہی ثم چوراہی غوث العصر، قطبِ زماں ہادی دوراں حضرت چوراہی کے والد گرامی تھے۔ اس طرح آپ صاحبزادہ خواجہ غلام نقشبند کے لکڑ دادا لگے۔ حضرت خواجہ نور محمد قدس سرہٗ نے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کو پاکستان کے صوبہ پنجاب میں متعارف کرایا اور حضرت باوا جی فقیر محمد چوراہی نے برصغیر پاک وہند میں سلسلہ عالیہ مجددیہ کو پروان چڑھایا۔ اس وقت پاکستان کے مختلف علاقوں میں باوا جی علیہ الرحمہ کے خلفا کی کئی خانقاہیں دینِ مبین کی ترویج میں کوشاں ہیں۔ امام المتقین زبدۃ العارفین حضرت خواجہ محمد فیض اللہ فاروقی قدس سرہٗ حضرت خواجہ نور محمد چوراہی کے والدِ گرامی تھے۔ آپ صاحبِ کشف وکرامات بزرگ تھے۔ امام المتقین حضرت خواجہ محمد فیض اللہ فاروقی قدس سرہٗ کے والد گرامی کا نامِ نامی حضرت قاضی خان محمد تھا۔ آپ علومِ معقول و منقول کے ماہر اور صاحبِ کرامت ہستی کے مالک تھے۔ مسائلِ شرعیہ میں آپ کے فتاویٰ کو قبولِ عام حاصل تھا۔ آپ کے فقر اور علم وفضل کا ایک عالم گواہ ہے۔ یہ پاک گھرانہ اولیاء کاملین کا گہوارہ چلا آرہا ہے۔ اب آپکے منتخب آباؤ اجداد کے سوانحی حالات کو اختصار کے ساتھ قلم بند کیا جاتا ہے تاکہ قارئین کرام ان کے روحانی فیوضات سے بہرہ یاب ہوسکیں۔

۱۔ حضرت قاضی خان محمد علیہ الرحمۃ

آپ حضرت خواجہ محمد فیض اللہ کے والد گرامی تھے۔ آپ کو علومِ درسیہ پر اعلیٰ درجہ کی مہارت اور ملکہ عظیمہ حاصل تھا۔ آپ شہر کوہاٹ کے موضع شادی خیل کے رہائشی تھے۔ یہاں آپ درس دیا کرتے تھے۔ اس علاقے میں مسائلِ شرعی میں آپ کے فتاویٰ کو قبولِ عام حاصل تھا۔ آپ کے علم و فضل کا ایک عالم گواہ ہے۔

آپ نے اپنے فرزندِ ارجمند حضرت خواجہ محمد فیض اللہ کو اکیس سال کی عمر میں علومِ ضروریہ کی تکمیل کرادی تھی۔ آپ کی طرزِ تحریر کا ایک زمانہ مداح تھا۔ آپ صاحبِ کشف و کرامت بزرگ تھے۔ آپ کی جملہ کرامات میں سے ایک مشہور کرامت یہ ہے کہ ضلع کوہاٹ کے مضافات میں ایک قوم اکوڑہ خیل زمانہ قدیم سے رہائش پذیر تھی۔ اس قوم نے ایک نئی بستی ایک درہ میں بسانے کا ارادہ کیا مگر اس جگہ پتھر نہایت سخت اور مدور (گول) تھے۔ ان پتھروں سے جو دیوار تمام دن میں تعمیر کی جاتی تھی، اگلی صبح سے قبل ہی زمین بوس ہو جایا کرتی تھی۔ باہمی مشورہ کے بعد آخر کار سب اس نتیجہ پر پہنچے کہ قبلہ گاہی قاضی خان محمد صاحب سے التجا کی جائے کہ وہ اپنے دستِ مبارک سے بنیاد رکھ دیں، کیونکہ ان کو یقین تھا کہ آپ کے اس عمل کی برکت سے خدا تعالیٰ اس بستی کو جلد آباد فرما دے گا۔ چنانچہ سرکردہ افراد کی ایک جماعت آپکی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہو کر ملتمس ہوئی اور بڑی التجاؤں کے بعد آپ کو ہمراہ چلنے پر راضی کیا۔

صبح کے وقت آپ نے اکوڑہ خیل قوم اور دیگر اہالیانِ علاقہ کی موجودگی میں بارگاہِ الٰہی میں ایک نہایت پرتاثیر دعا فرمائی اور بسم اللہ پڑھ کر اپنے دستِ مبارک سے ایک پتھر نصب فرمایا۔ اس بستی کا نام آپ نے ٹیری تجویز فرمایا۔ یہ موضع اب ایک اعلیٰ درجہ کا

قصبہ بن چکا ہے اور اس وقت سے خٹک قوم آپ کی معتقد چلی آ رہی ہے۔ بعد از وصال بھی آپ کا تصرف جاری ہے۔ خٹک اور افغان قوم اب بھی آپ کے مزارِ اقدس پر حاضری دیتی ہے اور فیصلوں کی پاسداری کرتی ہے۔

اگر گیتی سراسر باد گیرد
چراغِ مقبلاں ہرگز نمیرد

۲۔ حضرت خواجہ محمد فیض اللہ قدس سرہٗ العزیز۔

در ازل تقدیر یوسف با زلیخا رفتہ بود
ورنہ شاہے را گدائے کے بہ بازار آورد

حضرت خواجہ محمد فیض اللہ علیہ الرحمہ علاقہ تیراہ کے بڑے صاحبِ کمال بزرگ تھے۔ کشف و کرامات میں بہت اونچے مقام کے مالک تھے۔ اگرچہ آپ باضابطہ طور پر حضرت خواجہ سید حافظ جمال اللہ رحمت اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ مجاز تھے مگر بحکمِ شیخ زیادہ تر حضرت سید محمد عیسیٰ ولی کی صحبت میں رہ کر کسبِ فیض کیا۔

آپ حضرت قاضی خان محمد صاحب کے فرزند ارجمند تھے جو موضع شادی خیل کوہاٹ میں علوم دینیہ کا درس دیا کرتے تھے۔ آپ کی ولادت ۱۷۳۰ء میں ہوئی۔ حضرت خواجہ محمد فیض اللہ رحمتہ اللہ علیہ نے ظاہری علوم کی تحصیل اپنے والد ماجد سے کی تھی جنہوں نے آپ کو ایک سال کی عمر میں ہی کامل و مکمل کر دیا تھا۔

علوم ظاہری سے فراغت حاصل کرنے کے بعد آپ کو پیر کامل کی تلاش ہوئی مگر چونکہ آپ اعلیٰ درجہ کے عالم اور پابند شریعت تھے اس لئے اکثر جگہ تلاشِ مرشد میں ناکامی ہوئی۔ کیونکہ آپ کو ذرا سی خلاف شریعت بات بھی گوارا نہ تھی۔

اوائل میں آپ ایک بزرگ کی شہرت سن کر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دیکھا کہ وہ بزرگ نماز میں مشغول ہیں لیکن ان کے پاؤں کے درمیان فاصلہ ایک بالشت سے زیادہ ہے جو شرعی حد کے خلاف تھا۔ آپ یہ دیکھ کر برداشت نہ کر سکے اور الٹے پاؤں واپس آ گئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ:

"جس فقیر کو شریعت کی پابندی کا علم نہیں وہ مجھے کیا فیض پہنچائے گا۔"

عالم شباب میں آپ نے رامپور (انڈیا) میں فوجی ملازمت اختیار کرلی تھی۔ جب آپ احمد شاہ بادشاہ کے قلعہ میں سپہ سالار مقرر تھے تو اپنی ماہوار تنخواہ سے جو کچھ پس انداز ہوتا اسے فقراء وصلحا کی خدمت کے لئے صرف کر دیتے۔

ایک دفعہ آپ رامپور کے قلعہ کے ایک برج پر پہرہ دے رہے تھے کہ حضرت خواجہ سید جمال اللہ قدس سرہ قلعہ کی سیر کے لئے تشریف لے آئے۔ حضرت خواجہ کے ہمراہ بہت سے خلفاء اور مریدین بھی تھے۔ جب حضرت خواجہ سید جمال اللہ قدس سرہ کی نظر کیمیا اثر آپ پر پڑی تو آپ ازخود رفتہ ہوگئے۔ فوراً قلعہ کی دیوار سے نیچے تشریف لے آئے اور قدم بوسی کا شرف حاصل کیا۔ اسی دوران آپ پر وجد کی سی کیفیت طاری ہوگئی اور آپ تقریباً دو تین گھنٹوں تک حالتِ استغراق میں رہے۔ جب ہوش میں آئے تو فوراً بیعت کی درخواست کی۔ حضرت خواجہ سید جمال اللہ علیہ الرحمۃ نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے خلیفہ اعظم حضرت خواجہ سید محمد عیسٰی علیہ الرحمۃ کو مخاطب کر کے فرمایا:

''اس کی بیعت اگرچہ میری طرف سے ہے مگر اس کی تکمیل تمہارے ذمہ ہے''

بیعت ہونے کے بعد آپ نے ملازمت کو خیرباد کہہ دیا اور شیخ کی خدمت کو اپنا وظیفہ بنالیا۔ آپ چار سال تک حضرت خواجہ سید جمال اللہ قدس سرہ العزیز کی خدمت میں رہے۔ صُحبتِ شیخ سے کما حقہ فیض یاب ہوئے۔ اسی دوران آپ کو خرقہ خلافت سے نوازا گیا۔

خرقہ پوشی کی محفل میں حضرت خواجہ محمد عیسٰی ولی قدس سرہٗ بھی بہ نفسِ نفیس موجود تھے۔ خرقہ پوشی کے بعد آپ کے شیخ کامل حضرت خواجہ سید جمال اللہ علیہ الرحمۃ نے آپ کو اپنے وطن واپس جانے کی اجازت مرحمت فرمادی۔ آپ اٹھارہ برس کے قریب وطن سے باہر رہے۔

وطن واپسی پر آپ نے موضع ڈوڈہ شریف ضلع کوہاٹ میں قیام فرمایا۔ اس موضع میں آپ کے آباؤ اجداد کے واقف لوگ رہائش پذیر تھے۔ اُن دنوں یہ علاقہ تپ شدید کی وبا کی لپیٹ میں تھا۔ عوام الناس آپ کی خدمت اقدس میں حاضری دینے لگے۔ آپ کی نظر کیمیا اثر اور تعویذات ودَم کی بدولت مخلوقِ خدا جسمانی اور روحانی بیماریوں سے صحت یاب ہونے لگی۔ اس موضع میں آپ چھ ماہ تک قیام پذیر رہے۔ اس عرصہ میں بندگانِ خدا کی ایک بڑی تعداد آپ کے ظاہری و باطنی فیضان سے بہرہ یاب ہوئی۔

ڈوڈہ شریف میں قیام کے دوران علاوہ کوہاٹ کے مفتی قاضی عبدالحمید صاحب نے اپنی دخترِ نیک اختر کو آپ کے نکاح میں دینے کی خواہش کا اظہار کیا۔ اس پاک دامن بی بی کو علومِ فقہ و حدیث پر بڑا عبور حاصل تھا۔ اس کے جواب میں آپ نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا جوئی حاصل کرنے کیلئے استخارہ کا اشارہ فرمایا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ استخارہ میں جو حکم ملا اس پر عمل کیا جائے گا۔

چنانچہ استخارہ ظاہر ہوا کہ اس نکاح میں فیضانِ الٰہی کی امانت پوشیدہ ہے۔ یہ نکاح مبارک ہے اور باعث فخر دارین ہوگا۔ اس کے نور سے اردگرد کے ملکوں میں اسلام کی روشنی پھیلے گی۔ اس خبرِ مبارک پر مفتی عبدالحمید صاحب بہت دلشاد ہوئے اور اپنی لختِ جگر کو خواجہ محمد فیض اللہ قدس سرہٗ کے نکاح میں دے دیا۔

زمانے نے دیکھا کہ واقعی حضرت خواجہ نور محمد علیہ الرحمہ اور پھر حضرت خواجہ فقیر محمد قدس سرہٗ کی ذات میں یہ نور چمکا اور گزشتہ تقریباً ڈیڑھ صدی سے اسلام کی روشنی برصغیر پاک و ہند کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی پھیل رہی ہے۔ نکاح کے بعد آپ اپنے آبائی گاؤں موضع تیزئی شریف علاقہ تیراہ میں تشریف لے گئے، مگر بوجہ عرصۂ دراز کی مفارقت و جدائی آپ کے اہلِ خانہ (پہلی زوجہ محترمہ) آپ کو نہ پہچان سکیں۔ چند یوم کے قیام کے

بعد آپ کے ہم سبق دوست کی تصدیق پر آپ کی پہچان ہوئی اور ان کے توسل سے آپ کو گھر میں داخلے کی اجازت ملی۔ آپ اپنی دوسری زوجہ محترمہ یعنی قاضی عبدالحمید ڈوڈہ شریف کی دختر نیک اختر کے ہمراہ اپنے موروثی دولت کدہ میں قیام پذیر ہو گئے۔ کچھ عرصہ کی رفاقت کے بعد آپ کی دونوں ازواج میں انتہائی درجہ کی موانست ہو گئی۔ دونوں باہم شیر و شکر ہو کر رہنے لگیں۔ آپ کی چھوٹی زوجہ محترمہ کے بطن سے حضرت خواجہ نور محمد علیہ رحمتہ تولد ہوئے، مگر اُن کی ابتدائی پرورش آپ کی بڑی زوجہ محترمہ نے کی۔ یکے بعد دیگرے دونوں ازواج کے بطن سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو پانچ فرزند عطا فرمائے، جن کے اسمائے گرامی اس طرح ہیں۔

۱۔ حضرت خواجہ نور محمد علیہ الرحمہ

۲۔ حضرت گل محمد علیہ الرحمہ

۳۔ حضرت جان محمد علیہ الرحمہ

۴۔ حضرت صالح محمد علیہ الرحمہ

۵۔ حضرت محمد نور علیہ الرحمہ

آپ کا معمول تھا کہ حضرت خواجہ محمد عیسیٰ کی زیارت کے لیے ہر سال چوڑھ شریف علاقہ ملتان تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ اثنائے راہ میں آپ سخت بیمار ہو گئے اور ایک مسجد کے حجرہ میں فروکش ہو گئے۔ حضرت خواجہ محمد عیسیٰ کو کشف کے ذریعے آپ کی بیماری کی اطلاع ہوئی تو بہ نفسِ نفیس وہاں تشریف لے آئے۔ اپنے شیخ کو دیکھتے ہی حضرت خواجہ محمد فیض اللہ پر جذب و وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔ حضرت خواجہ محمد عیسیٰ نے آپ کو اٹھا کر سینے سے لگایا اور تا دیر آپ کی تشفی فرماتے رہے۔ حضرت خواجہ محمد عیسیٰ علیہ الرحمہ کی صحبت کی برکت سے آپ اگلی صبح تک بالکل صحت یاب ہو گئے۔ دو ایک روز کے

قیام کے بعد دونوں حضرات سید جمال اللہ قدس سرہٗ کی زیارت کیلئے رام پور کی طرف عازمِ سفر ہو گئے۔ رام پور پہنچ کر آپ دوبارہ حضرت خواجہ جمال اللہ کی خدمت پر مامور ہو گئے اور سات سال تک ان کی خدمتِ اقدس میں رہ کر کسبِ فیض کیا اور پھر اپنے وطن مالوف کو لوٹے۔ آپ کے اپنے وطن میں قیام کے دوران دو مرتبہ حضرت خواجہ عیسیٰ ولی رحمۃ اللہ کی تیزئی شریف میں آمد ہوئی۔

حضرت خواجہ سیّد جمال اللہ کے حکم کی تعمیل میں آپ نے افغانستان کا سفر کیا۔ روانگی کے موقع پر خواجہ سید جمال اللہ نے دو رباعیات کی صورت میں وصیت فرمائی۔

مایۂ دیں را بدنیا دادن از بے ہمتی است
زانکہ دنیا جملگی رنج است و دیں آسائش است
نعمت فانی ستانی دولتِ باقی دہی
اندریں سودا خرد داند کہ غبن فاحش است

☆ ☆ ☆

بکوش تا دل صاحب نظر بدست آری
کہ نیست در دو جہاں دولت ازیں بہتر
مکن عمارت دنیا بکن عمارت دل
کہ عرشِ اعظم است ایں دل بقول پیغمبر

حضرت خواجہ محمد فیض اللہ قدس سرہٗ نے اپنی زندگی میں دور دراز کا سفر کیا اور ہزاروں کی تعداد میں لوگ آپ کے حلقہ بگوش ہوئے۔ آپ آخری عمر میں کافی کمزور ہو گئے تھے اور پالکی میں سوار ہو کر سفر فرمایا کرتے تھے۔ آپ کی زبان نہایت ہی شیریں اور خوش خلقی کا اعلیٰ نمونہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حاجت مند لوگ آپ سے جو دعا کرواتے تھے، بفضلِ تعالیٰ

وہ پوری ہوتی تھی۔ آپ کی شخصیت اتنی جاذبِ نظر تھی کہ اکثر لوگ آپ کو دیکھتے ہی آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کر لیتے تھے۔ آپ حلم و بردباری اور حسن خلق کا پیکر تھے۔ اسوۂ حسنہ کی پیروی میں آپ ہمیشہ کوشاں رہے۔ فقر و درویشی آپ کی عادتِ ثانیہ تھی۔ شریعت کی پاسداری اور طریقت کی آبیاری آپ کا معمول تھا۔

کرامات وتصرفات:

آپ صاحبِ تصرف اور کشف و کرامات کے حامل بزرگ ہوئے ہیں۔ آپ سے بے شمار کرامات وتصرفات کا ظہور ہوا، مگر چند ایک کے ذکر پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے:۔

(۱) نقل ہے کہ موضع تیزئی شریف میں مسجد کے قریب ایک بلند چبوترے پر زیتون کے دو بڑے بڑے موٹے درخت تھے، جو مرور زمانہ سے خشک ہو گئے تھے۔ تیزئی شریف میں واپسی کے بعد آپ ان درختوں کے سہارے بیٹھ کر مطالعہ فرمایا کرتے تھے۔ جب کبھی آپ پانی نوش فرمایا کرتے تھے تو باقی ماندہ پانی آپ ان درختوں کی جڑوں میں انڈیل دیا کرتے تھے۔ آپ کے اس متبرک پانی کی برکت سے ایک ماہ کے عرصہ میں وہ دونوں درخت سرسبز و شاداب ہو گئے۔ بقول صلاح الدین نقشبندی (مصنف ''جمالِ نقشبند'') وہ دونوں درخت ۱۳۹۰ھ بمطابق ۱۹۶۰ء تک (یعنی ۴۱ سال قبل تک) اسی حالت میں موجود تھے اور سینکڑوں لوگ ان کی زیارت سے بہرہ ور ہو چکے ہیں۔

(۲) موضع تیزئی میں میں پانی کی سخت قلت تھی۔ اہلِ علاقہ نے عرض کیا کہ حضور دعا فرمائیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہماری مشکل آسان کر دے اور کہیں سے چشمۂ آب ظاہر ہو جائے۔ آپ نے ایک درخت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس جگہ کو کھودو۔

حسب الارشاد عمل کیا گیا۔ ابھی چند گز زمین ہی کھدی تھی کہ شیریں پانی کا ایک

چشمہ نمودار ہو گیا جو ایک چھوٹی نہر کی طرح اب بھی جاری ہے۔ یہ دیکھ کر سب لوگ آپ کے کشف و کرامات کے معترف ہو گئے۔ بہت سے مخالفین بھی آپ کے حلقہ بگوش ہو گئے۔ شنید ہے کہ وہ چشمہ ابھی تک جاری ہے اور اہلِ علاقہ کو سیراب کر رہا ہے۔

آپ کی زبان مبارک ایسی پرتاثیر تھی کہ جو حاجت مند آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنی حاجت روائی کی التماس کرتا، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کی حاجت اسی وقت پوری ہو جاتی۔

وصال:

آپ نے ۱۲۳۵ھ میں وصال فرمایا اور بعض روایات کے مطابق ۱۲۴۵ء میں وصال فرمایا۔ مزارِ پرانوار تیزئی علاقہ تیراہ میں مرجع خلائق ہے۔

عارفِ باکمال، محبوبِ لایزال، قطبِ زماں، خواجۂ خواجگاں

حضرت خواجہ نور محمد قدس سرہٗ العزیز، تیراہی

حضرت خواجہ نور محمد قدس سرہٗ الصمدانی سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ چوراہیہ کے وہ جلیل القدر اور عالی مرتبت بزرگ ہیں جنہوں نے شمالی پاک و ہند میں رشد و ہدایت کا چراغ روشن کیا اور سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کو فروغ دیا۔ آپ کی مساعی جمیلہ سے سلسلہ عالیہ کی خوب ترویج و اشاعت ہوئی۔

آپ کا نامِ نامی اسمِ گرامی نور محمد تھا۔ بابا جیو کے نام سے معروف تھے۔ قبلۂ عالم اور بابا صاحب جیسے القاب سے بھی موسوم تھے۔

۱۱۷۹ھ میں موضع تیزئی علاقہ تیراہ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ غوثِ زماں، قطبِ دوراں، خواجہ خواجگاں حضرت خواجہ محمد فیض اللہ کے فرزندِ کلاں اور خلیفہ مجاز تھے۔ آپ کو فیضِ باطنی اپنے والد ماجد سے عطا ہوا اور نسبتِ خصوصی سے نوازے گئے۔ آپ کا شجرہ نسب ۳۳ واسطوں سے خلیفۂ ثانی سیّدنا فاروق اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ وصال پاک سے قریباً ڈیڑھ سال قبل چورہ شریف ضلع اٹک میں سکونت اختیار کرلی اور یہیں ۱۲۸۶ھ میں وفات پائی۔ مزارِ پرانوار بھی اسی جگہ مرجع خلائق ہے۔

آپ مادر زاد ولی تھے۔ جب آپ کے والد گرامی حضرت خواجہ محمد فیض اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے مرشدِ کامل کی اجازت سے واپس آکر موضع تیزئی شریف میں قیام فرمایا تو آپ کی پہلی زوجہ محترمہ نے بارگاہِ خداوندی میں نذر مانی کہ اگر اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت خواجہ محمد فیض اللہ کو اولادِ نرینہ سے نوازے تو میں تا زندگی سو رکعت نفل روزانہ ادا کرتی رہوں گی۔ چھوٹی زوجہ محترمہ نے یہ وعدہ فرمایا کہ اگر مجھے اللہ نے فرزند عطا فرمایا تو میں اسے اپنی بڑی

زوجہ کی نذر کر دوں گی۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کی دعا قبول فرمائی اور چھوٹی حرمِ محترمہ کو اسی سال فرزندِ نرینہ سے نواز دیا جسے ولادت کے فوراً بعد ہی بڑی بیوی صاحبہ نے اٹھا کر دودھ پلانا شروع کر دیا۔ اللہ کے فضل و کرم سے انہیں اسی طرح دودھ اترنے لگا، گویا انہیں سے یہ فرزندار جمند تولد ہوا ہے۔

حضرت خواجہ محمد فیض اللہ نے نومولود کا نام نور محمد رکھا اور ارشاد فرمایا کہ ''یہ لڑکا اللہ کے فضل و کرم سے نہایت صاحبِ کمال اور حضرت امامِ ربانی مجدد الف ثانی کا وارث و متبع ہوگا۔ اس کے ذریعے سے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کو وہ فروغ حاصل ہوگا کہ کثیر تعداد میں خلق اللہ اس کے نور سے منور ہوگی اور آپ کے باطنی نور سے فیض یاب ہوگی۔''

حضرت خواجہ نور محمد نے ظاہری تعلیم گھر پر ہی اپنے والد گرامی سے حاصل کی۔ مگر حضرت خواجہ محمد عیسیٰ کی توجہ اور نظر کیمیا اثر کی بدولت آپ کو علمِ لدنی میں وافر حصہ حاصل ہوا تھا اور ایسا شرح صدر ہوا کہ آپ دقیق سے دقیق مسئلہ کو مستند اسناد کے ساتھ حل فرما دیتے تھے۔ جس طالب علم کو چاہتے قلیل عرصہ میں درجۂ کمال تک پہنچا دیتے۔ آپ اپنے مریدانِ خاص کی طرف اس قدر توجہ اور التفات رکھتے کہ باوجود ظاہری مفارقت اور دوری کے ہر وقت ان کے حال کے نگہبان اور مشکل وقت میں ان کی استعانت کو موجود ہوتے تھے۔

آپ کی ذاتِ بابرکات کی بدولت پاکستان، ہندوستان، افغانستان اور دیگر ممالک میں طریقت کا نور پھیلا اور کثیر تعداد میں خلقت آپ کے خلفاء سے مستفیض ہوئی۔ آپ کا فیض اکنافِ عالم میں اب تک جاری و ساری ہے۔ آپ کے آخر زمانہ قیام میں ایک مُلّا مسمی ولی خان آپ سے حسد کرنے لگا اور جگہ جگہ آپ کے خلاف بدگمانیاں پھیلانے لگا۔ جاہل لوگوں کا ایک گروہ ایسی بیہودہ خرافات سن کر مشتعل ہو گیا اور آپ کے عقیدت مندوں کو جو پاکستان و ہندوستان کے اکناف سے آپ کی زیارت اور حصول فیض کی خاطر

آیا کرتے تھے، لوٹنا شروع کر دیا۔ چند سال تک آپ نے اس تکلیف کو برداشت کیا، لیکن کب تک؟ آخر کار آپ دل آزردہ ہو کر تیزئی سے موضع ڈراوڑ میں تشریف لے آئے جہاں چند سال قیام کرنے کے بعد آپ چورہ شریف ضلع اٹک میں قیام پذیر ہو گئے۔ روایت ہے کہ چورہ شریف میں تشریف لانے سے گیارہ سال قبل، جبکہ آپ ابھی موضع تیزئی ہی میں قیام پذیر تھے، ایک روز آپ کا ایک مخلص خاص فقیر میاں محمد سکنہ چورہ شریف اپنے احباب کو جمع کر کے کہنے لگا کہ آج رات مجھے جناب بابا نور محمد صاحب اور مشائخ نقشبندیہ اس نالہ (کسّی) پر جمع ہوتے نظر آئے۔ اور مجھے حکم دیا کہ اس جگہ مسجد بنائی جائے اور حضور نے آبادی کے لیے بھی کسی قدر جگہ تجویز فرمائی اور اپنے روضہ مبارک اور اپنی اولاد امجاد کے مزارات کی جگہ الگ الگ دکھائی ہے۔ آؤ ہم سب دوست وہاں جا کر نشان بنا دیں۔ چنانچہ آپ گیارہ سال کے بعد چورہ شریف میں فروکش ہوئے۔

حضور بابا جی نور محمد رحمتہ اللہ علیہ کی سیرت طیبہ میں نہایت درجہ اتباع سنت خیر الانام ﷺ اور اجتناب از بدعات و نامشروعات تھی۔

آپ ہر قسم کی حقہ و تمبا کو نوشی کو معیوب سمجھتے تھے۔ کسی حقہ نوش کو ختمِ خواجگاں میں شرکت کی اجازت نہ دیتے تھے اور اپنے یارانِ طریقت کو اس لعنت سے اجتناب کی از حد تاکید فرمایا کرتے تھے۔

آپ نہایت سادہ طبیعت، فقر و فروتنی کو عزیز رکھتے تھے۔ قریباً ۸۰ سال تیزئی میں سکونت پذیر رہے۔ لیکن اس تمام عرصہ میں اپنے یا اپنے اہل و عیال کی سکونت کے لیے اینٹ گارے یا پتھر کا مکان نہیں بنایا۔ سرد ترین علاقہ ہونے کے باوجود آپ نے صرف جھاڑیوں کی باڑیں کھڑی کر کے گھاس پھوس سے جھونپڑی نما رہائش بنا رکھی تھی۔ باہر ایسی ہی ایک مہمانوں اور یارانِ طریقت کے لئے قیام گاہ بنا رکھی تھی۔ تاہم یارانِ طریقت کے

بہت زیادہ اصرار سے اپنے آخری ایام میں مہمانوں کے سردی سے بچاؤ کے لیے پتھروں کی دیواروں کا ایک مکان بنوادیا تھا جسکی چھت اسی نمونہ کی تھی۔

آپ کی سادگی کا یہ حال تھا کہ کھانے پہننے میں بالکل تکلف نہ فرماتے۔ جو کھانا میسر آتا کھا لیتے اور جس قسم کا پہننے کو ملتا پہن لیتے۔ آپ کے ہاں سارے برتن مٹی کے ہوتے۔ بڑے بڑے پیالوں اور برتنوں میں کئی آدمی مل کر کھاتے۔ تاہم مہمانوں کی مہمان نوازی میں خاص اہتمام فرماتے۔ اکثر دفعہ خود مہمانوں کے ہمراہ بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے۔ باوجود بڑھاپے کے سردیوں میں وضو یا غسل کے لیے کبھی گرم پانی استعمال نہ فرماتے۔ کسی ندی یا نالے کے یخ بستہ پانی سے وضو کر لیتے۔ وضو کے لیے جاری پانی کو پسند فرماتے۔

معمولات

آپ نہایت کثیر العبادت تھے۔ آخر شب میں تیسرا حصہ رات رہتے بیدار ہوتے، حوائج ضروریہ سے فارغ ہو کر وضو کرتے اور تہجد کی نماز ادا فرماتے۔ اکثر بارہ رکعت تہجد ادا کیا کرتے تھے۔ پھر استغفار کی ۱۰ تسبیح پڑھ کر مراقبہ فرماتے۔ مراقبہ سے فارغ ہو کر نفی اثبات کا ذکر کیا کرتے۔ صبح کی سنت ادا کرنے کے بعد فرض سے پہلے دائیں پہلو پر قدرے استراحت فرماتے۔

صبح کی نماز کے بعد مراقبہ فرماتے اور اشراق کا وقت ہونے پر چار رکعت نماز نفل ادا فرماتے۔ پھر دوستوں کی مجلس میں بیٹھتے۔ جو بغرضِ ملاقات یا شرفِ بیعت کی نیت سے آتا، اس سے ملاقات کرتے اور بیعت ہونے والوں کو تلقین فرماتے۔ چاشت کے بعد کھانے کا وقت ہوتا اور احباب کے ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے۔ کھاتے وقت، کھانے

کے جملہ آداب وشرائط ہمیشہ ملحوظِ خاطر رہتے۔ بعد ازاں قدرے قیلولہ فرماتے اور زوال کے بعد وضو کر کے نفی اثبات کا ذکر کرتے۔ نمازِ ظہر کے بعد یارانِ طریقت کو توجہ فرماتے۔ پھر سورہ نوح کی تلاوت فرماتے۔ نمازِ عصر سے قبل چار رکعت سنت ضرور ادا کرتے۔ نمازِ عصر کے بعد دوستوں کے ہمراہ ہی کھانا کھاتے۔ نمازِ مغرب کے بعد چھ رکعت نفل اوابین پڑھتے پھر سورہ واقعہ کی تلاوت فرماتے۔ نمازِ عشاء کے بعد سورہ ملک اور دیگر سورتیں پڑھ کر استراحت فرمانے کے لیے بستر پر تشریف لے جاتے۔

کتاب ''مقاصد السالکین'' اکثر مطالعہ میں رہتی۔ سنت کی پابندی اور اتباعِ رسول ﷺ میں از حد درجہ کوشش فرماتے۔ طالب علموں اور مہمانوں کے ساتھ نہایت خندہ پیشانی، شفقت اور مہربانی سے پیش آتے۔ سادات اور علما کرام کی بہت قدر کرتے اور ان کی تعظیم وتکریم کا خاص خیال رکھتے۔ کامل نسبتِ مجددی سے فائز المرام اور ہر چہار سلسلوں میں صاحبِ اجازت تھے، مگر طریقۂ نقشبندی مجددی زیادہ محبوب تھا اور تمام زندگی اسی کی ترویج وترقی میں کوشاں رہے۔

وصال

آپ نے ۱۲ شعبان المعظم ۱۲۸۶ھ بروز جمعرات بوقتِ عصر وصال فرمایا۔ مزارِ پرانوار چورہ شریف ضلع اٹک میں مرجع خلائق ہے۔

غوثِ زماں، قطبِ دوراں، خواجۂ خواجگاں
حضرت باواجی فقیر محمد چوراہی قدس سرہٗ

نام ونسب

غوثِ زماں، قطب دوراں ، امام العارفین، خواجۂ خواجگاں حضرت باواجی چوراہی کا اسمِ گرامی خواجہ فقیر محمد اور لقب حاجی گل تھا، مگر عوام الناس اور وابستگان سلسلہ آپ کو عقیدت و احترام سے باواجی صاحب کے نام سے پکارتے اور یاد کرتے ہیں۔ آپ خواجۂ خواجگاں حضرت خواجہ نور محمد المعروف باباجیو صاحب کے دوسرے فرزند ارجمند تھے۔ آپ فاروقی النسب ہیں۔ آپ کا سلسلۂ نسب کئی واسطوں سے امام ربانی حضرت شیخ احمد سرہندی قیومِ اول مجدد الف ثانی قدس سرہٗ سے جا ملتا ہے اور پھر خلیفۂ راشد ثانی فاروقِ اعظم سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک جا پہنچتا ہے۔

ولادتِ باسعادت

خواجہ خواجگاں حضرت باواجی فقیر محمد چوراہی قدس سرہٗ العزیز کی ولادت باسعادت ۱۲۱۳ھ کو موضع تیرزئی شریف علاقہ تیراہ میں ہوئی۔ آپ کی ولادت کے وقت آپ کے نامور دادا حضرت خواجہ محمد فیض اللہ قدس سرہٗ النورانی بقیدِ حیات تھے۔ جس روز آپ اس دنیائے دون میں تشریف لائے، آپ اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ نہ پیتے تھے۔ اہلِ خاندان متردد ہوئے مگر جب اس کی اطلاع آپ کے جدامجد حضرت خواجہ محمد فیض اللہ رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچی تو آپ نے برجستہ فرمایا:

"یہ تو ابھی سے اپنا حصہ طلب کرتا ہے"

پھر نومولود کو بڑی شفقت و محبت سے اپنی گود مبارک میں لیا اور اپنی زبان مبارک آپ کے منہ میں ڈال دی جسے آپ تادیر چوستے رہے۔ اس وقت حضرت خواجہ محمد فیض اللہ قدس سرہٗ النورانی نے یہ بھی ارشار فرمایا کہ "یہ بچہ بڑا نیک بخت ہے۔ اس کے وجود مسعود سے کثیر خلقِ خدا فیض یاب ہوگی" معلوم ہوا کہ آپ مادرزاد ولی تھے۔ آپ کا چہرہ انور روز اول سے ہی انوارِ الٰہی سے مثل ماہتاب درخشاں تھا۔

تعلیم و تربیت

غوثِ جلی، قطب الاقطاب حضرت باوا جی فقیر محمد قدس سرہٗ الصمدانی فاروقی نقشبندی مجددی کے والد ماجد شیخ المشائخ حضرت خواجہ نور محمد قدس سرہٗ العزیز روحانیت میں درجہ کمال کو پہنچے ہوئے تھے اور علومِ ظاہری میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ علوم القرآن، تفسیر، حدیث اور فقہ میں انہیں مکمل دسترس حاصل تھی۔ علومِ باطنی میں کوئی ان کا ثانی نہیں تھا۔ آپ کی ولایت کا شہرہ شمالی علاقہ جات کے علاوہ پاک و ہند میں دور دراز تک تھا۔ جب حضرت باوا جی فقیر محمد رحمۃ اللہ پڑھنے لکھنے کے قابل ہوئے تو آپ کے والد ماجد شیخ المشائخ حضرت خواجہ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ نے خود ہی حضرت باوا جی فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کو قرآن حکیم کی تعلیم دینے کا بیڑہ اٹھا لیا۔ حضرت خواجہ فقیر محمد رحمۃ اللہ کا حافظہ بہت تیز تھا، لہٰذا کم عمری میں ہی قرآن حکیم کے علوم و معارف سے آگاہی حاصل کر لی۔ قرآن مجید کی تعلیم سے فراغت حاصل کر کے عربی، فارسی اور اردو کی کتب کا مطالعہ کیا۔ ازاں بعد تفسیر، حدیث اور فقہ کی کتابیں پڑھیں۔ دوران تعلیم ہی آپ کو کتبِ تصوف کے مطالعہ کا شوق پیدا ہو گیا۔ فارغ اوقات میں بزرگان دین کی کتب زیرِ مطالعہ رہنے لگیں۔ فقہی مسائل میں اس حد تک

عبور حاصل تھا کہ اگر کوئی شرعی مسئلہ دریافت کرتا تو آپ آئمہ اربعہ کے مسلک کے مطابق مسئلہ حل کردیتے مگر امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کی پابندی کو لازم قرار دیتے۔

بیعت وخلافت

حضرت خواجہ باوا جی فقیر محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کو بیعت کے لیے شیخ کامل کی تلاش میں دور دراز کے سفر کی ضرورت پیش نہ آئی۔ آپ کے سارے سلسلۂ نسب میں اولیائے کرام کی ایک طویل قطار ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ آپ کے والد گرامی حضرت خواجہ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے اولوالعزم ولی شمار ہوتے تھے۔ حضرت باوا جی قدس سرہٗ نے تصوف کے اسرار و رموز اپنے والد گرامی سے ہی حاصل کیے اور آپ سلسہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں اپنے والد ماجد کے دستِ حق پرست پر ہی بیعت ہوئے۔ منازل سلوک دورانِ تعلیم ہی طے کرلی تھیں۔ باقاعدہ بیعت ہونے کے قلیل عرصہ بعد ہی آپ طریقت وحقیقت کے اس مرتبہ پر فائز ہوگئے جہاں پہنچنے کے لیے مدتوں ریاضت ومجاہدہ کی گھاٹیوں میں سے گزرنا پڑتا ہے۔

حضرت خواجہ نور محمد علیہ الرحمہ نے اپنے لختِ جگر کی تربیت میں کسی قسم کا دقیقہ فرو گزاشت نہیں کیا تا آنکہ آپ کو کامل ومکمل رہبر کی حیثیت حاصل ہوگئی۔ آپ نے صرف دس سال کے قلیل عرصہ میں طریقت وحقیقت کے اسرار و رموز سے آشنائی حاصل کرلی تھی۔ لہٰذا جذبہ وسلوک کی تکمیل کے بعد آپ کو خرقۂ خلافت سے نوازا گیا اور سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی ترویج وترقی اور اشاعت کا فریضہ سونپا گیا۔ حضرت باوا جی فقیر محمد چوراہی کو بالترتیب چہار سلاسل طریقت اور چودہ خانوادوں میں بیعت کی اجازت تھی، مگر آپ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کی امتیازی خصوصیات کی بنا پر صرف اسی طریقہ کی ترویج وترقی اور

اشاعت میں کوشاں رہے۔

رشد و ہدایت

مسندِ خلافت پر متمکن ہونے کے بعد حضرت باواجی علیہ الرحمہ نے اپنی قیام گاہ پر رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کیا۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "اپنا باطن درست کرو، کیونکہ مرنے کے بعد باطنی اعمال ہی نجات کا باعث ہوں گے۔" بایں ہمہ آپ لوگوں کو حُبِّ رسول ﷺ اور قرآن و سنت کی متابعت کا درس دیتے تھے۔ اپنے مریدین کی تربیت پر خصوصی توجہ دیتے اور گاہے بگاہے دور دراز علاقوں کا تبلیغی دورہ بھی فرماتے۔ تبلیغی سفر کے دوران مساجد میں قیام فرماتے یا آبادی سے دور کھلے میدان میں شب بسری کرتے۔ بڑے بڑے علما و فضلاء آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے اور آپ کی صحبت اور نگاہِ کیمیا اثر سے علم و عرفان کے آفتاب بن کر چمکے اور فیضانِ نقشبندیہ مجددیہ کو چار دانگ عالم میں پھیلایا۔

آپ بلاشبہ اپنے وقت کے قطب الاقطاب تھے اور ظاہری و باطنی فیوض میں دست گاہِ کامل رکھتے تھے۔ آپ کی نظر کیمیا اثر تھی۔ اکثر طالبوں کو ایک ہی توجہ میں صاحبِ ارشاد و اجازت بنادیا کرتے تھے۔ آپ سپہرِ ولایت کے وہ آفتاب درخشاں تھے جس کی تابانیاں وہم و تخیل سے بلند تر اور شرح و بیان سے بالا ہیں۔ دور و نزدیک سے ہزارہا تشنہ لب آ کر اس چشمہ فیض سے سیراب ہوئے۔ برصغیر کے گوشہ گوشہ میں آپ کے دامن گرفتہ اور پروردہ نگاہ موجود ہیں"۔

عادات پسندیدہ و اخلاق حمیدہ

حضرت خواجہ باواجی فقیر محمد چوراہی قدس سرہ النورانی فاروقی و صدیقی انوار و

برکات کا مرقع تھے۔ طبیعت میں فاروقی جلالیت اور صدیقی جمالیات کا امتیاز پایا جاتا تھا۔ ہر وقت خوش وخرم رہتے۔ چہرہ انور پر رعب تھا مگر سالہا سال تک کسی پر غصہ کا اظہار نہ فرماتے۔ تحمل وبردباری، صبر واستقلال، توکل علی اللہ اور تسلیم ورضا کا پیکر تھے۔ کسی سنگی کے خلاف شکایت سننا گوارا نہ تھا۔ درویشوں کی لغزشوں اور خطاؤں پر گرفت نہ کرتے بلکہ عفو و درگزر سے کام لیتے تھے۔ جلالی طبیعت کے باعث آپ کی شخصیت پر وقار اور بارعب تھی۔ بڑے بڑے علماء وفضلاء کو آپ کی محفل میں لب کشائی کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ امراء سے ربط کو زیادہ پسند نہ فرماتے بلکہ مساکین وغرباء سے نہایت محبت والفت سے پیش آتے تھے۔ امراء سے ان کی مالی حیثیت سے متاثر نہ ہوتے بلکہ ان سے ربط کی غرض وغایت میں محض ان کی اصلاح مقصود ہوتی تھی۔ خاموشی آپ کی عادت ثانیہ تھی کیونکہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں خاموشی کو بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ احباب ومتوسلین کو بھی خاموشی اختیار کرنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے خصوصاً نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب تک اور عصر کے بعد غروب آفتاب تک خاموشی اختیار کرنا آپ کا معمول تھا۔

ہر ایک کو اس کی باطنی استعداد اور دلی اخلاص کے مطابق تربیت فرماتے تھے۔ آپ کی صحبت میں بیٹھنے والا بدبخت نہ رہتا تھا۔ آپ کی طبیعت میں ریا وتصنع اور تکلف نام کو نہ تھا۔ عُجب وغرور، فخر وخود پسندی آپ کے نزدیک نہ آئی تھی۔ مسکنت وتمکنت اور وقار آپ کی طبیعت کا خاصہ تھے۔ صدیقی انوار وتجلیات آپ کے چہرہ انور سے ہویدا تھے۔ تعویذ نویسی میں زیادہ دلچسپی نہیں لیتے تھے۔ اکثر دعا ہی سے لوگوں کے مقدر سنوار دیا کرتے تھے۔ آپ بے حد خوش خلق اور شیریں لب ولہجہ کے مالک تھے۔ مساکین وغرباء اور عامۃ المسلمین سے آپ ہمیشہ محبت وشفقت سے پیش آتے۔ اپنی امراض کو حتی الوسع پوشیدہ ہی رکھتے۔

خوراک ولباس

آپ صاف ستھرے لباس اور پاکیزہ خوراک کو پسند فرماتے تھے۔آپ ہمیشہ سادہ اور نیلگوں لباس زیب تن فرماتے۔کبھی کبھی سیاہ رنگ کی چادر اور عمامہ بھی اوڑھ لیتے تھے۔شرعی سفید پاجامہ، سر پر کلاہ اور اس پر خط دار لنگی یا سبز دستار پہنتے تھے۔بدن پر کبھی نیلگوں لنگی یا چادر اوڑھتے تھے۔پوٹھوہاری پاپوش زیب پا کرتے اور ہاتھ میں ہمیشہ عصا رکھا کرتے تھے۔آپ کی طبیعت ریا و تصنع اور بے جا تکلفات سے بیزار رہتی تھی۔آپ کو خمیری روٹی اور کھچڑی زیادہ مرغوب تھی۔مرغن اور لذیذ کھانے آپ کو سخت ناپسند تھے۔کسی خاص چیز کے عادی نہ تھے بلکہ جو کچھ میسر آجاتا برضا و رغبت تناول فرما لیتے۔دراصل آپ کی اصل غذا تو "ذکر و فکر" تھی۔

اتباع سنت

حضرت خواجہ باواجی فقیر محمد چوراہی قدس سرہ النورانی اتباع سنت میں اپنی مثال آپ تھے۔تمام امور دینی و دنیوی سنت نبوی صلی اللہ علیہ التحیۃ والثناء کے مطابق سرانجام دیتے۔آپ کا چلنا، پھرنا، اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، اوڑھنا بچھونا، طریق گفتگو غرضیکہ ہر کام میں نبی کریم ﷺ کی کامل اتباع ملحوظِ خاطر رہتی۔آپ نہ صرف خود شریعت مطہرہ کے مطابق زندگی بسر کرتے تھے، بلکہ اپنے مریدین اور ارادت مندوں کو بھی متابعت سنت کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔خلاف شرع امور کو قطعی طور پر ناپسند فرماتے تھے۔

شبانہ روز معمولات

قطب العصر ہادی زماں، غواص بحر عرفاں خواجہ، خواجگاں حضرت باواجی فقیر

محمد قدس سرہ نصف شب کے بعد بیدار ہوتے، غسل فرماتے، پانی کی قلت کی صورت میں وضو پر ہی اکتفا فرمالیتے اور بالالتزام نمازِ تہجد سے اپنے دن کا آغاز فرماتے۔ تہجد کے نوافل کی ادائیگی کے بعد کبھی مراقبہ فرماتے کبھی تسبیح و تحمید اور کبھی تہلیل لسانی میں مشغولیت اختیار فرماتے اور کبھی ذکر و فکر خصوصاً ذکر نفی اثبات میں حضور قلب سے مشغول ہو جاتے۔ کبھی کبھی جب فرصت ہوتی تو سنت خیر الانام کی اتباع میں فجر کی سنت سے قبل دائیں پہلو پر استراحت بھی فرمالیتے۔ فجر کی سنت اور فرائض کے مابین بالالتزام سورہ فاتحہ ۴۱ دفعہ پڑھتے بعد ازاں سبحان اللّٰہ و بحمدہٖ، سبحان اللّٰہ العظیم و بحمدہٖ استغفر اللّٰہ کی تسبیح کرتے۔ فجر کے فرائض باجماعت ادا فرمانے کے بعد طلوع آفتاب تک مراقبہ کرنا آپ کا معمول تھا۔ طلوع آفتاب کے بعد جب سورج ایک نیزہ تک اوپر آجاتا تو کبھی دو، کبھی چار رکعت نوافل اشراق کے ادا کرتے اور دو نفل برائے استخارہ بھی ادا فرماتے تھے۔ ازاں بعد تلاوت قرآن مجید میں مشغول ہو جاتے۔ دو سے اڑھائی سیپارے تلاوت کرنا آپ کی عادت مبارک تھی۔ تلاوت کے بعد جب آفتاب خوب گرم ہوجاتا تو چاشت کے نوافل ادا کرتے۔ بعد ازاں ناشتہ تناول فرماتے جو انتہائی سادہ اور قلیل ہوتا۔ زائرین اور مریدین کی فریادرسی فرماتے اور دور دراز سے آنے والوں کو رخصت فرماتے۔ ان امور سے فراغت حاصل کر کے سنت کی متابعت میں قدرے کھانا تناول فرما کر قیلولہ فرماتے۔

ظہر کی اذان کے ساتھ ہی بیدار ہو جاتے۔ طہارت و وضو فرما کر مسجد میں تشریف لے آتے۔ نماز ظہر کے بعد بھی کلام مجید کی تلاوت کرنا آپ کا معمول تھا۔ تلاوت کے بعد حاجتمندوں کی طرف متوجہ ہوتے۔ کسی کو پانی دم کر کے دیتے، کسی کو تعویذ اور کسی کے حق میں صرف دعا فرماتے تھے۔

آپ کا یہ معمول بھی تھا کہ صبح کی سنت اور فرائض کے مابین پانی یا چینی وغیرہ حسب موقع دم کر کے دیتے جس سے جسمانی اور روحانی امراض میں مبتلا مریض شفاءِ کاملہ و عاجلہ سے ہمکنار ہوتے۔

نماز عصر وقت مقررہ پر ادا فرماتے۔ عصر کی چار سنت کبھی ترک نہ فرماتے۔ نماز عصر کے بعد قیوم دوم عروۃ الوثقیٰ خواجہ خواجگاں حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ السامی کا ختم شریف[1] پڑھتے اور خواص کو بھی اس کے پڑھنے کی ترغیب دیتے اور اجازت فرماتے۔

مغرب کی نماز با جماعت ادا فرما کر نماز اوابین ادا کرنا بھی آپ کا عام معمول تھا۔ نماز مغرب ادا کرنے کے بعد زائرین و مریدین اور درویشوں کے طعام کا انتظام کرتے اور خود بھی قلیل سا طعام نوش فرماتے۔ عشاء کی نماز اول وقت میں ادا فرماتے اور سونے سے قبل مراقبہ کرنا آپ کا معمول تھا۔

دورانِ سفر ہمیشہ مسجد میں قیام فرماتے۔ آپ اکثر ارشاد فرمایا کرتے کہ "میں اللہ کا مہمان ہوں لہٰذا اللہ کے گھر میں ہی قیام کروں گا"۔ مختصراً یہ کہ آپ کا طعام نہایت قلیل ہوتا مگر اصل غذا کثیر ذکرِ حق ہوتی۔ ذکر و فکر اور مراقبہ و محاسبہ سے فارغ ہو کر اپنے بستر پر استراحت فرمانے کے لیے تشریف لے جاتے۔

امامِ ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ سے والہانہ عقیدت

نقشبندیت اور مجددیت کے اسرار و رموز آپ کے چہرۂ انور سے عیاں تھے۔ خلوت در انجمن، بازگشت، یادداشت اور وقوفِ قلبی پر عمل آپ کے دستور العمل کا حصہ تھا۔ دائمی حضور و آگاہی آپ کی عادت ثانیہ تھی۔ خاموشی کے وقت آپ کے چہرۂ انور سے

---

[1] ختم شریف خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ کی ترکیب: سو مرتبہ درود شریف، ۷ مرتبہ الحمد شریف، پانچ سو مرتبہ آیہ کریمہ؛ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ آخر میں سو دفعہ درود شریف

نورانیت ٹپکتی تھی۔ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے جلیل القدر بزرگ امام ربانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی المعروف مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے آپ کو والہانہ عقیدت و محبت تھی۔ یہی وجہ تھی کہ ہر سال ایک قافلے کی صورت میں امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی کے سالانہ عرس مبارک میں شرکت فرمانا آپ کا دستور تھا۔ اس قافلے میں آپ کے منظورِ نظر خلفاء اور مریدین شامل ہوتے تھے۔ سرہند شریف پہنچ کر آپ اپنا بیشتر وقت حضرت خواجہ مجدد الف ثانی قدس سرہٗ الصمدانی کے مرقد انور کے سامنے قدموں کی جانب گزارتے۔ امام ربانی قیوم اول حضرت خواجہ مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی بارگاہ کے خادموں کی حسب توفیق زیادہ سے زیادہ خدمت کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔

صاحبزادگان

حضرت باواجی فقیر محمد قدس سرہ کے ہاں پانچ صاحبزادے تولد ہوئے۔ ان میں سے ایک تو جوانی میں ہی راہی ملک عدم ہو گئے۔ البتہ دیگر چار صاحبزادے صاحبِ کمال ہوئے ہیں جن کا فیض برصغیر پاک و ہند کے علاوہ کشمیر خصوصاً آزاد کشمیر میں جاری وساری ہے۔

(۱) آپ کے سب سے بڑے صاحبزادے کا اسم مبارک گل نبی رحمتہ اللہ علیہ تھا۔ آپ خواجہ فقیر محمد چوراہی کے فرزندِ اکبر تھے۔ آپ کا وصال ۱۸۹۰ء میں ہوا۔ اس وقت حضرت باواجی رحمتہ اللہ علیہ بقیدِ حیات تھے۔

(۲) دوسرے صاحبزادے کا نام محمد نبی رحمتہ اللہ علیہ تھا جن کا وصال جوانی میں ہی ہو گیا تھا۔

(۳) تیسرے صاحبزادے کا نام احمد نبی رحمتہ اللہ علیہ تھا آپ کی ولادت ۱۸۶۲ء میں

تیزئی شریف میں ہوئی اور ۱۹۲۴ء میں وصال فرمایا

(۴) اور چوتھے صاحبزادے کا نام مبارک سید محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ تھا آپ کی ولادت ۱۸۷۲ء میں تیراہ میں ہوئی اور یکم جنوری ۱۹۳۹ء کو وصال فرمایا۔

(۵) پانچویں صاحبزادے کا نام قادر بخش رحمۃ اللہ علیہ تھا آپ کی ولادت ۱۸۶۳ء کو تیزئی شریف میں ہوئی۔ آپ نے ۱۹۵۲ء میں وصال فرمایا۔

آپ کے یہ چاروں صاحبزادگان صاحب اولاد ہیں۔ ان سب کی اولاد اپنی اپنی استعداد کے مطابق اپنے اسلاف کا فیض تقسیم کرنے میں مصروف عمل ہے۔ جس طرح آپ کی ذات مبارک مظہر فیوض تھی اسی طرح آپ کی اولاد پاک بھی عام وخاص کے لئے چشمۂ فیض ہے۔

خلفاء عظام

حضرت قطب العصر باواجی فقیر محمد قدس سرہ العزیز کے فیض یافتہ خلفاءِ کرام بھی اپنے وقت کے کامل و مکمل ولی اللہ ہوئے ہیں۔ آپ کے ان عظیم المرتبت خلفائے مجاز نے بھی اپنی اپنی استعداد کے مطابق سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی ترویج واشاعت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ ان عظیم ہستیوں نے حضرت باواجی رحمۃ اللہ علیہ کے اس مشن کو جاری رکھا جس کی اشاعت آپ زندگی بھر کرتے رہے۔ ان میں سے بعض نے تو دنیا بھر میں شہرۂ عام حاصل کیا اور نقشبندی فیض کو جھولیاں بھر بھر کر لٹایا۔ ان میں سے امیر ملت حضرت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوری اور شہنشاہِ ولایت حضرت قبلہ عالم پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی قدس سرہ، علی پور سیداں شریف ضلع نارووال نے عرب وعجم میں اپنے روحانی فیض کے چشمے جاری کیے۔ دیگر خلفاء عظام میں حضرت خلیفہ خواجہ محمد خان

عالم خاں رحمۃ اللہ علیہ باؤلی شریف، حضرت خواجہ غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ باؤلی شریف ،حضرت مولوی غلام محمد بگوی ثم لاہوری، حضرت خواجہ حافظ عبد الکریم عید گاہ راولپنڈی، حضرت مولوی محمد حسن گجرات، حضرت مولوی غلام نبی قریشی چک قریشی، حضرت مولوی غلام یوسف اور حضرت راجہ شیر باز خاں رحمۃ اللہ علیہم اجمعین موضع بڑکی ضلع گوجر خان قابلِ ذکر ہیں۔ علاوہ ازیں مولوی مست علی مرحوم متراں والی، سیّد غلام قادر کوٹلی سیداں، حافظ فتح دین رنگپورہ سیالکوٹ، صاحبزادہ نواب الدین ساکن بشندر اور حافظ جوڑی والا مرحوم و مغفور رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا بھی آپ کے خلفا میں شمار ہوتا ہے۔

وصال

حضرت باوا جی فقیر محمد قدس سرہٗ العزیز نے سو سال سے اوپر عمر پائی۔ چند روز صاحبِ فراش رہ کر ۲۹ محرم الحرام بمطابق یکم جولائی ۱۸۹۷ء بروز جمعرات ظہر و عصر کے مابین دارِ فانی کو خیر باد کہا اور عالم جاودانی کی راہ لی۔ آپ کا مزار پُر انوار چورہ شریف ضلع اٹک میں مرجع انام ہے۔ آپ کا عرس مبارک ہر سال ماہ مارچ اپریل میں ہوتا ہے جس میں ہزاروں کی تعداد میں مریدین و معتقدین اور متوسلین دربارِ گوہر بار پر حاضر ہو کر آپ کے روحانی فیوض و برکات سے اپنے دامن بھر کر لے جاتے ہیں۔

کرامات وتصرفات

حضرت خواجہ باوا جی فقیر محمد قدس سرہٗ سے کثیر کشف و کرامات اور تصرفات کا ظہور ہوا۔ آپ کے خرق عادت اور مکشوفات و تصرفات اتنے زیادہ ہیں کہ یہ مختصر مضمون ان سب کو احاطۂ تحریر میں لانے کا متحمل نہیں ہو سکتا تاہم حصولِ برکت کے لئے چند کرامات بطور نمونہ مشتے از خروارے ہدیۂ ناظرین ہیں۔

امتحان میں کامیابی اور اعلیٰ عہدہ پر تعیناتی

ایک مرتبہ حضرت باواجی قدس سرہ العزیز امرتسر میں مسجد خیر دین میں تشریف فرما تھے کہ ایک عورت حاضر خدمت ہوئی اور زار و قطار روتے ہوئے اس طرح عرض گزار ہوئی کہ حضور میں بیوہ عورت ہوں ۔ میں نے اپنی جمع پونجی اور گھر کا سارا ساز و سامان فروخت کر کے اپنے بیٹے کی تعلیم پر خرچ کر دیا ہے۔ میرے بیٹے نے بی۔اے کا امتحان دیا تھا۔ بدقسمتی سے وہ فیل ہو گیا ہے۔ اب میرے پاس اس کی تعلیم کے لئے کچھ نہیں بچا کہ میں اپنے بیٹے کو مزید تعلیم دلوا سکوں ۔ یہ کہہ کر وہ پھر زار و قطار رونے لگی۔ باواجی حضور کا دل پسیج گیا۔ چند ثانیے توقف کر کے ارشاد فرمایا۔ فکر کیوں کرتی ہو، وہ تو پاس ہے۔ اس عورت نے جواب دیا کہ حضور اس کا نتیجہ تو گھر آ چکا ہے۔ آپ نے پھر فرمایا کہ مائی! وہ غلط اطلاع ہے۔ صحیح نتیجہ اب آئے گا۔

جب وہ گھر واپس آئی تو بیٹے کے پاس ہونے کی اطلاع گھر پہنچ چکی تھی۔ اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی، جب اس کو یہ اطلاع ملی کہ اس کا بیٹا پاس ہے۔ اب وہ عورت خوشی سے پھولے نہ سماتی تھی اور سب کو بتاتی پھرتی تھی کہ میرا بیٹا محض حضرت باواجی فقیر محمد رحمتہ اللہ علیہ کے خصوصی تصرف سے پاس ہوا ہے۔ بعد ازاں وہ لڑکا آپ کی بارگاہِ بے کس پناہ میں حاضر ہو کر حلقۂ ارادت میں شامل ہوا۔ ایک عرصہ تک وہ راولپنڈی میں سینئر جج کے اعلیٰ عہدہ پر فائز ہوا اور آخر میں سیشن جج کے عہدہ سے سبکدوش ہوا۔

سینکڑوں انسان جانکاہ حادثہ سے محفوظ رہے

ایک دفعہ آپ موضع بن، علاقہ گھیبی کی ایک مسجد میں تشریف فرما تھے۔ اطراف و اکناف کے لوگوں کی ایک کثیر تعداد بغرض زیارت و فیض یابی آپ کی بارگاہِ اقدس میں

حاضر تھی۔ بڑی پر لطف مجلس ذکر وفکر انعقاد پذیر تھی۔ اچانک آپ اپنی نشست سے اٹھ کھڑے ہوئے اور سب لوگوں کو فوراً مسجد خالی کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ حسب الارشاد لوگ سراسیمگی کی حالت میں مسجد سے باہر نکل گئے۔ جب تک تمام لوگ اور سامان باہر نہ نکلا آپ بدستور پرسکون مسجد کے اندر ٹھہرے رہے۔ جب مسجد بالکل خالی ہوگئی تو آپ بھی باہر تشریف لے آئے۔ آپ نے اپنا قدم مبارک باہر رکھا ہی تھا کہ مسجد کی چھت فوراً زمین بوس ہوگئی۔ اس طرح سینکڑوں لوگ لقمہ اجل بننے سے بچ گئے۔

جذامی شفایاب ہوگیا

ایک دفعہ حضور باواجی قدس سرہ العزیز مسجد کلاں میں قیام پذیر تھے۔ ایک جذامی آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ چونکہ مسجد میں ہی اپنا وقت بسر کرتے تھے۔ جذامی کو اپنی مرض کے بارے میں عرض کرنے کا وقت نہیں ملتا تھا۔ وہ مسجد کے باہر تین یوم تک قیام پذیر رہا۔ آخر تھک ہار کر تیسرے روز اس جذامی نے حضرت خواجہ باواجی قدس سرہٗ العزیز کی خدمت عالیہ میں حاضر ہونے کی جرأت کر ہی لی۔ اس نے حاضر ہو کر نہایت بے قراری کے عالم میں مندرجہ ذیل شعر تین مرتبہ پڑھا اور رخصت طلب کی

ماست فقیریم دریں گوشۂ دنیا
خلق است ہمہ دشمن ما یار نداریم

اس نے یہ شعر اس درد و سوز سے پڑھا کہ حضور باواجی فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کا دریائے شفقت وترحم جوش میں آ گیا۔ وہ ابھی صحن مسجد کے باہر ہی کھڑا تھا کہ پیکر مہر ووفا، مجسمۂ الفت ورحمت حضور باواجی قدس سرہ السامی نے اپنی زبان کیمیا اثر سے اس کے حق میں صرف اتنے الفاظ فرمائے اور رخصت کردیا۔

"اللہ کریم صحت بخشے"۔

تھوڑے ہی عرصہ بعد وہی جذامی عمدہ عمدہ تحائف کے ساتھ اپنے بھائی کے ہمراہ بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا۔ اور نہایت پر مسرت انداز میں آپ کی خدمت میں عرض پرداز ہوا۔ حضور! میں وہی جذامی ہوں، جو آپ کی نظر شفقت اور نگاہِ کرم سے بالکل صحت یاب ہو گیا ہے۔ یہ میرا بھائی ہے جو بڑے شوق وذوق اور ایقان کے ساتھ آپ کے در اقدس پر آیا ہے اور بصد عجز و نیاز کہتا ہے کہ "جس آستانہ عالی وقار پر جذامی صحت یاب ہوتے ہیں وہاں دلوں کی کدورتیں اور بغض و عناد کب ٹھہرتے ہوں گے۔ حضور! ہمیں اپنے حلقہ ارادت میں قبول فرما لیجیے، تاکہ جسمانی امراض کے بعد روحانی امراض بھی دھل جائیں۔"

منبع رحمت وشفقت، حکیم روحانیاں مظہر اخلاق حسنہ حضور باواجی رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں کو اپنے دست حق پرست پر بیعت فرما کر ان کے قلوب کا بھی تزکیہ وتصفیہ فرما دیا۔

شادی خانہ آبادی

ایک دفعہ حضرت خواجہ باواجی فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ سیدنا وسندنا حضور شاہ لاثانی قدس سرہٗ النورانی کے علاقے میں اپنے چند دیگر خلفاء عظام کے ہمراہ تبلیغی دورہ پر تھے۔ آپ کا یہ دستور تھا کہ جس خلیفہ مجاز کے علاقے میں آپ تشریف لے جاتے، اس علاقے کے حاجت مندوں کے لئے سفارشی کا کام بھی اسی خلیفہ سے لیتے تھے۔ حضور قبلہ عالم شاہ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک لڑکے کو آپ کی بارگاہ بیکس پناہ میں پیش فرمایا اور عرض کی کہ حضور! یہ لڑکا غریب والدین کا چشم و چراغ ہے۔ اس کے والدین نے جس لڑکی سے اس کا رشتہ طے کیا تھا، اس لڑکی کے والدین منحرف ہو گئے ہیں اور اس لڑکی کی شادی کسی دوسرے لڑکے سے کر رہے ہیں۔ حالانکہ یہ لڑکا شادی کی ضروریات پر خرچ بھی کر چکا ہے۔

یہ ساری داستان سن کر حضور باواجی قدس سرہٗ نے اپنی لسانِ پُر تاثیر سے ارشاد فرمایا کہ جس روز دوسری بارات آئے یہ لڑکا بھی اپنی بارات لے جائے۔ حضور قبلۂ عالم شاہِ لاثانی حیران ہو گئے اور دل میں خیال آیا کہ یہ بات تو ہمارے رسم ورواج کے خلاف ہے۔ حضور شاہ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ نے بصد ادب و نیاز وضاحت فرمانی چاہی کہ حضور وہاں دوسری جگہ سے برات آئے گی۔ اگر یہ بھی برات لے کر چلے گئے تو دنگا فساد ہونے کا خدشہ ہے۔ پہلے ہی بہت بے عزتی ہو چکی ہے۔ کس منہ سے برات لے کر جائیں۔ حضور باواجی رحمۃ اللہ علیہ نے تو خاموشی اختیار فرمائی مگر وہ خوش نصیب لڑکا خود اکیلا ہی وہاں چلا گیا۔ اور کسی کونے کھدرے میں دبک کر سویا رہا۔ صبح کسی بات پر لڑکی کے والدین کا لڑکے والوں سے ایسا جھگڑا ہوا کہ بارات کو خالی ہاتھ لوٹنا پڑا۔ اسی اثنا میں لڑکی کے والد کو اس لڑکے کی موجودگی کا علم ہو گیا۔ اس نے اپنی لڑکی کا نکاح اسی لڑکے کے ساتھ کر دیا۔ حضور قبلہ گاہی باواجی علیہ الرحمۃ ابھی اسی علاقے میں تھے کہ وہ لڑکا خوشی و مسرت کا اظہار کرتے ہوئے مٹھائی لیکر حاضر خدمت ہو گیا۔ یہ سن کر قبلہ عالم حضور شاہ لاثانی علیہ الرحمۃ نہایت مسرور ہوئے اور پکار اٹھے کہ ''میرے باواجی قدس سرہٗ کے تصرف سے کام بن گیا۔''

فقیری میں سلطانی

علاقہ کھیبی موضع بن میں میرے آقا و مولا سلطانِ ولایت حضور باواجی فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ساربان غلام تھا۔ جو باباجی ساڑھی والے کے نام سے مشہور تھا۔ وہ ہمیشہ سیاہ رنگ کی چادر اوڑھتا تھا۔ ایک روز حضور باواجی قدس سرہٗ کے خلفاء ہم مجلس ہوئے اور ایک دوسرے کے مقامات دریافت کرنے لگے۔ دوران گفتگو ''نفس'' کو تنبیہ کرنے کا مسئلہ زیر بحث آیا۔ سب نے اپنے اپنے حال و مقام کا ذکر کیا۔ جب باواجی بن والوں کی

باری آئی تو انہوں نے فرمایا۔

''میں تو اَن پڑھ آدمی ہوں، مگر حضور قبلہ عالم باواجی خواجہ فقیر محمد رحمتہ اللہ علیہ کی توجہاتِ ظاہری و باطنی سے یارقند کے بادشاہ تک میرے مرید ہیں۔ مگر میں ہمیشہ اپنے نفس کو یہ تنبیہہ کرتا ہوں کہ یہ سارا فیض حضرت باواجی رحمتہ علیہ کا ہے ورنہ تیری کیا اوقات ہے۔ یہ بھورا کمبل، سوٹا (عصا) اور اونٹ! اگر خود باواجی بن بیٹھا اور باواجی قدس سرہٗ کا ادب و پاس نہ رکھا تو پھر اونٹوں کے ساتھ خراب ہوگا''

حضرت خواجہ پیر محمد شفیع رحمتہ اللہ علیہ انوار تیراہی میں رقم طراز ہیں کہ میں نے بھی اس باواجی کی زیارت کی ہے۔

''عجب مرد کامل تھا''۔

آفتابِ شریعت، مہتابِ حقیقت، فقیہ عصر، شیخ الاسلام

حضرت خواجہ پیر سید محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ

مخزنِ اسرارِ الٰہی، شیخ المشائخ، حضرت خواجہ سید محمد شاہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ، قطب زماں، خواجہ خواجگاں حضرت باوا جی فقیر محمد قدس سرہٗ العزیز کے چوتھے فرزندِ ارجمند تھے۔ حضرت خواجہ سید محمد شاہ فاروقی اپنے والدِ گرامی و مرشدِ حقانی حضرت خواجہ باوا جی فقیر محمد چوراہی کے بعد مسند آرائے خلافت ہوئے۔ آپ صاحبِ کمال، فیضِ الٰہی کے مظہر، طریقت و حقیقت کے درخشاں ستارے سنت خیر الانام ﷺ کے متبع اتم تھے۔ آپ سلاسلِ اربعہ نقشبندیہ، چشتیہ، قادریہ اور سہروردیہ کے تمام فیوضات کے جامع اور صاحبِ اجازت تھے۔ مخزنِ رشد و ہدایت حضرت باوا جی فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ نے عرصہ ۳۰ سال تک اپنے اس فرزندِ دلبند کے پیچھے نماز ادا کی، گویا حضور باوا جی نے سنتِ نبوی کے مطابق حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ کی طرح آپ کو بھی اپنی زندگی میں سجادہ نشینی کا منصب عطا فرما دیا تھا۔

ولادتِ باسعادت

آپ تیزئی علاقہ تیراہ شریف میں ۱۲۷۹ھ میں کتمِ عدم سے عالمِ خلق میں تشریف لائے اور آپ تقریباً عرصہ سات سال تک اپنے دادا خواجہ خواجگاں حضرت خواجہ نور محمد قدس سرہٗ کی شفقت اور نورِ باطنی سے مستفیض ہوئے۔

تعلیم و تربیت

حضرت خواجہ سید محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے قطبِ زماں حضرت خواجہ فقیر محمد قدس سرہٗ کے نورِ نظر ہونے کے ناطے علومِ شریعت اور طریقت و حقیقت میں اپنے والدِ گرامی کی

زیرِ نگرانی خوب دسترس حاصل کی۔ قرآن پاک کی تعلیم آپ نے حاجی سرخرو صاحب سے حاصل کی، جو نہایت ہی پارسا اور متقی بزرگ تھے۔ علومِ فقہ مولوی عزنی صاحب ساکن کوٹ چھچی اور مولوی اسداللہ صاحب سکنہ سکھری سے حاصل کیے۔ آپ اپنے اساتذہ کا انتہائی احترام کرتے تھے خصوصاً حاجی سرخرو صاحب جن کا مزار خواجہ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس سے مشرق کی جانب ہے، سے آپ کو والہانہ عقیدت تھی۔ اس لیے اپنے دادا حضور خواجہ نور محمد علیہ الرحمہ کے روضہ مقدسہ پر حاضری دینے کے بعد اپنے استاد حاجی سرخرو کی قبرِ انور پر فاتحہ خوانی آپ کا معمول تھا۔ حضرت خواجہ سید محمد شاہ اپنے وقت کے بے مثل فقیہ تھے۔ مشکل سے مشکل فقہی مسائل آپ نہایت آسان طریقہ سے حل فرما دیا کرتے تھے۔

حلیہ مبارک

آپ کا قد نہایت موزوں اور وجیہ تھا۔ چہرہ اقدس انوارِ الٰہی سے دمکتا رہتا تھا۔ جو بھی چہرۂ انور کو ایک دفعہ ایمان کی روشنی سے دیکھ لیتا، ہمیشہ کے لیے آپ کا اسیر ہو جاتا۔ آپ کی مبارک زلفیں لمبی تھیں جو سینہ مبارک کے دونوں طرف لٹکتی رہتی تھیں۔ مبارک آنکھیں ہمیشہ دیدارِ الٰہی سے مخمور رہتی تھیں۔ آپ کے چہرہ مبارک کا رنگ صباحت سے پُر اور چہرے پر انوارِ الٰہی کی سرخی ہویدا تھی۔

لباس مبارک

آپ کا لباس مبارک بہت سادہ ہوتا تھا۔ سبز رنگ کا عمامہ سر کی زینت ہوتا۔ چادر بھی سبز رنگ کی رکھتے تھے۔ پاپوش مبارک پوٹھوہاری پہنتے تھے۔ ریش مبارک کو مہندی لگایا کرتے تھے۔

سفرِ حج و زیارت

حضرت خواجہ سید محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ دو مرتبہ سفرِ حج و زیارت سے مشرف ہوئے۔ ایک مرتبہ آپ ۱۹۱۰ء میں زیارتِ حرمین شریفین سے سرفراز ہوئے۔ دوسری مرتبہ یکم اگست ۱۹۳۵ء کو حج مبارک کے لیے حرمین شریفین کا سفر فرمایا۔ یہ سفر اس بنا پر منفرد تھا کہ اس مرتبہ اپنے نبیرۂ معظم حضرت بالاشان حافظ غلام نقشبند رحمۃ اللہ کی ولادت باسعادت کا شکرانہ بہ نفسِ نفیس ادا کرنے کی غرض سے بارگاہِ خیر الانام، تاجدارِ عرب و عجم، فخرِ موجودات، سرورِ انبیاء و مرسلین، حضرت محمد مصطفےٰ، احمد مجتبےٰ، نبی کریم رؤف رحیم ﷺ میں تشریف لے گئے تھے۔ سفرِ مبارک میں آپ کا اکلوتا فرزند شہنشاہِ ولایت حضرت خواجہ محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ آپ کے ہمراہ تھا۔ روضہء اقدس پر شکریہ کس طرح ادا کیا اس رازِ نہاں کو ربِّ ذوالجلال، آقائے کریم، خواجہ سید محمد شاہ اور خواجہ محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کے سوا کسی کو علم نہیں۔ البتہ خواجہ محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قلم سے اتنا رقم فرمایا ہے کہ جانشینِ دربار گوہربار حضرت خواجہ فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پوتے حضرت خواجہ غلام نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کو آقائے کریم ختم الرسل، مولائے کل حضور نبی کریم ﷺ کی غلامی میں دے کر اطمینان کا سانس لیا۔ شکریے کے اس انداز نے آپ کی اولاد کو جس طرح نوازا اس سے آپ کی آئندہ نسلیں بھی فیضیاب رہیں گی۔ (انشاءاللہ)

روزمرہ دستورالعمل

نمازِ تہجد کی ادائیگی کے بعد مراقبہ کرنا آپ کا معمول تھا۔ نمازِ فجر کی اذان کے بعد آپ مسجد الفقراٗ میں تشریف لے جاتے۔ نمازِ فجر کی امامت آپ خود فرماتے۔ سفر میں ہوتے تو آپ قیام ہی مسجد کے حجرہ میں کرتے۔ طلوعِ آفتاب تک پھر مراقب رہتے۔

اشراق کی نماز ادا کر کے تلاوت کلام مجید کرتے۔ تلاوت سے فراغت حاصل کر کے حاجتمند وں کی طرف متوجہ ہوتے۔ ہر ایک سے بہت شفقت فرماتے اور سب کی استدعا کو بغور خود سنتے اور تالیفِ قلب فرماتے۔ موسمِ گرما میں دوپہر کا کھانا کھا کر قیلولہ کی سنت ادا کرتے۔ پھر نماز ظہر کے لیے وضو فرما کر نماز ظہر باجماعت ادا فرماتے۔ نماز ظہر کے بعد بھی تلاوت قرآن مجید کرتے۔ بعد ازاں حاجتمندوں کی عرض داشتیں سنتے اور جانے والوں کو رخصت فرماتے۔ نماز عصر کی ادائیگی کے بعد خاموشی اختیار فرماتے اور زیادہ وقت مراقبہ میں گزارتے۔ مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد صلواۃ اوابین بھی ادا فرماتے۔ پھر مہمانوں اور درویشوں کو کھانا کھلاتے۔ عشاء کی نماز کے لیے تازہ وضو فرماتے اور عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد کچھ دیر مراقب رہ کر شب باشی کے لیے تشریف لے جاتے۔

طریقِ بیعت

اپنے آباؤ اجداد خصوصاً اپنے والد ماجد پیر طریقت، رہبر شریعت، قطب العصر حضرت خواجہ فقیر محمد رحمتہ اللہ علیہ کی طرح آپ کا بیعت کرنے کا طریقہ بھی شرع مبین کے عین مطابق تھا۔ حضرت خواجہ سید محمد شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ آپ بالعموم بعد از نماز عشاء بیعت فرمایا کرتے تھے۔ بیعت کرتے وقت اپنا دایاں دست مبارک نیچے اور بایاں دست مبارک بیعت کرنے والوں کے ہاتھوں کے اوپر رکھتے۔ اگر بیعت کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہوتی تو اپنا عمامہ سب کو پکڑا دیتے اور دوسرے دونوں سرے خود اپنے دست مبارک میں تھام لیتے۔ پہلے توبہ کراتے۔ پھر ذکر قلبی کی تلقین فرماتے اور بعد میں مراقبہ کراتے اور آخر میں دعائے خیر فرماتے۔

مستورات کی بیعت

مستورات کی بیعت بھی عین سنتِ نبوی ﷺ کے مطابق کرتے۔ عورتوں کو بیعت کرتے وقت اپنے سامنے چار پائی پہلو کے بل کھڑی کرواتے اور چار پائی پر چادر ڈلوا کر پوری طرح پردہ کا اہتمام فرماتے۔ عورتیں چار پائی کی اوٹ میں دوزانو بیٹھ جاتی تھیں۔ چار پائی کے نیچے سے اپنا عمامہ مستورات کو پکڑا دیتے اور معمول کے مطابق توبہ، ذکرِ قلبی اور مراقبہ کراتے۔ آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ بیعت کے بعد جب مستورات مراقبہ میں مشغول ہوتی تھیں تو حضور تشریف لے جاتے تھے اور عورتوں کو خبر تک نہ ہوتی تھی۔

آدابِ مجلس

حضرت قبلہ عالم سید محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس باوقار اور پُر رعب ہوتی تھی۔ مجلس میں بالکل خاموشی طاری رہتی تھی جو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کا طرۂ امتیاز ہے۔ مفید مطلب گفتگو میں ادب واحترام کا خاص لحاظ رکھا جاتا تھا۔ آپ کی ہر بات اسرار و رموز سے پُر ہوتی تھی۔ گفتگو کا انداز اتنا سادہ اور تصنع سے پاک ہوتا تھا کہ ان پڑھ اور عالم یکساں طور پر استفادہ کر سکتے تھے۔ دقیق اور مشکل مسائلِ فقہ کو سمجھانے کا انداز اتنا دلکش اور دلنشین ہوتا تھا کہ سامعین سمجھنے میں دقت محسوس نہیں کرتے تھے۔ فقہی مسائل کی تشریح و توضیح اس طرح فرماتے تھے کہ اچھے سے اچھا عالم بھی اپنے آپ کو مبتدی خیال کرتا تھا۔

اتباعِ سنت

حضرت شیخ الاسلام خواجہ سید محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ سنتِ نبوی ﷺ کے کامل متبع تھے۔ بطور نصیحت آپ اکثر ارشاد فرمایا کرتے تھے:

مزن بے رضائے محمد نفس
رہِ رستگاری ہمیں است وبس

پیرِ طریقت حضرت خواجہ محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا ہے کہ حضرت قبلہ والد گرامی قدر خواجہ سید محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے آخری وصیت جو مجھے فرمائی، وہ یہی (درج بالا) شعر تھا اور حضور کے دروازے پر بھی یہی شعر کندہ ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ سید محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو نبی کریم رؤف رحیم سے کس قدر والہانہ عقیدت ومحبت تھی۔ بایں ہمہ آپ ہر معاملہ میں شریعتِ مطہرہ کی پاسداری کا خیال رکھتے۔ دینی امور ہوں یا دنیوی معاملات، تمام کی انجام دہی میں آقائے دو جہاں حضور پرنور سید المرسلین ﷺ کا اسوۂ حسنہ آپ کے پیشِ نظر رہتا تھا۔ امانت وعدل، حق وصداقت، رحمدلی، تحمل وبردباری، صبرو شکر، توکل علی اللہ، صلۂ رحمی، عجز وانکساری، قناعت ومیانہ روی، مروت و رواداری، ایثار غرضیکہ اخلاقِ حسنہ کا کامل مظہر تھے۔

ملفوظات

(۱) آپ نے ارشاد فرمایا کہ حاجتمندوں کی حاجات کو پوری کرنا رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔

(۲) آپ نے فرمایا خاموشی اختیار کرو، خاموشی کی بہت فضیلت ہے۔

(۳) آپ فرمایا کرتے تھے کہ اپنے اساتذہ کا احترام اپنے والد کی مانند کرو کیونکہ استاد بھی روحانی باپ ہوتا ہے۔

(۴) ارشاد فرمایا اپنے پیر بھائیوں کو اپنے سے اعلیٰ جانو اور ان سے نہایت محبت وعقیدت سے ملا کرو۔

(۵) ارشاد فرمایا کہ رزق حلال ایمان کا جزو ہے۔ جو رزق حلال کو چھوڑ کر حرام کی طرف ہاتھ بڑھائے، گویا اس نے مردار کو پسند کیا۔

(۶) فرمایا: آپس کے معاملات کا تصفیہ عدل وانصاف سے کیا کرو۔ کیونکہ دین کی اساس عدل پر ہے۔

(۷) فرمایا: اگر فیوضات وبرکات حاصل کرنا چاہتے ہو، تو پیر کی بارگاہ میں نہایت ادب اور اپنے نفس کو قابو کر کے بیٹھو

(۸) فرمایا: رابطۂ شیخ کے بغیر سلوک کی منازل کا طے کرنا محال ہے۔

(۹) فرمایا: سالک کے لیے غرور وتکبر اور بغض وعناد ہلاکت کا باعث ہیں۔

(۱۰) فرمایا: اپنی عبادات پر مت اتراؤ، اخروی نجات محض اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے ہی ہوگی۔

(۱۱) فرمایا: اہلِ بیت کی محبت کو اپنے ایمان کا جزو بناؤ کیونکہ اہلِ بیت کی عزت وتکریم نصِ قرآنی سے ثابت ہے۔

کشف وکرامات

حضرت قبلہ پیر طریقت، رہبر شریعت خواجہ سید محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی کشف و کرامات تو بے شمار ہیں، مگر تبرک کے طور پر چند بیان کیے جاتے ہیں۔ تفصیل کے لیے ''برکاتِ نقشبندیہ'' مع ''انوارِ تیراہی'' کا مطالعہ کیجیے۔

(۱) آپ جب مدینہ منورہ روضہ اقدس پر حاضری دینے کے لیے حاضر ہوتے تو اس وقت کے روضہ مبارک کے مجاور خاص آغا خلیل جیسی جلیل القدر ہستی بھی تعظیم کے لیے کھڑی ہو جاتی تھی۔ حالانکہ آپ ہر دفعہ ملتجی ہوتے کہ آپ بہت مقتدر اور قابل احترام ہستی ہیں۔

میری تعظیم کے لیے کھڑے نہ ہوا کریں۔آغا صاحب کا جواب ہوتا" آپ کی تشریف آوری پر حضور علیہ صلی اللہ کھڑے ہونے کا ارشاد فرماتے ہیں، میں کس طرح آقائے دو جہان کے حکم کی تعمیل نہ کروں"۔(سبحان اللہ!)

(۲) آپ کے چہلم پر مولوی سراج دین صاحب سکنہ نو کے جو حضرت امیر ملت حافظ سید جماعت علی شاہ صاحب کے کان پور میں ہم درس رہے تھے، تشریف لائے تو امیر ملت رحمتہ اللہ علیہ نے ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ مولوی صاحب نے ذکر کیا ہے کہ چورہ شریف کے صاحبزادہ جن کا اسم گرامی سید محمد شاہ صاحب ہے، مولوی اسد اللہ صاحب ساکن "مرجال کے" کے کتب ہم درس تھے۔ایک دن آپ استراحت فرما رہے تھے اور آپ کا قلب انور جاری تھا۔اس واقعہ کا ذکر جب مولوی اسد اللہ صاحب سے کیا گیا تو انہوں نے ارشاد فرمایا" یہ مادر زاد ولی ہیں، تم اس سے واقف نہیں ہو"۔

(۳) قادیان ضلع گورداسپور (انڈیا) میں آپ کی واضح کرامات دیکھ کر پانچ قادیانیوں نے توبہ کی اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

وصال

شیخ المشائخ قبلہ حضور سید محمد شاہ رحمتہ اللہ علیہ ۹ ذی قعدہ ۱۳۸۷ھ کو دار فانی سے دار البقا کو سدھارے۔ ہفتہ کا روز قبل از شام کا وقت تھا اور یکم جنوری ۱۹۳۹ء عیسوی کا سال تھا۔

آفتاب شریعت، رہبر طریقت شیخ المشائخ
حضرت پیر محمد شفیع رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

حقائق و معارف آگاہ، جامع علوم ظاہری و باطنی حضرت خواجہ پیر محمد شفیع رحمتہ اللہ علیہ، حضرت خواجہ سید محمد شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے اکلوتے فرزند ارجمند تھے۔

ولادت باسعادت

آپ کی ولادت باسعادت ۱۶ شعبان المعظم ۱۳۱۶ھ میں ہوئی۔ آپ کے جدامجد معارف آگاہ، جامع علوم ظاہری و باطنی حضرت باواجی خواجہ فقیر محمد قدس سرہٗ الصمدانی کا وصال پاک ۲۹ محرم الحرام ۱۳۱۶ھ کو ہوا تھا۔ اس طرح تقریباً ساڑھے چھ ماہ بعد آپ تولد ہوئے۔ آپ کی دادی صاحبہ اس وقت حیات تھیں جو آپ سے والہانہ شفقت فرمایا کرتی تھیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مائی صاحبہ کے حضور ذکر قلبی کرتے وقت اکثر مجھ پر جذب کی کیفیت طاری ہو جایا کرتی تھی۔ گویا حضرت مائی صاحبہ کی باطنی توجہ میں بہت زیادہ تاثیر تھی۔

حلیہ مبارک

حضرت خواجہ پیر محمد شفیع رحمتہ اللہ علیہ نہایت حسین و جمیل تھے۔ لمبی ناک، موٹی موٹی آنکھیں، خلیق چہرہ، ریش مبارک گھنی اور باشرع، وجیہ قد و قامت اور رخسار مبارک انوار الٰہی سے منور تھے۔ اکثر عالم جذب کی کیفیت طاری ہو جایا کرتی تھی۔ جملہ خاندان کے لیے مرکز الفت تھے۔

تعلیم

ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے والد ماجد فقیہ العصر حضرت خواجہ سید محمد شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے حاصل کی تھی۔ بعد ازاں اپنے خاندانی استاد حضرت قبلہ حافظ قاضی صاحب کے آگے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ علوم حدیث وفقہ آپ نے قبلہ مولوی مسعود الحسن صاحب سکنہ الہڑ ضلع سیالکوٹ سے حاصل کیے۔ آپ کو مولوی صاحب کی شاگردی پر بڑا ناز تھا۔ جن کی تربیت سے آپ میں وہ ملکہ پیدا ہو گیا تھا کہ دقیق سے دقیق مسائل قرآن و حدیث کی روشنی میں حل فرما دیا کرتے تھے۔

بیعت وخلافت

آپ کو تلاشِ شیخ کی زحمت نہیں اٹھانا پڑی تھی۔ سارا خاندان کئی پشتوں سے سلطنتِ ولایت کا وارث چلا آ رہا تھا۔ خصوصاً آپ کے دادا حضور باواجی خواجہ فقیر محمد رحمتہ اللہ علیہ نے علم لدنی اور طریقت نقشبندیہ مجددیہ میں جو کمال حاصل کیا تھا وہ اپنے لخت جگر قطب زماں فقیہ عصر حضرت خواجہ پیر سید محمد شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو کامل طور پر منتقل فرما دیا تھا۔ لہٰذا آپ بچپن سے ہی اپنے والد گرامی قدر کی نگاہِ کیمیا اثر کا مرکز تھے۔ سن بلوغ کو پہنچتے ہی آپ کو بیعت فرما لیا گیا تھا اور اس طرح جوانی میں ہی آپ کی روحانی تربیت کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ حضرت خواجہ سید محمد شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو ہر چہار سلسلہ ہائے تصوف میں بیعت فرما کر خلافت کے اعزاز سے سرفراز فرمایا۔

سجادہ نشینی

جب قطب العصر فقیہ دوراں حضرت خواجہ سید محمد شاہ رحمتہ اللہ علیہ راہی دار البقا

ہوئے تو اکلوتا صاحبزادہ ہونے کی بنا پر حضرت خواجہ محمد شفیع مسند آرائے سجادگی ہوئے۔ چونکہ باپ اور بیٹے میں غایت درجہ کی محبت تھی، اس لیے روحانی تربیت میں کسی قسم کی کمی نہ رہی تھی۔

سفر حج وعمرہ

حج اور زیارت روضہ خیرالوریٰ نبی مکرم شفیع محشر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی غرض سے چار مرتبہ یہ مبارک سفر اختیار فرمایا۔

(۱) پہلی مرتبہ اپنے والد ماجد حضرت خواجہ سید محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں اپنے صاحبزادۂ کلاں حضرت خواجہ غلام نقشبند رحمۃ اللہ کی ولادت با سعادت کے موقع پر اپنے مالک دوجہاں، فخر موجودات، باعثِ تخلیق کائنات ختم الرسل، مولائے کل جناب نبی محترم ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ میں شکریہ ادا کرنے کی غرض سے اگست ۱۹۳۵ء میں حج وزیارت کی سعادت حاصل کی تھی۔

(۲) دوسری دفعہ ۱۹۴۶ء میں حج وزیارت کی سعادت سے مشرف ہوئے۔

(۳) تیسری بار ۱۹۵۲ء میں کعبۃ اللہ اور بارگاہِ نبوی ﷺ کی حاضری سے سرفراز ہوئے۔

(۴) چوتھی مرتبہ یہ سعادت ۱۹۵۹ء میں بذریعہ ہوائی جہاز نصیب ہوئی۔

(۵) اور ۱۹۶۵ء میں عمرے کی سعادت سے بہرہ یاب ہوئے۔

سفرِ زیارات

سفرِ حج وعمرہ کے علاوہ آپ نے بغداد شریف کا سفر بھی اختیار کیا اور محبوب سبحانی، غوثِ صمدانی، قندیل نورانی حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز کے روضہ مقدسہ پر بھی حاضری دی۔ پھر کربلائے معلیٰ میں سید الشہداء امامِ عالی مقام حضرت امام

حسین علیہ السلام کی شہادت گاہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ وہاں سے خلیفہ چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے روضہ اقدس پر حاضر ہوئے۔ پھر کوفہ و دمشق کا سفر اختیار کیا اور بیت المقدس میں بھی حاضری دی۔ ان تمام زیارات سے مشرف ہوتے ہوئے مدینہ منورہ اور کعبۃ اللہ میں سر نیاز خم کیا اور اپنے رب کریم کی بارگاہِ قدس میں سجدہ ریز ہوئے۔

ملکِ شام میں آپ نے انبیاء کرام کے روضوں کی زیارت کا شرف بھی حاصل کیا۔ دمشق میں ایک بزرگ کا مزار ہے جن کی ایک ٹانگ کسی خاص واقع کے رونما ہونے کی وجہ سے قبرِ انور سے باہر ہے اور کپڑے سے ڈھانپی ہوئی ہے۔ اس بزرگ کا اسم مبارک ایوب محمد صالح قروی بتایا جاتا ہے۔ یہ اللہ تبارک وتعالٰی کے سربستہ رازوں میں سے ایک راز ہے۔ اسے رب العزت کی کرشمہ سازی سے ہی تعبیر کرنا چاہیے۔

شبانہ روز معمولات

نصف رات کے بعد تقریباً سحری کے وقت بیدار ہوتے۔ حوائج ضروریہ سے فراغت حاصل کر کے وضو فرماتے اور دو نفل تحیۃ الوضوادا کر کے دو دو کر کے تہجد کے نوافل ادا کرتے۔ مراقبہ بکثرت کرتے۔ تہجد کے نوافل ادا کرنے کے بعد ایک پیالی قہوہ جس میں زعفران اپنے پاس سے ملاتے، نوش فرماتے۔ بعد ازاں تلاوتِ قرآن مجید سے اپنے قلب ونظر کو منور فرماتے۔ فجر کی نماز باجماعت ادا فرماتے۔ دعا کے بعد طلوع آفتاب تک مراقبہ کرتے۔ نماز اشراق تہجد والے وضو سے ہی ادا کرتے اور حاجتمندوں کی حاجت روائی فرماتے۔ آپ کا ناشتہ بہت ہلکا ہوتا تھا یعنی آدھ رس اور ایک کپ گرم چائے۔ جانے والے دوستوں کو رخصت فرماتے۔ دوپہر کا کھانا بارہ بجے تک نوش فرمالیتے تھے اور تھوڑی دیر تک

قیلولہ فرماتے۔ پھر ظہر کی اذان کے ساتھ بیدار ہو جاتے اور تازہ وضو کر کے نماز ظہر باجماعت ادا کرتے۔ بعداز نماز ظہر حاجتمندوں کی طرف متوجہ ہوتے۔ ان کی خیریت دریافت فرماتے۔ کسی کو تسلی و تشفی سے نوازتے، کسی کے حق میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھ جاتے اور قریبی احباب کو روحانی فیوضات سے مالا مال فرماتے۔

نمازِ عصر کے بعد قیوم ثانی خواجہء خواجگاں حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ العزیز المعروف عروۃ الوثقیٰ کا ختم پاک پڑھتے اور باواجی رحمتہ اللہ علیہ کا ختم بھی پڑھتے۔

نماز مغرب کے بعد اوابین کے چھ نوافل ادا کرنا بھی آپ کے معمولات میں شامل تھا۔

نماز عشاء اول وقت میں ادا کر کے ایک تسبیح درود شریف ہزارہ، ایک تسبیح اسم ذات اور پھر ایک تسبیح درود شریف ہزارہ کی پڑھا کرتے اور ان کے پڑھنے کی مریدین کو بھی تلقین فرمایا کرتے۔

بعدازاں سب کے ہمراہ رات کا کھانا تناول فرماتے۔ فرمانِ رسول ﷺ کے مطابق قدرے چہل قدمی کرتے اور جلد سو جاتے۔ کبھی کبھی عشاء کے بعد نعت خوانی کی محفل بھی جماتے۔ اکثر جلد سونے کی تلقین کرتے۔

خاموشی

نماز فجر تا طلوع آفتاب اور نماز عصر تا مغرب خاموشی اختیار کرنا اور مراقب رہنا بزرگانِ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ خصوصاً خواجگانِ چوراہی کا معمول رہا ہے۔ ان اوقات میں کسی سے بات تک نہیں کی جاتی۔ حضرت خواجہ پیر محمد شفیع رحمتہ اللہ علیہ کا بھی یہی معمول تھا کہ نماز فجر کے بعد آپ خاموشی اختیار فرماتے۔ آپ کی خاموشی بارعب ہوتی اور مراقبہ کی حالت میں جذب کامل میسر ہوتا۔ آخری ایام میں تکیہ لگا کر قبلہ رخ منہ کر کے لیٹ

جاتے اور مراقبے کی حالت میں رہتے۔ اس دوران آپ سوتے نہیں تھے۔ بلکہ قراء حضرات اور نعت خوانوں سے تلاوت، حمدِ باری تعالیٰ اور مدح رسولِ مقبول ﷺ سے لطف اندوز ہوا کرتے۔ اگر کہیں سفر پر جانے کا ارادہ ہوتا تو بھی کسی سے کلام نہ فرماتے بلکہ اشاروں سے ہی کام لیتے۔ دراصل یہی تو وہ وقت ہوتا جب بزرگانِ دین اپنی ظاہری و باطنی توجہات سے اپنے مریدین کے قلوب کا تزکیہ کرتے ہیں اور ان کی راہ میں جو رکاوٹیں ہوتی ہیں انہیں دور کرتے ہیں۔ یہ خاموشی بلاوجہ نہیں ہوتی بلکہ دیگر سلاسل تصوف کی گوشہ نشینی کے مقابلہ میں خلوت نشینی ہی کے مترادف ہوتی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ دیگر سلاسل ثلاثہ کے بزرگ گوشہ نشینی اختیار کر کے دنیوی امور کو مقررہ مدت کے لیے خیر باد کہہ دیتے ہیں جبکہ نقشبندی حضرات نہ صرف دینی امور کی تکمیل کے لیے کوشاں رہتے ہیں بلکہ حقوق العباد کی ادائیگی کو بھی اہمیت دیتے ہیں۔

عادات وخصائل

حضرت خواجہ پیر محمد شفیع رحمتہ اللہ علیہ حسن اخلاق میں اعلےٰ درجے پر فائز تھے۔ آپ کی گفتگو کا انداز اتنا کریمانہ ہوتا کہ ہر شخص پہلی ہی ملاقات میں آپ کا گرویدہ ہو جایا کرتا۔ حضور خواجہ پیر محمد شفیع رحمتہ اللہ علیہ اپنے والد ماجد کے مریدین ومتوسلین اور اپنے مریدین سے اتنی شفقت فرمایا کرتے تھے کہ جس کسی سے پوچھا جائے وہ یہی کہتا ہے کہ حضور قبلہ پیر محمد شفیع رحمتہ اللہ علیہ جتنی محبت مجھ سے کرتے تھے شاید ہی کسی اور سے کرتے ہوں۔ صبر وتحمل، بردباری، توکل علی اللہ، قناعت پسندی، حلم، تسلیم ورضا جیسی صفاتِ حمیدہ سے آپ بدرجہ اتم متصف تھے۔ بدخواہوں کے لیے دعائیں اور خیر خواہوں کے لیے نوازشات آپ کی عادتِ ثانیہ تھی۔ عوام الناس اور برادری کے ظلم وزیادتی کو آپ خندہ

پیشانی سے برداشت کرتے۔ حق و باطل میں امتیاز کرنا کوئی آپ سے سیکھے۔ غرضیکہ اخلاقِ حسنہ کی پیروی میں ہمہ وقت سعی بلیغ فرماتے۔

ملفوظات

(۱) آپ نے فرمایا کہ درویش وہ ہے جسے دیکھ کر خدا یاد آجائے۔

(۲) آپ نے ارشاد فرمایا کہ درویش کا کام اللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اور اسکے محبوب کریم ﷺ کے مقام کی پہچان کرانا ہے۔

(۳) آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ وہ پیر نہیں جو رات کو سونے سے قبل اپنے عقیدت مندوں (مریدین) پر نظر نہ ڈالے اور وہ مرید نہیں جسکے دِل میں ہر دم پیر کی یاد نہ رہے۔

(۴) آپ کا ارشادِ گرامی ہے کہ گستاخِ رسول ﷺ کالے کتے سے بھی بدتر ہے۔

(۵) آپ کا فرمان ہے کہ فقیر کا مسلک الحب لِللّٰہ و البغض لِللّٰہ ہونا چاہیئے۔ (یعنی کسی سے دوستی یا دشمنی صرف اور صرف اللہ کے لیے ہونی چاہیئے نہ کہ اپنی ذات کے حوالہ سے)

(۶) آپ کا فرمان ہے کہ محبت کے قرینوں میں ادب پہلا قرینہ ہے۔

(۷) آپ نے ارشاد فرمایا کہ رزقِ حلال کے بغیر تزکیۂ نفس ناممکنات میں سے ہے۔

(۸) آپ نے فرمایا محنت کی کمائی کا ایک لقمہ حرام کی بکثرت کمائی سے بدرجہا بہتر ہے۔

(۹) آپ نے ارشاد فرمایا کہ آخرت کی نجات کے لیے اپنے اعمال پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے بلکہ ہر دم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر نگاہ رکھنی چاہیے۔

(۱۰) آپ کا فرمان ہے کہ گھریلو زندگی کی شیرازہ بندی کے لیے ایثار و قربانی سے بہتر کوئی

حکمت عملی کام نہیں آتی۔

کشف وکرامات

آپ صاحبِ کشف وکرامت بزرگ تھے۔آپ سے بے حساب کرامات کا ظہور ہوا مگر بخوفِ طوالت چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے:

(۱)۱۹۴۶ء میں جب آپ دوسری مرتبہ حج کی سعادت سے مشرف ہو کر واپس تشریف لائے تو آپ سے دریافت فرمایا گیا کہ کیا پاکستان کے قیام کی کوشش کامیاب ہوگی؟ آپ نے نہایت متانت سے اور پُر مسرت انداز میں فرمایا کہ پاکستان ضرور معرضِ وجود میں آئے گا کیونکہ حضورِ رسالت مآب ﷺ نے اس کے قیام کی خوشخبری سنا دی ہے۔عوام الناس بلکہ خواص کو بھی یقین نہیں آتا تھا مگر جب ۱۹۴۷ء میں پاکستان قرطاسِ عالم پر ظہور پذیر ہوا تو سب کو آپ کے کشف اور صداقت پر یقین کرنا پڑا۔

(۲)چوہدری قمرالدین بشیر راولپنڈی والے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ چند آدمیوں کا کھانا تیار کیا گیا مگر بوقت طعام تیں پینتیس آدمی جمع ہو گئے۔آپ نے کھانا طلب فرمایا۔آپ سے دریافت کیا گیا کتنے آدمیوں کا کھانا لایا جائے؟ ارشاد فرمایا باہر تو تیس پینتیس آدمی موجود ہیں۔اہل خانہ نے تیس پینتیس افراد دیکھ کر بازار سے ترکاری اور روٹیاں لانے کا پروگرام بنایا۔سکوٹر کی آواز سن کر آپ نے آواز دی، بابو جی! جتنا کھانا گھر میں موجود ہے وہی لے آؤ صرف چند روٹیاں اور پکوالو۔ارشاد کے مطابق تمام سالن اور روٹیاں لا کر رکھ دی گئیں۔ دستر خوان بچھا دیا گیا اور سب کے ہاتھ دھلوا دیے گئے۔آپ نے اپنے دست مبارک سے سالن ڈالنا شروع کر دیا۔اکتالیس آدمیوں نے سیر ہو کر کھانا کھایا۔مگر ہنڈیا میں اسی قدر سالن موجود تھا اور روٹیاں بھی بچ

رہیں۔ آپ سب کو فرماتے جاتے اور کھاؤ اور کھاؤ یہ باواجی (خواجہ فقیر محمد رحمتہ اللہ علیہ) کا لنگر ہے مگر سب نے ہاتھ اٹھا لئے۔

تحریک پاکستان میں حصہ

جب ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو قرارداد پاکستان منظور ہوئی اس وقت آپ کی عمر شریف بیالیس یا تینتالیس سال کے لگ بھگ تھی۔ آپ کی صحت بھی اللہ کے فضل و کرم سے بہت اچھی تھی۔ آپ نے حضور باواجی فقیر محمد چوراہی رحمتہ اللہ علیہ کے تربیت یافتہ خلیفہ امیر ملت حافظ الحاج حضرت پیر سید جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی تحریک پاکستان میں بھرپور اعانت فرمائی۔ آپ نے اپنے مریدین کو حکم دیا کہ سب کے سب امیر ملت رحمتہ اللہ علیہ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے مسلم لیگ کے لیے دن رات محنت کریں۔ انگریز اور ہندو کی غلامی کی زنجیر کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے توڑ دیں۔ آپ خود بھی بہ نفسِ نفیس قریہ قریہ بستی بستی سفر کرتے اور اپنے مریدین کو خصوصاً اور عامتہ الناس کو بالعموم قیام پاکستان کی جدوجہد میں حصہ لینے پر تیار فرماتے۔ اپنے خلفاء اور صاحبِ حیثیت مریدین کو حکم فرماتے کہ مسلم لیگ کی ہر طرح دامے، درمے، قدمے اور سخنے اعانت کریں۔ اس سلسلہ میں آپ میرے سیدی و مرشدی شہنشاہِ ولایت حضرت پیر سید علی حسین شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی قیام پاکستان کی جدوجہد میں کی جانے والی مساعی جمیلہ پر بہت خوش ہوتے۔

حضرت خواجہ پیر محمد شفیع رحمتہ اللہ علیہ عملی سیاست سے کنارہ کش ہی رہے، مگر ۱۹۴۶ء کے انتخابات میں آپ نے مسلم لیگ کی جو بھرپور مدد فرمائی وہ ہمیشہ یاد رہے گی۔ آپ نے بہت سے انتخابی جلسوں کی صدارت فرمائی اور مشائخ کی کانفرنسوں میں شرکت فرما کر اپنی خدمات کا لوہا منوایا۔ اگرچہ اس زمانے میں تمام مشائخ چوراہیہ نے

تحریک پاکستان کے نصب العین کے حصول میں ذاتی دلچسپی لی مگر حضرت خواجہ پیر محمد شفیع رحمتہ اللہ علیہ کا کردار اس سلسلہ میں منفرد تھا۔ قیام پاکستان کے بعد مہاجرین کی آبادکاری میں بھی آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

وصال شریف

آپ ۱۹۶۶ عیسوی بمطابق ۱۳۳۷ھ کو اس جہانِ فانی سے راہی مُلکِ جاودانی ہوئے۔

ان للہ وانا الیہ راجعون

ابتدائی حالات

نام ونسب

مخزنِ رشد و ہدایت کا نام نامی اسم گرامی حضرت خواجہ غلام نقشبند ہے۔ آپ کے اسلاف علاقہ تیراہ کے باشندے تھے جو ترک سکونت کر کے چورہ شریف میں آ کر آباد ہو گئے۔ آپ کے دادا جان حضرت خواجہ سید محمد شاہ علیہ الرحمہ کے دادا جان حضرت خواجہ محمد فیض اللہ اوران کے والد گرامی قاضی خان محمد علیہ الرحمہ علاقہ تیراہ کی نواحی آبادی تیزئی شریف میں سکونت رکھتے تھے۔ حضرت خواجہ محمد فیض اللہ علیہ الرحمہ کے فرزندِ ارجمند خواجہ نور محمد المعروف باباجیو صاحب اپنے مریدین کے اصرار پر اسّی سال کی عمر میں تیزئی سے نقل مکانی کر کے موضع بموضع سفر کرتے ہوئے کوہاٹ کے مضافات میں موضع ڈراڈر تشریف لائے۔ آپ نے ۱۲۵۹ھ کو علاقہ تیراہ کو خیر باد کہا تھا اور ۱۲۸۴ھ میں موجودہ مقام چورہ شریف کو اپنا مستقل مستقر بنایا۔ اس دوران آپ موضع لحاظئی میں بھی سکونت پذیر رہے۔ حضرت خواجہ غلام نقشبند قدس سرہٗ خلیفہ راشد ثانی سیدنا فاروقِ اعظم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی اولادِ پاک سے ہیں۔

شجرۂ نسب

''انوارِ تیراہی'' مولفہ حضرت قاضی محمد عادل شاہ صاحب کے مطابق آپ کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے:

حضرت خواجہ غلام نقشبند بن حضرت خواجہ پیر محمد شفیع بن حضرت خواجہ سید محمد شاہ بن حضرت خواجہ فقیر محمد بن حضرت خواجہ نور محمد بن حضرت خواجہ محمد فیض اللہ بن حضرت مولانا قاضی

خان محمد بن حضرت مولانا علی محمد بن حضرت خواجہ شیخ سلیمان بن حضرت خواجہ شیخ سلطان بن حضرت خواجہ شیخ الاسلام بن حضرت خواجہ شیخ عبدالرسول بن حضرت شیخ عبدالحیٰ بن حضرت شیخ حبیب اللہ بن حضرت شیخ رفیع الدین (بانی سرہند شریف وجدامجد حضرت شیخ احمد فاروقی مجدد الف ثانی) بن حضرت شیخ نورالدین بن حضرت شیخ نصیرالدین بن حضرت شیخ سلیمان بن حضرت شیخ یوسف بن حضرت شیخ اسحاق بن حضرت شیخ عبداللہ بن حضرت شیخ شعیب بن حضرت شیخ احمد بن حضرت شیخ یوسف بن حضرت شیخ شہاب الدین فرخ شاہ کابلی (امیر کابل) بن حضرت عبیداللہ الواعظ الاکبر بن حضرت شیخ ابوالفتح بن حضرت شیخ اسحاق بن حضرت ابراہیم بن حضرت شیخ نصیرالدین بن محمد مسعود بن شیخ سلیمان بن حضرت محمد مسعود بن حضرت عبداللہ الواعظ الاصغر بن حضرت شیخ نصیرالدین ناصر بن حضرت عبداللہ بن حضرت عمر بن خطاب رحمۃ اللہ علیہم ورضی اللہ عنہم اجمعین۔

نسبی تعارف

فاروقی وہ برگزیدہ خاندان ہے جس کی رگوں میں سیدنا فاروق اعظم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پاک خون موجزن ہے۔ دین مبین سے قلبی وابستگی، شجاعت ودلیری، عدل اور دینی فراست اس خاندان کی امتیازی خصوصیات ہیں۔ خاندان فاروقی کے چشم و چراغ شیخ شہاب الدین فرخ شاہ کابلی کابل (افغانستان) کے حکمران ہوئے ہیں جن کی حکمت عملی، شجاعت اور فراست اس علاقے کو مضبوط بنانے میں اپنی مثال آپ تھی۔ بعد میں ذکر وفکر میں ایسے مستغرق ہوئے کہ امور سلطنت سے قطعی طور پر لاتعلق ہوگئے۔

اللہ رب العزت نے اس خاندان کو اس حد تک عزت سے سرفراز فرمایا کہ برصغیر پاک و ہند کی مقتدر روحانی شخصیت زاہد بے ریا، فردالاصفیاء، فخر الاتقیا، سرخیل اولیائے

چشت حضرت بابا فرید الدین گنج شکر، حضرت شاہ ولی اللہ اور پھر محبوبِ صمدانی واقف اسرار ربانی نائب جناب حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت خواجہ شیخ احمد فاروقی سرہندی المعروف حضرت مجدد الف ثانی جیسی نابغۂ روزگار ہستی کو پیدا فرما کر دین مبین کا از سر نو احیا فرمایا۔

اس خاندانِ عالی شان کی شرافت ونجابت مسلّم رہی ہے۔ حضرت خواجہ نور محمد المعروف بابا جیو صاحب کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے نائب مجدد الف ثانی عطا فرمایا۔ آپ نہایت ہی ذہین وفطین اور باہمت ہستی کے مالک تھے۔ حضرت خواجہ محمد فیض اللہ قدس سرہٗ کی تربیت اور نگاہ باطنی نے آپ کو نہ صرف جید عالم دین بلکہ مرد کامل بنا دیا۔ حضرت بابا جیو صاحب نے اپنے اسلاف کی سنت کو یوں آگے بڑھایا کہ آپ نے اپنے فرزند ارجمند حضرت خواجہ فقیر محمد علیہ الرحمہ کی نہ صرف بہ نفس نفیس تعلیم وتربیت فرمائی بلکہ منازل سلوک بھی طے کرا کے مرد کامل کے درجے تک پہنچایا۔ بیس سال کی عمر تک آپ علومِ متداولہ میں کمال حاصل کر چکے تھے۔ پھر دس برس کی قلیل مدت میں منازل طریقت کو طے کیا اور اپنے والد گرامی حضرت خواجہ نور محمد علیہ الرحمہ سے خرقہ خلافت حاصل کر کے رشد وہدایت کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اپنے والد گرامی کے حکم پر اپنے چھوٹے بھائی حضرت خواجہ دین محمد المعروف حضرت ملاں کے ساتھ پنجاب کا سفر کیا اور باؤلی شریف (ضلع گجرات) میں حضرت صوفی محمد خان عالم رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ غلام محی الدین علیہ الرحمہ کو اپنے دست حق پرست پر بیعت فرمایا۔ آپ کے روحانی کمالات کا یہ عالم تھا کہ آپ قرآن حکیم کے ہر ہر حرف کے فوائد وخواص سے واقف تھے۔ بقول حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ قرآن مجید کے حروف مقطعات کا علم رکھنے والا عالم راسخ ہوتا ہے۔ گویا آپ صحیح معنوں میں عالمِ راسخ کے درجے پر فائز ہو گئے تھے۔

حضرت صاحبزادہ غلام نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے دادا جان حضرت خواجہ سید محمد شاہ اور والد گرامی حضرت خواجہ پیر محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہما بھی اپنے علم و فضل اور باطنی کمالات میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ حضرت صاحبزادہ غلام نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اسلاف کے اس روحانی مشن کو بحسن وخوبی نبھایا۔ دور دراز علاقوں میں مدت کے پیاسوں نے آپ کی صحبت کیمیا اثر سے اپنے قلوب روشن کئے اور حسب استعداد دولتِ تسکین سے مالا مال ہوئے۔ ظاہری و باطنی علوم کے اس خزانہ سے تقریباً عرصہ بیس سال تک مردہ دل زندگی پاتے رہے۔

ولادت باسعادت

اکثر و بیشتر مشائخ عظام اور اولیائے کرام ایسے گزرے ہیں جن کی ولادت باسعادت کی بشارت سابقہ یا اس وقت کے اولیائے کرام نے قبل از ولادت دی ہے۔ چند ایک ہستیاں ایسی بھی ہوئی ہیں جن کی ولادت باسعادت کی خوشخبری بہ نفس نفیس رسالت مآب، فخرِ موجودات، باعث تخلیق کائنات، صاحب لولاک، حضرت احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ، نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی ہے۔ ان خوش نصیب ہستیوں میں قیومِ اول امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ الصمدانی کا نام نامی سرفہرست ہے۔ اسی طرح حضرت خواجہ بابا سماسی قدس سرہٗ حضرت شاہِ نقشبند، بانی سلسلۂ نقشبندیہ، حضرت خواجہ بہاؤالملت والدین خواجہ سید بہاؤالدین نقشبند بخاری قدس اللہ سرہٗ کی ولادت باسعادت کی خوشخبری قبل از ولادت سنایا کرتے تھے۔ تا آنکہ آپ تولد ہوئے اور حضرت بابا سماسی قدس سرہ نے حضرت خواجہ کو اپنی فرزندی میں قبول فرمالیا۔

سلطان العارفین حضرت خواجہ بایزید بسطامی قدس سرہٗ السامی نے حضرت خواجہ

ابوالحسن خرقانی کی ولادت کی بشارت دی تھی۔ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ کی ولادت باسعادت کی نوید جان فزا آپ کے والدگرامی حضرت امام عبدالجلیل قدس سرہٗ کو حضرت خواجہ خضر علیہ السلام نے ان الفاظ میں سنائی تھی:

"آپ کے ہاں ایک لڑکا تولد ہوگا جس کو میں اپنی فرزندی میں قبول کرتا ہوں اور اپنی نسبت سے اس کو حصہ دوں گا۔ اس کا نام عبدالخالق رکھنا۔"

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہٗ نے اپنی مرضِ الموت میں قیومِ ثانی خازن الرحمت عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کو قیوم ثالث حضرت خواجہ محمد نقشبند ثانی کی ولادت باسعادت کی ان الفاظ میں نوید سنائی تھی:

"اس سال میرے وصال کے بعد تمہارے ہاں ایک لڑکا تولد ہوگا جو قرب الٰہی کے کمالات میں میرے برابر ہوگا۔"

صاحبِ تذکرہ حضرت خواجہ غلام نقشبند فاروقی قدس سرہٗ چوراہی کی ولادت باسعادت کی خوشخبری آپ کے جدامجد مخزن اسرارِ الٰہی، منبع فیوضات حضرت خواجہ سید محمد شاہ قدس سرہ دے چکے تھے۔ واقفِ حقیقت ومعرفت، رہبر شریعت، پیر طریقت حضرت خواجہ محمد شفیع علیہ الرحمہ اولادِ نرینہ سے محروم تھے۔ احباب طریقت حضرت خواجہ سید محمد شاہ قدس سرہٗ کی بارگاہِ حق آگاہ میں ملتمس ہوئے کہ حضور اس عظیم خانقاہ کا کوئی وارث بھی ہونا چاہئے۔ حضرت رمز شناسِ حقیقت نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ "يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ" ہے۔

"وہ فضل کرے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ غلام نقشبند نام رکھیں گے۔"

کچھ ہی عرصہ گزرا تھا کہ اپنے مخلص و صادق مریدوں کو بذریعہ مکتوبات اطلاع دی اور فرمایا کہ ''امسال انشاء اللہ تعالیٰ غلام نقشبند آ رہا ہے۔''

چنانچہ حسب بشارت اسی سال یکم اگست ۱۹۳۵ء بروز جمعرات حضرت صاحبزادہ بلند اقبال پیرزادہ غلام نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

نبیرۂ ارجمند کی ولادت کی خبر سن کر آفتاب شریعت، مہتابِ حقیقت، فقیہِ عصر، غوثِ وقت، شیخ الاسلام حضرت خواجہ سید محمد شاہ نور اللہ مرقدہٗ نے انتہائی مسرت کا اظہار فرمایا اور بارگاہِ ایزدی میں سربسجود ہو گئے۔ شکرانے کے طور پر ایک صد نفل ادا کیے۔ پھر نبیرۂ ارجمند کو اپنی گود میں لے کر اپنا لعابِ دہن نو مولود کے منہ میں ڈالا اور فرمایا ''یہ حافظ ہوگا، عالم ہوگا اور پیر ہوگا۔''

یہ بھی فرمایا کہ میں نے اپنا حصہ پوتے کو دے دیا ہے اور یہی میرا جانشین ہوگا۔

ولادت باسعادت کے تیسرے روز بعد اپنے لختِ جگر فیض مآب شیخ المشائخ پیر طریقت حضرت خواجہ پیر محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کو ہمراہ لیکر عازم مدینہ منورہ ہوئے تا کہ رسولِ معظم نبی مکرم، رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں حاضر ہو کر سپاس گزار ہوں اور پوتے کی ولادت باسعادت کا شکریہ بارگاہِ رسالت میں ادا کریں۔ پہلے حج کا شرف حاصل کیا۔ پھر مولائے کل، ختم الرسل، دانائے سبل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں پہنچ کر جبینِ نیاز خم کی۔

روضۂ اطہر پر شکریہ کا کون سا انداز اپنایا، اس راز سربستہ کو ربِ ذوالجلال جلّ شانہٗ، آقائے کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، خواجہ سید محمد شاہ اور خواجہ محمد شفیع کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ البتہ خواجہ محمد شفیع علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں کہ حضرت خواجہ سید محمد شاہ نور اللہ مرقدہٗ نے اپنے نبیرۂ باسعادت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں دے کر اطمینان کا سانس لیا

بچپن

جس سعادت مند خاندان کے آپ چشم و چراغ ہیں اس کے تقاضے عام گھرانوں جیسے نہیں ہیں۔ یہ ایک اسلامی اور مذہبی گھرانہ ہے جس کا ماحول انتہائی پاکیزہ اور شریعت و طریقت کا گہوارہ ہے۔ چنانچہ حضرت صاحبزادہ غلام نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا بچپن بھی انتہائی پاکیزہ ماحول میں گزرا۔ بچپن کا بیشتر زمانہ اپنے بزرگواروں کے سایۂ عاطفت میں گزارا۔ طفولیت کا زیادہ تر زمانہ عفت مآب پھوپھی صاحبہ کی زیر تربیت بسر کیا۔ کچھ عرصہ آپ اپنے نانا جان کی زیر نگرانی بھی رہے۔ بچپن میں آپ اپنے دادا جان فقیہِ عصر حضرت خواجہ محمد سَید شاہ کی خصوصی توجہات کا مرکز رہے۔

صاحبزادہ والاشان حضرت خواجہ غلام نقشبند فاروقی نقشبندی مجددی علیہ الرحمہ کو بچپن ہی سے کھیل کود اور دنیاوی لہو ولعب سے نفرت تھی۔ عام بچوں کی طرح شوخی و شرارت کا شائبہ بھی نظر نہیں آتا تھا۔ آپ خاموش طبع اور تنہائی پسند واقع ہوئے تھے۔ بچپن سے ہی آپ سلیم الطبع اور بے حد رحم دل تھے۔ زیادہ تر رحجان دین متین کی تعلیم حاصل کرنے کی طرف رہا۔ عام بچوں میں کھیلنا آپ کی عادت نہ تھی۔ کھیل کود سے بھی کم رغبت تھی۔ اوائل عمری میں ہی آپ کو طہارت و پاکیزگی پسند تھی۔ ہوش سنبھالتے ہی عام لوگوں سے الگ تھلگ رہنا شروع کر دیا تھا۔

عالمِ شباب

حضرت خواجہ غلام نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے عہد شباب میں دنیاوی لہو ولعب کو نظر حقارت سے ٹھکرا دیا تھا۔ آپ کے بزرگوں خصوصاً والد گرامی کی نظر کیمیا اثر نے آپ کی

روحانی تربیت میں کسی قسم کی کسر نہ اٹھا رکھی تھی۔ بموجب حدیث پاک

"جو مرد جواں اپنا حسن و شباب رب کی رضا کے لیے
وقف کر دے رب ذوالجلال جل شانہٗ فخریہ انداز
میں اپنے ملائکہ مقربین کے سامنے اس کے بندۂ حق
ہونے کا اعلان فرماتا ہے۔"

آپ نے اپنا شباب رضائے الٰہی کے حصول میں صرف کیا۔ پہلے دینی علوم کے حصول کی طرف پوری تندہی سے متوجہ رہے۔ پھر دینِ متین کی تبلیغ کا فریضہ بحسن وخوبی سرانجام دیتے رہے۔ تاہم جوانی میں آپ کو گھوڑ سواری کا بہت شوق تھا۔ یہ شوق آپ کو وراثت میں ملا تھا۔ آپ کے آباؤ اجداد سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پاسداری و متابعت میں گھوڑیاں پالنا ضروری خیال کرتے تھے۔ اس زمانے میں رسل و رسائل کے محدود ترین وسائل ہونے کی بنا پر گھوڑی پالنا وقت کی اہم ضرورت بھی ہوتی تھی۔ کیونکہ دور دراز علاقوں میں تربیتی اور تبلیغی سفر کے لئے گھوڑی کی اشد ضرورت ہوتی تھی۔ لہٰذا خاندانی روایت کے مطابق آپ گھوڑی پر سفر کرنے کو ترجیح دیتے تھے۔

روایت ہے کہ کبھی کبھار قریبی ندی (کسّی) میں نہانا پسند فرماتے تھے۔ ایامِ طفولیت میں تنہا پسندی، لہو و لعب سے بے اعتنائی اور ذکر و فکر میں محویت یہ تمام باتیں عالم شباب میں غیر مرئی حقیقتوں کی آئینہ دار ہیں۔

ابتدائی تعلیم

آپ کا خاندان کئی نسلوں سے روحانی تعلیمات اور شریعت مطہرہ کی عملی ترویج و ترقی کا فریضہ سرانجام دیتا چلا آرہا ہے۔ لہٰذا اس عظیم الشان روحانی تربیت گاہ (دربار عالیہ

نقشبندیہ مجددیہ چورہ شریف) کا صحیح وارث بننے کے لیے دینی اور روحانی علوم کا حصول لازمی امر تھا۔ اس لئے ہوش سنبھالتے ہی ظاہری علوم اور باطنی تربیت کا سلسلہ شروع ہوا۔ ابتدائی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم بھی جاری رہی۔

ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے گاؤں میں حاصل کی۔ کچھ عرصہ اپنے نانا کے ہاں بھی زیورِ تعلیم سے آراستہ ہوتے رہے۔

علومِ دینیہ کا حصول

آپ نے آٹھ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔ اس دوران مڈل تک تعلیم بھی حاصل کی۔ پھر اعلیٰ تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے۔ فیصل آباد (سابقہ لائل پور) میں دارالعلوم جامعہ رضویہ تشنگان علوم دینیہ کے لیے ایک چشمۂ فیض تھا۔ اس دارالعلوم کے بانی محدث اعظم پاکستان فقیہِ بے بدل، عالم اجل، عاشق رسول، حضرت مولانا محمد سردار احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ تھے۔ جن کے سامنے آپ نے علوم حدیث حاصل کرنے کے لیے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ ابتداء ہی سے آپ کے دل میں علم و عمل کی لگن پیدا ہو گئی تھی۔ آپ کے والد گرامی اور جد امجد کی نظر کیمیا اثر سے یہ بات آپ کے دل نشین ہو چکی تھی کہ علم وہی نافع ہے جس سے عملِ صالح اور اخلاص کی راہیں ہموار ہوں۔ چنانچہ آپ نے علوم منقول میں خوب دسترس حاصل کی۔

حضرت محدث اعظم عقائد اہلسنت حنفی کے زبردست داعی اور موید تھے۔ وہ اپنے طلباء کی تربیت اسی نہج پر کرتے تھے۔ حضرت صاحبزادہ غلام نقشبند نور اللہ مرقدہٗ مولانا سردار احمد کی خصوصی توجہ کا مرکز رہے۔ آپ کا حافظہ غیر معمولی طور پر تیز تھا۔ علومِ دینیہ کے حصول میں آپ نے خاص طور پر توجہ دی اور ساتھ ساتھ عربی فارسی اور اردو کی تعلیم بھی

حاصل کرتے رہے۔ کتبِ تصوف خصوصاً مکتوبات امامِ ربانی حضرت مجدد الف ثانی، عوارف المعارف، احیاء علوم الدین، کیمیائے سعادت زیرِ مطالعہ رہیں۔

آپ کو قرآن وحدیث اور فقہ پر مکمل عبور حاصل تھا۔ ہم درسوں سے نہایت محبت کا اظہار فرماتے تھے۔ ہمیشہ باوضو رہنے کی عادت تھی۔ دارالعلوم جامعہ رضویہ فیصل آباد کے قیام کے دوران آپ کے والد گرامی قدوۃ السالکین، سرخیلِ اولیاء حضرت خواجہ پیر محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ اکثر آپ کے پاس تشریف لے جاتے اور اپنی ظاہری و باطنی توجہات سے اپنے اس ہونہار لختِ جگر کی تربیت کرتے رہے۔ یوں علوم ظاہری کے حصول کے ساتھ ساتھ باطنی علوم کی تحصیل اور سلوک کی تربیت بھی حاصل کرتے رہے۔ حضرت خواجہ پیر محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ جو مٹھائی اور پھل وغیرہ آپ کے لئے لے کر جاتے، آپ اس پر ختم خواجگان پڑھ کر تمام ہم درسوں میں تقسیم فرمادیتے تھے۔ آپ کے والد گرامی حضرت خواجہ پیر محمد شفیع علیہ الرحمہ اپنے وقت کے قطب اور ولی تھے۔ غوثِ وقت، فقیہِ عصر، شمس العارفین حضرت خواجہ سید محمد شاہ قدس سرہٗ کی بالمشافہ باطنی توجہات حاصل کرنے کا زمانہ اگرچہ بہت قلیل یعنی صرف ۴ سال تھا مگر اس کے باجود آپ کو اویسی طریقہ سے ان سے فیض حاصل کرنے کا شرف حاصل رہا ہے۔ علوم باطنی، طریقت وحقیقت اور معرفت کی بعض منازل طے کرنے میں آپ نے اپنے اجداد سے بہت استفادہ کیا۔

شادی خانہ آبادی

علومِ متداولہ سے فارغ التحصیل ہوئے تو آپ کا عقد مبارک آپ کی پھوپھی کی دختر نیک اختر سے کر دیا گیا۔ جن کے بطن پاک سے صاحبزادہ احمد مقتدیٰ اور ایک صاحبزادی تولد ہوئے۔ جناب احمد مقتدیٰ کی ہمشیرہ عمر میں ان سے بڑی ہیں۔ جناب

صاحبزادہ احمد مقتدیٰ کا سن ولادت ۱۹۵۸ء بتایا جاتا ہے۔ نکاحِ ثانی بھی آپ کے والد گرامی پیر محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی رضا ومنشا سے ۱۹۶۲ء یا ۱۹۶۳ء میں کیا۔ اس نکاح مبارک کے نتیجہ میں پیرزادہ جناب محمد بدرالدجیٰ اور ان کی تین ہمشیرگان تولد ہوئیں۔ ایک ہمشیرہ پیرزادہ محمد بدرالدجیٰ صاحب سے عمر میں بڑی اور دو چھوٹی ہیں۔

رُشد وارشاد

بیعت

بیعت کے لغوی معنی فرمانبرداری کا عہد و پیمان باندھنا یا اطاعت میں آنا ہے۔ عرفِ عام میں بیعت سے مراد کسی اللہ والے کا مرید ہونا ہے۔ بیعت کے دو بڑے مقاصد ہیں۔ ایک تو اصولاً کسی عقیدے سے وابستہ ہو کر کسی شخص کی تعلیم کو قبول کرنا ہے اور دوسرے کسی کی حاکمیت کو تسلیم کرنا ہے۔ اولیائے کرام کے ہاں جو بیعت کا مفہوم لیا جاتا ہے وہ بھی دو قسم کا ہے۔ ایک بیعتِ طریقت اور دوسری بیعتِ ارشاد۔

وہ امور جن کا تعلق تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب سے ہے، بیعتِ طریقت میں شامل ہیں اور یہی امور تقربِ الی اللہ کا ذریعہ بنتے ہیں۔ صوفیا جب اپنے کسی مرید میں منازلِ سلوک طے کرنے کی صلاحیت دیکھتے ہیں اور اسے بہ سرعت طے کرتا ہوا پاتے ہیں تو اس مرید سے بیعتِ ارشاد لیتے ہیں۔

سلاسلِ طریقت اور خانقاہی نظامِ تبلیغ میں بیعت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

بیعت نصِ قطعی سے بھی ثابت ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہِ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ

یعنی: جو لوگ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں، وہ دراصل اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیعت کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

اس آیتِ مبارکہ سے نہ صرف انسانِ کامل کے ہاتھ پر بیعت کرنا ثابت ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک کو اپنا ہاتھ بھی قرار دیا ہے۔

بیعت کے معنی فروخت کرنے کے بھی ہیں۔ یعنی اپنے آپ کو کسی مردِ کامل کے ساتھ کامل طور پر وابستہ کر لینا۔ اللہ تعالیٰ بھی قرآنِ حکیم فرقانِ حمید میں ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَ اَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ

یعنی: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانیں اور مال جنت کے عوض خرید لیے ہیں۔

اس سے مراد اشاعتِ اسلام اور ترویجِ دین کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دینا ہے۔ ایک دوسری جگہ ارشادِ باری تعالیٰ اس طرح وارد ہوا ہے:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُو اللّٰہَ وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ

یعنی: اے ایمان والو! اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہِ قدس میں خشیت اختیار کرو اور تقرب الی اللہ کے لیے وسیلہ تلاش کرو۔

نیز فرمایا:

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّھِمُ الْوَسِیْلَۃَ

اکابرینِ امت اور مفسرینِ متقدمین کے نزدیک وسیلہ سے مراد توسلِ مرشد ہے۔ شاہ عبدالرحیم اور شاہ عبدالعزیز رحمہم اللہ علیہم نے بھی وسیلہ کے یہی معنی مراد لئے ہیں۔

اس نصِ قطعی کی بنا پر بعض حضرات نے بیعت کو واجب قرار دیا ہے مگر علمائے حقہ کی اکثریت بیعت کو سنت قرار دیتی ہے اور یہی حق بھی ہے کیونکہ حضور نبی اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے تا حال تواتر کے ساتھ بیعتِ طریقت کا سلسلہ جاری ہے

اور انشاء اللہ تا قیامِ قیامت جاری وساری رہے گا۔

رؤف ورحیم آقا علیہ الصلوٰۃ والثناء نے امتِ مرحومہ کی رہبری ورہنمائی کے لیے کارِ نبوت کو دو طبقوں کے سپرد فرمایا ہے۔ دین حقہ کے ظاہری علوم کی تعلیم علمائے کرام کو تفویض فرمائی ہے اور باطنی اصلاح وتزکیہ وتصفیہ کا فریضہ اولیائے کرام کے سپرد فرمایا ہے۔ گویا یہ دو جماعتیں ایمان واعمال کے دو بازو ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صوفیائے کرام ابتداء میں ظاہری دینی علوم کی تحصیل کے لیے علمائے کرام کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرتے ہیں اور علمائے کرام ظاہری علومِ دین کی تکمیل کے بعد باطنی علوم کے حصول کے لیے اولیائے کرام کے دستِ حق پرست پر بیعت کر کے ان کی نیازمندی حاصل کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جس طرح جسمانی بیماریوں کے لیے اطباء وحکما کی ضرورت پیش آتی ہے، اسی طرح روحانی بیماریوں کے علاج کے لیے اولیائے کرام کی نگاہ وتوجہ درکار ہوتی ہے۔ لہٰذا اس کا مستحق بننے کے لیے کسی مردِ حق آگاہ کے دست مبارک پر بیعت کر کے طریقت کے سلاسلِ اربعہ میں سے کسی ایک طریقہ میں داخل ہونا ضروری ہے اور اکتسابِ فیض کے لیے اولیائے کرام کے درِ اقدس کی حاضری کو لازم پکڑنا بھی ازحد ضروری ہے۔

یک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعتِ بے ریا

محبوبِ سبحانی، غواصِ بحرِ عرفانی امامِ ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ النورانی کا ارشاد ہے کہ:

''اولیا اللہ کا کلام دوا ہے اور ان کی نظر شفا ہے۔''

سلاسلِ طریقت میں بیعت لینے کا جو طریقہ مروج ہے، وہ درحقیقت سنت اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس کا مقصد گناہوں سے توبہ کرنا، آئندہ گناہوں

سے بچنا اور ایمان و صالح عمل کی پابندی ہے۔ سب سے اولین عہد جو ربِ ذوالجلال نے انسانوں کی ارواح سے لیا وہ میثاقِ الست کے نام سے معروف ہے۔ سورہ اعراف میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ''کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔'' جواب ملا قَالُوا بَلٰى ''ہاں ہم اقرار کرتے ہیں کہ تو ہی ہمارا رب ہے۔'' اسی طرح اہلِ کتاب سے عہد لیا گیا کہ وہ کتاب کی تعلیم کو بیان کریں گے، اسے چھپائیں گے نہیں یعنی وَاِذَا اَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ۔

بعینہٖ بنی اسرائیل سے بھی عہد لیا گیا جس پر قرآنِ حکیم میں یہ آیت مبارک شاہد ہے وَ اِذَا اَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَاتَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ (جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ تم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں کرو گے۔)

پھر انبیاء علیہم السلام سے نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے کا عہد لیا گیا۔ وَ اِذَا اَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّيْنَ... (آلِ عمران)

یہ وہ عہد و پیمان تھے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے بنی آدم کی روحوں، اہلِ کتاب، بنی اسرائیل اور انبیاء علیہم السلام سے مختلف امور پر لیے۔ اسی طرح سنتِ الٰہیہ کے اتباع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بہت سے معاملات میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بیعت لی۔ جن میں بیعتِ عقبیٰ اولیٰ، بیعتِ عقبیٰ ثانی، بیعتِ رضوان وغیرہم شامل ہیں۔ عورتوں سے چوری نہ کرنے، زنا سے بچنے، میتوں پر نوحہ نہ کرنے اور اپنے خاوندوں کی تابعداری کرنے کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت، جہاد، اقامت ارکانِ اسلام (صوم و صلوٰۃ، حج، زکوٰۃ وغیرہ) پر بیعت لی۔ لہٰذا جو فعل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب و حکمت کی تعلیم، تزکیۂ نفوس، تصفیۂ قلوب کے لیے کیا، وہ علمائے راسخین کے لیے سنت ٹھہرا۔

بدیں وجوہات بیعت کے مسنون ہونے میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہ رہی۔ یہی وجہ ہے کہ نبیٔ رحمت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رحلت فرمانے کے بعد خلفاء راشدین، اولیائے عظام، مشائخ کرام، علمائے راسخین اور بزرگانِ دین جن کا علم زہد وتقویٰ سے بھرپور اور شک وشبہ سے بالاتر ہے، اسی سنت پر عمل پیرا آرہے ہیں۔

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سینوں کو نورِ معرفت وحقیقت سے منور فرمایا جن کی اک صحبت سے تواتر کے ساتھ اولیائے کرام نے فیض حاصل کیا اور اب تک صوفیائے کرام اپنے اپنے سلسلہ کے مشائخ متقدمین کی صحبتوں سے اس نورِ معرفت کو حاصل کر کے اپنے سینوں کے منور فرماتے چلے آرہے ہیں۔ گویا اصحابِ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین جو انوارِ نبوت ورسالت کے مخزن ہیں، سے اکتسابِ فیض کر کے اولیائے کرام نے اپنے اپنے طریقہ کے متوسلین کو فیض یاب کیا ہے۔

لہٰذا ان کے دستِ حق پرست پر بیعت کرنا دراصل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی بیعت کرنے کے قائم مقام ہے۔ بالفاظِ سادہ کسی باشرع پیرِ کامل کی بیعت کرنا حقیقت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کرنا ہے۔ مرشدِ کامل صرف وسیلہ ہوتا ہے۔ کیونکہ مرشد کا ہاتھ سلسلہ بسلسلہ اپنے پیشواؤں کے ذریعے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ اقدس تک پہنچتا ہے۔

اس امر کی موید قرآن حکیم کی یہ آیت بھی ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ ... فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ.

لہٰذا پیرِ کامل کا دامن حقیقت میں دامنِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کا ہم پر کتنا بڑا احسان ہے کہ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ان نیک وصالحین مرشدانِ باصفا کو ہمارے لیے مخزنِ انوارِ نبوت بنا دیا ہے جو اس نورِ معرفت

کے باعث مردہ قلوب پر توجہ فرما کر نورٌ علیٰ نور بنا دیتے ہیں۔ اسی کو بیعتِ طریقت کہتے ہیں اور یہی بیعت، بیعتِ تقویٰ کہلاتی ہے۔ قرآنِ حکیم میں اس کا ذکر اس طرح آیا ہے:

یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُو اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ

ہمارے ممدوح حضرت صاحبزادہ خواجہ غلام نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کو تلاشِ مرشد کی چنداں ضرورت پیش نہیں آئی۔ آپ کو آپ کے جدِ امجد عمدۃ العارفین فقیہ بے بدل حضرت خواجہ پیر سید محمد شاہ قدس سرہٗ نے ولادت کے وقت ہی اپنا دہن مبارک چوسا کر فرما دیا تھا کہ اس نے تو سارے کا سارا حصہ حاصل کر لیا ہے۔ گویا یہ بھی بیعت کرنے کے مترادف ہی تھا۔ تاہم باقاعدہ بیعت بھی کم سنی ہی میں فرما لیا تھا۔ جس وقت رسمی طور پر بیعت فرمایا اس وقت صاحبزادہ نور اللہ مرقدہٗ کی عمر مبارک چار سال کے لگ بھگ تھی۔

بیعت ثانی آپ نے اپنے والد گرامی شیخ المشائخ پیر طریقت حضرت خواجہ محمد شفیع علیہ الرحمۃ سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں کی۔ جیسا کہ آپ نے اپنے دستِ مبارک سے خود تحریر فرمایا ہے۔

"خادم اہل اللہ المدعو ابہ غلام نقشبند عفی اللہ عنہٗ کہ داخل شدم در طریقہ نقشبندیہ بار ثانی از حضرت والد خود حضرت پیر محمد شفیع مد ظلہ العالی۔۔۔"

۱۹۵۶ء میں آپ کو آپ کے والد گرامی نے اپنے دستِ حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت فرمایا۔ حضرت صاحبزادہ پیر غلام نقشبند علیہ الرحمۃ خود رقم طراز ہیں

"فقیر حافظ غلام نقشبند الحاج ۵۶ کہ داخل شدم در طریقۂ قادریہ بحضرت والد خود حاجی پیر محمد شفیع صاحب۔۔۔"

بعد ازاں یکے بعد دیگرے آپ سلسلہ ہائے علیہ قادریہ ثالثہ سعدیہ، قادریہ ثانیہ،

چشتیہ قدسیہ، چشتیہ صابریہ، چشتیہ نظامیہ، چشتیہ فریدہ، سہروردیہ، کبرویہ جنیدیہ، کبرویہ یعقوبیہ، مداریہ صدیقیہ اور شطاریہ میں اپنے والد گرامی فخر المشائخ واقفِ اسرار الٰہی حضرت خواجہ پیر محمد شفیع رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور ان تمام سلاسل میں اجازت وخلافت سے نوازے گئے۔ تمام شجرہائے طریقت جن میں آپ کو بیعت واجازت کا شرف حاصل ہوا وہ کتاب ہٰذا کے آخر میں برائے استفادۂ قارئین شامل کر دیے گئے ہیں۔

مسندِ ارشاد

ہادیٔ دوراں، قطب الاقطاب حضرت خواجہ فقیر محمد رحمہ اللہ علیہ ایک کامل ومکمل شیخ کی حیثیت سے چورہ شریف کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی ترویج واشاعت کا مرکز بنا چکے تھے۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادہ حضرت پیر سید محمد شاہ سجادہ نشین مقرر ہوئے جنہوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں کا لوہا منوایا۔ ان کے بعد حضرت صاحبزادہ پیر محمد شفیع علیہ الرحمہ نے اکلوتا فرزند ہونے کی وجہ سے اس مشہور ومعروف خانقاہ کے سجادہ نشین کی حیثیت سے ذمہ داریاں سنبھالیں۔ آپ نے بھی اپنے اسلاف کے نقش پا پر گامزن رہتے ہوئے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے فیض کو دور و نزدیک پہنچانے میں ان تھک کوششیں کیں۔ حضرت پیر محمد شفیع علیہ الرحمہ کے پانچ صاحبزادے ہیں۔ جن میں سے حضرت صاحبزادہ پیر الحافظ غلام نقشبند سب سے بڑے ہیں۔ آپ کے والد گرامی نے اپنے تمام صاحبزادگان کی الگ الگ شعبے میں تعلیم وتربیت کا فیصلہ کیا۔ صاحبزادہ غلام نقشبند علیہ الرحمہ کو دینی تعلیم سے آراستہ کیا جبکہ آپ کے چھوٹے بھائی ڈاکٹر غلام مجدد مدظلہ العالی کو ڈاکٹری کی تعلیم دلائی اور منجھلے صاحبزادہ جناب غلام مرشد کو بی۔ کام کرایا۔ جناب غلام امجد

اور جناب غلام زاہد اس وقت نو عمر تھے ان کی تعلیم و تربیت کا انتظام حضرت خواجہ غلام نقشبند علیہ الرحمہ نے کیا اور بعد میں ڈاکٹر غلام مجدد مدظلہ العالی نے اسے پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔

حضرت خواجہ پیر محمد شفیع قدس سرہٗ نے اپنی زندگی میں ہی صاحبزادہ غلام نقشبند علیہ الرحمہ کو اپنا جانشین نامزد کر دیا تھا اور ان کی تربیت بھی اسی نہج پر کی تھی۔ جب حضرت صاحبزادہ پیر غلام نقشبند علیہ الرحمہ جامعہ رضویہ فیصل آباد سے فراغت حاصل کر چکے تو ان کی شادی کر دی گئی اور خانقاہ میں لنگر کا انتظام و انصرام ان کے حوالہ کر دیا گیا۔ یوں آپ اپنے والد گرامی کی حیات میں ہی مسند ارشاد کے وارث قرار پا چکے تھے۔

سجادہ نشینی

طریقت کی اصطلاح میں سجادہ نشینی کا مفہوم یہ ہے کہ کسی شیخ طریقت کے وصال کے بعد مسند ارشاد پر اس کا کوئی خاص مقرب خلیفہ یا فرزند مقرر کر دیا جائے جو اس قابل ہو کہ اس کی کماحقہٗ نمائندگی کر سکے۔ تمام سلاسل طریقت کی مسندوں (گدیوں) میں عام دستور یہی چلا آ رہا ہے کہ اکثر مشائخ نے اپنی حیات میں ہی اپنے صاحبزادوں میں سے جس کو اس قابل سمجھا اس منصب کے لیے نامزد کر دیا یا ان کی وفات کے بعد حلقۂ احباب نے مرشد زادوں میں سے کسی ایک کو منتخب کر لیا۔ البتہ جن خانقاہوں میں یہ دونوں صورتیں پیش نہ آئیں وہاں ایک سے زیادہ دعوے دار پیدا ہو گئے اور درگاہِ مقدسہ کے وقار کو خاک میں ملا دیا۔ ایسی صورت میں اس منصب کے حصول کے لیے کئی تنازعے پیدا ہو جاتے ہیں جو مخلصین اور برادران طریقت کے لیے پریشانی کا باعث بن جاتے ہیں۔ اس کے باوجود سجادہ نشینی ایک ایسا منصب ہے جو اصل شیخ طریقت کی نمائندگی کرتا ہے۔ اگرچہ اس کی شخصیت میں وہ اصل بات موجود نہیں ہوتی جو خود شیخ طریقت میں موجود ہوتی ہے مگر پھر بھی

شیخ طریقت کا فیض جاری رہتا ہے اور ناقص جانشین سے بھی کامل مکمل شیخ کی طرح عوام الناس اور طریقت کے متلاشی مستفیض ہونے لگتے ہیں۔ کیونکہ شیخ کی ذات بابرکات ابتدا سے انتہا تک کٹھالی سے نکلی ہوتی ہے اور اپنے ذاتی نور سے دنیا کو منور کرتی ہے بخلاف سجادہ نشین کے کہ وہ اصل شیخ کا ظل ہوتا ہے اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ سجادہ نشین سے اصلی شیخ سے بڑھ کر افادہ واستفادہ ظاہر ہونے لگتا ہے۔

ولایت نبوت کی طرح ایک مرتبہ اور منصب ہے۔ اولیاء اللہ وہی کام کرتے ہیں جو انبیاء کرام کرتے ہیں مگر فرق اتنا ہے کہ ولایت نبوت کی تابع ہے۔ ولی نبی نہیں ہوسکتا البتہ نبی ولایت کے مرتبہ پر بھی فائز ہوسکتا ہے۔ بالفاظِ دیگر نبوت ولایت سے افضل ہے چاہے وہ ولایت نبی کی ہی کیوں نہ ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کی بعثت کے بعد نبوت اور رسالت کے دروازے بند ہو چکے ہیں اور حضور سرور انبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ونبوت ہی تا قیام قیامت قائم ودائم رہے گی۔ حضور علیہ السلام کے بعد کوئی نیا نبی یا رسول نہیں آ سکتا۔ اس لئے امتِ مرحومہ کے بعض افراد ولایت کے مرتبے پر فائز ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت میں رہ کر اور شریعت مطہرہ کے تمام آداب بجالا کر بھولی بھٹکی غفلت زدہ انسانیت کو اللہ تبارک وتعالےٰ کے راستے پر گامزن کرتے ہیں۔ اور اس راستے کی مشکلات میں وہ سالکین وطالبینِ طریقت کی راہنمائی فرماتے ہیں اور ہر قسم کی مدد بہم پہنچاتے ہیں۔ علمائے کرام شریعت کا علم رکھتے ہیں اور ظاہری احکام کی تفصیل وتشریح بیان کرتے ہیں مگر تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلوب کے دروازے ان پر بند رہتے ہیں جبکہ کاملین امت شریعت مطہرہ کی عملی تشریح کر کے غافل انسانوں کے تزکیۂ نفوس اور تصفیۂ قلوب کا کام سرانجام دیتے ہیں۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے مشائخ کرام اپنی کیمیا اثر

نگاہوں سے مستعد مریدوں کی منازل آنِ واحد میں طے کرا دیتے ہیں۔

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار اند

کہ برند ز رہِ پنہاں بہ حرم قافلہ را

اگرچہ یہ بہت بڑا کام اور کٹھن مرحلہ ہے مگر جب سالکِ راہ کی تکمیل ہو جاتی ہے تو اس کی تاثیریں اس کے ملنے والوں پر اثر انداز ہونے لگتی ہیں۔ اسی طرح علمِ حقائق کا سلسلہ علم و عمل اور اخلاص کے ذریعے قائم ہو جاتا ہے۔

حضرت خواجہ الحافظ پیر غلام نقشبند قدس سرہٗ علوم شرعیہ اور علوم باطنی کے جامع تھے۔ آپ نے ظاہری علوم کی انتہائی بلندیوں کو طے کر کے کامل استعداد حاصل کر لی تھی۔ محنت اور شوق جو اس راستے کی بہترین سواری ہیں وہ پوری قوت کے ساتھ آپ میں موجود تھیں۔ گویا بقول امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ العزیز آپ نے شریعت اور طریقت کے دونوں پَر جو اونچی پرواز کے لئے درکار ہوتے ہیں حاصل کر لیے تھے اور سجادہ نشینی کے اعلیٰ منصب پر فائز ہونے کے اہل ہو گئے تھے۔

حلقۂ ارادت پہلے ہی موجود تھا اور حضور قبلہ عالم پیر محمد شفیع علیہ الرحمہ آپ کو متعدد سلاسل طریقت میں بیعت فرما کر اجازت و خلافت سے نواز چکے تھے۔ لہٰذا آپ کی سجادہ نشینی کے وقت نہ کسی قسم کے تنازعہ نے سر اٹھایا نہ برادران حقیقی میں سے کوئی اس منصب کا دعویدار بنا۔ لہٰذا آپ نے حضور قبلہ عالم پیر محمد شفیع علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد اس حلقۂ ارادت کو قبول فرما لیا اور دوسری طرف حلقۂ ارادت میں منسلک احباب نے جو آپ کی اہلیت و صلاحیت سے پہلے سے ہی بخوبی واقف تھے آپ کی توقیر و تعظیم میں کسی قسم کا دقیقہ فرد گزاشت نہ کیا۔

طریقت کی دنیا میں خلافت یا مسند ارشاد کے منصب کا اصل مقصد فرائض نبوت

یعنی تعلیم و تعلم، حکمت و دانائی، تزکیہ نفوس اور تصفیہ قلوب کے امور بذریعہ تبلیغ اور افادہ و استفادہ کی راہ سے سرانجام دیئے جاتے ہیں۔ ایک مناسب عرصے تک روحانی تربیت حاصل کرنے کے بعد یہ منصب جلیلہ عطا ہوتا ہے۔ اس عالی مرتبت منصب پر فائز ہونے والے سے اس بات کی توقع کی جاتی ہے کہ اس نے وہ تمام منزلیں طے کر لی ہیں جو ایک کامل و اکمل پیر کے لیے ضروری ہیں۔ وہ راہِ سلوک کے تمام نشیب و فراز سے کماحقہ آگاہ ہے اور وہ اس قابل ہو گیا ہے کہ اگر کوئی بھولا بھٹکا انسان اس سے رہنمائی حاصل کرنا چاہے تو یہ اسے منزل مقصود تک پہنچا سکے۔ گویا یہ منصب روحانیت کی تکمیل کی سند ہے جو عام مکاتب اور مدارس کی اسناد سے اعلیٰ و ارفع ہے۔ مگر انتہائی دشوار بھی ہے۔ کیونکہ دوسری اسناد 'قال' کی ہیں جبکہ یہ سند 'حال' کی ہے۔ وہ گفتار کی ہیں یہ کردار کی، وہ خبر کی ہیں یہ نظر کی۔ ان کا تعلق ظاہر سے ہے اس کا باطن سے۔ لہٰذا جو فرق قال و حال، گفتار و کردار، خبر و نظر اور ظاہر و باطن میں ہے وہی فرق منصب ارشاد اور باطنی خلافت میں ہے۔ المختصر یہ ایک ایسی دولت ہے جو ہر کسی کو نصیب نہیں ہوتی۔

ہمارے شیخ کامل قبلۂ عالم حضرت خواجہ الحافظ غلام نقشبند علیہ الرحمہ نے اس منصب جلیلہ کے تقاضوں کے عین مطابق اسے خوب نبھایا۔ اس سرمدی دولت کے ذریعے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی جوت مردہ دلوں میں نہ صرف خوب جگائی بلکہ احسن انداز سے اسے فروغ بھی دیا۔ نامور پیرانِ طریقت اور سجادہ نشین آپ کے ہم عصر اور بھی تھے۔ بہت سے لوگ جن کا تعلق کسی بھی انداز سے آپ کے ساتھ رہا ہے، اس حقیقت کا برملا اظہار کرتے ہیں کہ اس پرفتن اور گئے گزرے زمانے میں ایک کامل انسان اور حقیقی مومن میں جتنی اعلیٰ صفات ممکن ہیں وہ آپ میں کماحقہ موجود تھیں۔ آپ کی ہمہ جہت شخصیت کا اعتراف آپ کے بہت سے ہم عصر سجادہ نشینوں اور ذی علم شخصیات نے

بڑے اچھے انداز میں کیا اور آپ کو ایک جامع صفات انسان قرار دیا۔ ان بزرگ ہستیوں میں میرے ولی نعمت، شہنشاہِ ولایت نقش لاثانی حضور قبلۂ عالم پیر سید علی حسین شاہ قدس سرہٗ علی پور سیداں شریف سرفہرست ہیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کی عمر مبارک ابھی تیس اکتیس سال کے لگ بھگ تھی جب دربار عالیہ چورہ شریف کی سجادگی و تولیت کا گراں بہا بوجھ آپ کے کندھوں پر آ پڑا۔ فخر المشائخ، حضور باواجی خواجہ فقیر محمد چوراہی قدس سرہٗ جیسے مردِ کامل کے دربار کی سجادہ نشینی آسان کام نہیں ہے۔ مگر حضرت صاحبزادہ پیر الحافظ غلام نقشبند علیہ الرحمہ نے اس فرض کو خوب نبھایا اور ایک صاحبِ نظر، جواں ہمت مرد کامل ہونے کا ثبوت دیا۔

آپ جواں عمری میں ہی مسند ارشاد پر متمکن ہو گئے تھے۔ آپ نے جس استقامت اور روحانی ایقان سے وابستگانِ دربار عالیہ چورہ شریف کی روحانی تربیت کا فریضہ ادا کیا وہ صرف آپ ہی کا حصہ تھا۔ آپ کے پاس جو بھی خستہ حال اور مصائب دنیا کا راندہ ہوا آیا وہ سکون قلبی حاصل کر کے واپس لوٹا۔ آپ نے سینکڑوں گم کردہ راہ انسانوں کو صراط مستقیم دکھایا۔ بھٹکے ہوؤں کو راہِ ہدایت دکھائی اور عرفان ذات کے خواہشمندوں کے قلوب کا تزکیہ و تصفیہ کر کے انہیں منزل مقصود سے ہمکنار کیا اور اپنے اسلاف کی اس عظیم روحانی تربیت گاہ کا اپنے آپ کو ہر طرح سے اہل ثابت کیا۔ برادران طریقت میں سے ہر ایک اس امر کا برملا اعتراف کرتا ہے کہ حضور قبلۂ عالم پیر غلام نقشبند علیہ الرحمہ کو جو محبت اس سے تھی وہ کسی اور سے نہ تھی۔

اخلاقِ حمیدہ

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ صاحب تذکرہ کے محاسن اخلاق پر کچھ لکھنے سے قبل قرآن وحدیث، سیرتِ صحابہ کرام اور اولیائے عظام کے نظریہ کی روشنی میں حسن اخلاق کی وضاحت اور تعین کر لیا جائے تا کہ صاحب زادہ پیر حافظ غلام نقشبند رحمتہ اللہ کے اخلاقی محاسن کو اس آئینے میں دیکھا جا سکے۔

یہ ایک بیّن حقیقت ہے کہ انسان صرف شکل وصورت کا نام نہیں ہے بلکہ اخلاق ہی انسان کو انسان بناتے ہیں۔ شکل وشباہت، اعضاء وجوارح، ہاتھ پاؤں اور جسمانی خدو خال کے لحاظ سے تو سب لوگ ایک جیسے دکھائی دیتے ہیں۔ عادات وخصائل اور سیرت و کردار کے اعتبار سے ان سب میں زمین وآسمان کا فرق پایا جاتا ہے۔

عارف رومیؒ نے فرمایا ہے ؎

گر بصورت آدمی انسان بدے
احمد و بو جہل ہم یکساں بدے

(یعنی اگر شکل وصورت کا نام ہی انسان ہوتا تو احمدِ مجتبیٰ
ﷺ اور ابو جہل لعین میں کوئی فرق نہ ہوتا)

کلام مجید ایسے سب لوگوں کو جو شکل وصورت کا حامل ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے مطلوبہ معیار اخلاق سے عاری ہیں چوپایوں سے بھی بدتر قرار دیتا ہے۔ ان کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا

يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا
يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ (الاعراف آیت ۱۷۹)

ترجمہ:۔

اور بے شک ہم نے جہنم کے لیے بہت سے جن اور آدمی پیدا کیے۔ وہ دل رکھتے ہیں جن میں سمجھ نہیں اور اُن کی آنکھیں ہیں جن سے دیکھتے نہیں اور اُن کے کان ہیں جن سے سُنتے نہیں وہ جانوروں کی طرف ہیں بلکہ اُن سے بھی بڑھ کر گمراہ۔ یہی وہ لوگ ہیں جو غافل اور بے خبر ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ آدمی اپنے اخلاق، علم وحلم، جود وسخا، عفو ودرگزر اور محبت وایثار سے آدمیت کے مقام پر فائز ہوتا ہے۔ انسان کی یہ خوبیاں اور ان جیسی دیگر صفات ہی آدمیت کا جوہر ہوتی ہیں۔ یہی وہ اوصاف پسندیدہ ہیں جن سے انسانی معاشرہ ظلم واستبداد اور ہر طرح کے استحصال سے پاک ہوکر امن وسلامتی کا گہوارہ بن جاتا ہے۔

قرآن حکیم میں انسانی سیرت وکردار کے مطلوبہ معیار کی نشان دہی ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ
الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَ النَّبِيّٖنَ وَ
اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ ابْنَ
السَّبِيْلِ وَ السَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَ
الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ

وَحِينَ الْبَاْسِ ط اُولٰٓئِکَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ط وَ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ O

(البقرہ آیت ۱۷۷)

یعنی: نیکی یہی نہیں کہ تم نماز میں اپنا منہ مشرق ومغرب کی طرف کرلو بلکہ اصل نیکی ان کی ہے جو اللہ پر، فرشتوں پر، قیامت پر، کتب سماوی پر اور پیغمبروں پر ایمان لاتے ہیں، اور مال کی خواہش کے باوجود اپنا مال رشتہ داروں کو، یتیموں کو، مسکینوں کو، مسافروں کو، مانگنے والوں اور غلاموں کو آزاد کرانے میں خرچ کرتے ہیں، اور نماز ادا کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور جو اپنے وعدہ کو پورا کرتے ہیں اور مصیبت، تکلیف اور لڑائی میں ثابت قدم رہتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو راست باز ہیں اور یہی تقویٰ والے ہیں۔

پیغمبروں کی بعثت کا مقصد بنی نوع انسان کے انہی اخلاق کی اصلاح قرار دیا گیا ہے۔ انبیائے کرام علیہم السلام کی مساعی جمیلہ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے انسانوں کی سیرت وکردار سازی اور ان کے تزکیۂ نفوس اور تصفیۂ اخلاق کے لئے اپنی زندگیاں صرف کیں۔ ان کی حیات طیبہ کا مقصد ہی انسانوں کی ایسی سیرت سازی تھا جس کی بنا پر سماجی اور معاشرتی ماحول پاکیزہ ہوجائے۔ ظلم واستبداد کا خاتمہ ان کا مطمح نظر تھا۔ وہ ایسا معاشرہ وجود میں لانے کے لئے کوشاں رہے جو انسانیت کے لئے خوشگوار، پرامن اور فلاح دارین کا ضامن ہو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا قرآن حکیم میں جو فریضۂ منصبی متعین کیا گیا وہ علاوہ تلاوت آیات (قرآن حکیم) کے وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ہے یعنی آپ کی بعثت کا مقصد ہی تزکیہ نفوس اور کتاب وحکمت کی تعلیم تھا۔ ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس کی تصریح وتشریح ان الفاظِ قدسی میں ملتی ہے۔

(۱) اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا

(مسلمانوں میں کامل ایمان اس کا ہے جس کا اخلاق اچھا ہے) (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۳۲ مطبوعہ کراچی)

(۲) بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ حُسْنَ الْاَخْلَاقِ اَوْمَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ

(میں حُسن اخلاق یا مکارمِ اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں) (کنز الاعمال صفحہ ۵۲ مطبوعہ حیدر آباد دکن)

مشائخ عظام کی نظر میں حسنِ اخلاق کی اہمیت

اولیائے کرام کے ہاں حسن اخلاق کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ان کی نظر میں حسن اخلاق صرف صاف ستھرا لباس پہننے، اچھی معاشرتی زندگی گزارنے یا خندہ پیشانی سے پیش آنے کا نام نہیں بلکہ حقوق العباد کی ادائیگی، سماجی و معاشرتی معاملات کی درستگی، خدمت خلق، ایثار و قربانی، وعدہ ایفائی، ہمدردی و غم خواری اور مخلوق خدا کو نفع و راحت رسانی کا نام حسن اخلاق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنی تعلیمات، ملفوظات اور عملی زندگی میں اخلاق حمیدہ اور خصائل پسندیدہ اپنانے پر زور دیا ہے۔ ان کے نزدیک لطف و احسان اور اخلاق و مروت سے پیش آنا، پریشان حال اور غمزدہ لوگوں کی دلجوئی کرنا عبادات اور وظائف سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ حضرت فضل بن عباس رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ:۔

"آدمی کا اہلِ مجلس کے ساتھ نرمی اور حسن اخلاق سے پیش آنا اس کے قیام الّیل اور دن کے روزے سے زیادہ بہتر ہے۔" (صوفیا اور حسن اخلاق صفحہ ۳۵)

اکابر اولیائے کرام و مشائخ عظام کی زندگیاں صرف زہد و مجاہدہ اور عبادات و کرامات سے ہی عبارت نہیں ہیں بلکہ انکا سب سے بڑا کارنامہ اور عظیم کرامت مردہ دلوں کو زندہ کرنا، اور ایمان سے عاری انسانوں میں ایمان وایقان کی جوت جگانا اور حبِ رسول ﷺ سے ان کے قلوب کو روشن و منور کرنا ہے۔ صوفیاء کرام کے دم قدم سے اسلام کی جو

اشاعت وترویج ہوئی ہے وہ ان کی کرامات وخرق عادت واقعات کی مرہون منت نہیں ہے بلکہ ان کے حسن اخلاق، حقوق العباد کی رعایت، مخلوق خدا کے ساتھ ایثار ومحبت سے پیش آنے، عوام الناس کی دلجوئی وخیر خواہی، جود وسخا، شفقت ورحمت اور بے لوث خدمتِ خلق کا نتیجہ ہے۔ صوفیائے کرام کے پاس سب سے بڑا ہتھیار اور سب سے بڑی طاقت جس کے ذریعے انہوں نے لوگوں کے دلوں کو فتح کیا، ان کو اپنا گرویدہ بنایا، بڑے بڑے فساق وفجار اور گناہوں میں ملوث انسانوں کو پاکباز وپاک طینت بنایا، یہی خدمت خلق، محبت وشفقت اور حسن اخلاق کی قوت اور جذبہ تھا۔ "تاریخ شاھد ہے کہ اسلام کی عالمگیر اشاعت کے زیادہ تر دو سبب ہیں ایک اس کی اپنی حقانیت اور دوسرے مبلغین اسلام کا حسن اخلاق" اسلام میں شائستگیٔ اخلاق کا اصل مبدأ ومعاد خود داعیٔ اسلام حضور اکرم ﷺ کی ذات ستودہ صفات ہے جن کے اعلیٰ اخلاق پر خود کلام اللہ تبارک وتعالیٰ ان الفاظ قدسیہ میں شاہد عادل ہے۔

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (القلم آیت ۴)

(اور بے شک آپ خلقِ عظیم پر ہیں)

قدوۃ السالکین، مخزن رشد و ہدایت، عارف باللہ حضرت صاحبزادہ پیر غلام نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ تھے۔ آپ سے جو شخص بھی ملنے آتا، آپ نہایت خندہ پیشانی سے ملتے۔ بچوں سے بہت زیادہ محبت وشفقت سے پیش آتے۔ نمود ونمائش سے سخت نفرت تھی۔ محفل میں تشریف آوری کے وقت اگر لوگ تعظیماً قیام کا قصد کرتے تو آپ روک دیتے تھے۔ مریدین کی لغزشوں اور کوتاہیوں کو عمومی رنگ میں بیان فرما کر سب کی اصلاح فرما دیتے تھے۔ آپ اپنے اور اپنے اسلاف کے مریدین ومتوسلین سے ایسے کریمانہ انداز سے پیش آتے کہ تمام احباب خیال کرتے کہ

حضرت صاحب جس قدر محبت و نوازش مجھ پر فرماتے ہیں شاید ہی کسی اور سے فرماتے ہوں۔ محبت کا انداز ہی ایسا تھا کہ نہ صرف متوسلین و ارادت مند بلکہ ہر ملنے والا آپ کا گرویدہ ہو جاتا۔ اکثر اوقات ایسا بھی ہوا کہ غیر عقیدہ شخص آپ کی ایک ہی صحبت میں آپ کے متوسلین میں شامل ہو گیا۔

یہ اور اس طرح کے اور اخلاق حسنہ در حقیقت سنت خیر الانام صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کے عین مطابق ہیں۔ اولیائے کرام اور مشائخ عظام در حقیقت اسی سر چشمۂ رحمت سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ہمیشہ حسنِ اخلاق کے اعلیٰ مقام پر فائض ہوتے ہیں اور وہ حسنِ اخلاق سے دلوں کو مسخر کرتے ہوئے دین اسلام کی اشاعت کا فریضہ بطریق احسن سر انجام دینے میں کامیابی و کامرانی سے ہم کنار ہوتے ہیں۔ یقیناً تسخیر قلوب کشور کشائی سے بدرجہا بہتر ہے۔ بقول علامہ اقبالؒ۔

ہفت کشور جس سے ہوں تسخیر بے تیغ و تفنگ
تو اگر سمجھے تو تیرے پاس وہ ساماں بھی ہے

اس کتاب میں کئی مواقع پر صاحب تذکرہ مخزنِ رشد و ہدایت، منبع فیوضات نقشبندیہ، معدن علم و عرفان اور وارث فیضان چوراہی صاحبزادہ پیر خواجہ غلام نقشبند قدس سرہ کی ذاتِ ستودہ صفات نمایاں ہو چکی ہے تاہم حضرت قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ اخلاق حسنہ کے جس مقام پر فائز تھے اس کا تقاضہ ہے کہ آپ کے بعض محاسن کا اسوۂ حسنہ کی روشنی میں بالتفصیل جائزہ لیا جائے۔

جود و سخا

جود و سخا یعنی سخاوت اخلاق نبوی ﷺ کی ایک نمایاں صفت ہے۔ آقائے

دو جہاں، مالک کون و مکان حضور نبی اکرم ﷺ نے سخاوت کی تحسین فرمائی اور بخل اور کنجوسی کی مذمت کی ہے۔ امام ترمذی نے حدیث نقل کی ہے کہ:

"سخی اللہ تعالیٰ کے قریب ہے، جنت کے قریب ہے، لوگوں کے قریب ہے، (مگر) دوزخ سے دور ہے۔ اسکے برعکس بخیل یعنی کنجوس اللہ تعالیٰ سے دور ہے، جنت سے دور ہے، لوگوں سے دور ہے اور جہنم کے قریب ہے"

حضرت خواجہ غلام نقشبند رحمتہ اللہ علیہ نہایت کشادہ دست تھے۔ آپ کی صحبت کا لطف اٹھانے والے اکثر و بیشتر آپ کے جود و سخا کے مظاہرے مشاہدہ کرتے۔ آپ کی بصیرت کا یہ عالم تھا کہ ہر آنے جانے والے کے حالات کو باطنی انوار سے جان لیتے اور اس کے مطابق سخاوت کا سلسلہ جاری رہتا۔ بعض حاجت مندوں کو حاجت بیان کرنے سے قبل ہی اس کی ضرورت کو پورا فرما دیتے۔ مریدین و مخلصین کی ضروریات کا بہت خیال رکھتے۔ اکثر نادار اور غریب لوگوں کے کرایہ اور زادِ راہ کا انتظام بھی خود فرما دیتے۔ خاندانی معاملات کو احسن طریقے پر نبٹانے میں آپ کو ملکہ حاصل تھا۔ دربار عالیہ چورہ شریف اور گردونواح کے دیہات کے باسیوں پر خصوصی نظر فرماتے۔ کسی کی تعلیم کا بندوبست کرتے، کسی کی ملازمت کے لئے اپنے صاحبِ منصب مریدین کو خطوط لکھ دیتے۔ یتیموں اور بیواوں کی خفیہ امداد فرماتے تاکہ ان کا احساسِ حمیت مجروح نہ ہو۔ مخلصین کی ضروریات سے باخبر رہتے اور ان کی ہر ممکن مدد فرماتے۔

جناب عبدالستار صاحب ولد شرف دین ساکن قلعہ کونیاں کا بیان ہے۔ میرے پاس پانچ بھینسیں تھیں۔ ان میں سے چار مر گئیں صرف ایک بھینس باقی رہ گئی۔ میں نے اس باقی ماندہ بھینس کو حضرت قبلہء عالم کی نذر کرنے کا ارادہ کرلیا۔ مگر آپ کئی سال تک ہمارے

علاقہ میں تشریف نہ لائے۔ میرے حالات انتہائی دگرگوں ہوگئے۔ کچھ عرصہ بعد آپ کھا ریانوالہ ضلع شیخوپورہ میں جناب انور شاہ صاحب اور اصغر شاہ صاحب کے ہاں تشریف فرما تھے۔ اطلاع ملنے پر میں بھی آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوگیا۔

اصغر شاہ صاحب نے مجھ سے کاروبار، مال و جان اور اہل وعیال کی خیریت دریافت فرمائی تو میں نے جواب دیا کہ مال تو سب مر گیا ہے۔ صرف ایک بھینس باقی رہ گئی ہے۔ وہ میں نے حضرت صاحب کی نذر کی ہوئی ہے۔ ہماری یہ گفتگو حضرت صاحب نے سن لی۔ آپ نے ارشاد فرمایا، عبدالستار! کیا واقعی تم نے اپنی بھینس مجھے دے دی ہے۔ میں نے عرض کیا، ہاں حضور! آپ قبول فرمالیں۔ آپ نے فرمایا بھینس مجھے نہ دیں البتہ اس کی کٹی دے دیں میں نے عرض کیا جیسے حضور کی مرضی۔ تھوڑا سا توقف فرمانے کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا۔ عبدالستار! کٹی بھی نہ دیں بلکہ ہمارے پاس دو سال کی جوان کٹی ہے اس کو ہم سے لیکر پال لیں۔ میں نے ہامی بھرلی۔ اسی دوران آپ نے میرے غریب خانہ پر رونق افروز ہونے کا وعدہ فرمالیا۔ آپ نے وہ کٹی میرے پاس پہنچادی۔ میں دل و جان سے اس کی پرورش کرتا رہا حتیٰ کہ وہ بھینس بن گئی اور گابھن ہوگئی۔ جب وہ بھینس بچہ دینے کے قریب تھی، میں آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضور! وہ بھینس تیار ہے۔ اگر آپ حکم فرمادیں تو اسے دربار شریف پہنچادوں۔ آپ نے فرمایا اس کا دودھ بچوں کو پلادیں۔ آپ کے جود و سخا کی یہ ایک انوکھی مثال ہے۔ بجائے واپس لینے کے آپ نے وہ بھینس ہی اپنے مرید کو عنایت فرمادی۔ عبدالستار کا بیان ہے کہ آپ کی اس بھینس کی برکت سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے میری بھینسوں میں بھی اضافہ فرمادیا اور میرے گھر میں خوشحالی بھی لوٹ آئی۔

حکیم مولوی غلام نبی صاحب ساکن کوٹ لکھا سنگھ کا بیان ہے کہ علی پور سیداں

شریف ضلع نارووال میں غوث زماں حضور قبلہ عالم شاہ لا ثانی قدس سرہٗ کے عرس مبارک کے موقع پر حضرت صاحبزادہ پیر غلام نقشبند رحمتہ اللہ علیہ تشریف فرما تھے۔ میں آپ کی بارگاہِ اقدس میں زیارت کے لئے حاضر ہوا اور کوٹ لکھا سنگھ میں تشریف لانے کے لئے التماس کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ لاہور میں دربار عالیہ قدسیہ حضرت علی بن عثمان ہجویری المعروف داتا گنج بخش قدس سرہٗ پر آئیں وہاں آپ کو وقت دیا جائے گا۔

مفلسی کے ایام تھے۔ مقررہ تاریخ کو لاہور پہنچا۔ آپ نے کرم نوازی فرماتے ہوئے کوٹ لکھا سنگھ کے لئے وقت عطا فرما دیا۔ رات داتا صاحب قدس سرہٗ کے مزار اقدس پر بسر کی۔ صبح ٹانگے پر سوار ہو کر سٹیشن کی طرف روانہ ہوئے تو حضرت قبلہ عالم سرچشمہ جود وسخا نے کمال شفقت سے اپنی جیب سے کچھ رقم نکال کر مجھے عطا فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا مولوی صاحب! رکھ لیں۔ کام آئیں گے۔ میں نے لینے سے انکار کیا تو آپ نے برملا فرمایا مولوی صاحب! آپ کے پاس کرایہ کم ہے لہذا یہ پیسے رکھ لو۔ حکیم مولوی غلام نبی صاحب نے کہا کہ میں فوراً پکار اٹھا:

"بے خبر ہو جو غلاموں سے وہ آقا کیا ہے؟"

انفاق فی سبیل اللہ

راہِ خدا میں خرچ کرنا انفاق فی سبیل اللہ کہلاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ ط ۰

(التوبہ آیت۔۱۱۱)

(بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جانیں خرید لی ہیں۔ اس کے بدلے میں ان کے لئے جنت ہے)

بندۂ مومن جب جان و مال سے دست بردار ہو کر اللہ تبارک وتعالیٰ کے راستے میں اسے

خرچ کر کے اپنے رب کو راضی کر لیتا ہے تو دونوں جہاں کی کامیابی و کامرانی اس کے قدم چومتی ہے۔

حضرت صاحبزادہ پیر غلام نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ساری زندگی اسی تگ و دو سے عبارت ہے۔ خانقاہی نظام کے سارے لوازمات اور اسلاف کی روایات کو نہ صرف قائم رکھا بلکہ ان کو احسن طریق پر نبھایا۔ اپنے بزرگوں کے اعراس کا انتظام کرنا، اپنے مشائخ کے خلفاء کے عرسوں میں شمولیت کرنا، یہ سب امور توجہ طلب ہیں۔ بے سہارا اور نادار متوسلین کی مالی اعانت اور ان کی ضروریات کا اہتمام کرنا بھی اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں اور مالی قربانی کے زمرے میں شامل ہیں۔

اولیائے کرام رضائے الٰہی کے حصول کے لئے مشکل ترین حالات سے دوچار ہوتے ہیں۔ اس میں عبادت اور زہد و تقویٰ ہی شامل نہیں بلکہ جسمانی بیماریاں، خاندانی و معاشرتی مشکلات اور دیگر مصائب و آلام بھی شامل ہیں۔ گویا سالک کو صبر و استقامت کے ذریعے قربِ الٰہی کے حصول کے لئے کڑے سے کڑے امتحانات سے گزرنا پڑتا ہے۔ اس سلسلے میں دعویٰ محبت جتنا بلند ہوگا، قربانیاں اور آزمائشیں بھی اسی معیار کی ہوں گی۔ یہ ساری چیزیں جان کی قربانی کے زمرے میں آتی ہیں۔

تصوف و طریقت کا اصل مقصد اور منشاء خدمتِ خلق ہے۔ بلا امتیاز مخلوقِ خدا کی خدمت کوئی فکری اور نظری مسئلہ نہیں بلکہ خالصتاً عمل کا نام ہے۔ جو فلاحی نوعیت کے کام سرانجام دینے سے ہی وقوع پذیر ہوسکتا ہے۔ فلاح و بہبود کے کام سرانجام دینے کے لئے وقت، توجہ اور مال خرچ کرنا پڑتا ہے۔

حضرت صاحبزادہ پیر غلام نقشبند قدس سرہٗ نے اپنی حیاتِ ظاہری میں اہل چورہ شریف اور عام مخلوقِ خدا کی فلاح و بہبود کے امور میں ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ چورہ

شریف سے گزرنے والی برساتی گسّی (ندی) موسم برسات میں اتنی بھر جایا کرتی تھی کہ اسکو عبور کرنا محال ہو جاتا تھا۔ آپ نے اس گسّی پر پل تعمیر کروایا جس سے نہ صرف دربار عالیہ مقدسہ چورہ شریف کے اہالیان کو فائدہ حاصل ہوا بلکہ گردونواح کے لوگ بھی اس سے استفادہ کرتے ہیں۔ اب ہر طرح کی ٹریفک باآسانی گسی سے گزرسکتی ہے جبکہ اس سے پہلے اہل علاقہ کو ندی پیدل چل کر عبور کرنا پڑتی تھی۔ ۱۹۹۴ء میں یہ پل دوبارہ تعمیر ہوا ہے اور اب دربار عالیہ حضرت خواجہ جگان باوا جی فقیر محمدؒ تک پختہ سڑک بن گئی ہے۔

چورہ شریف میں بجلی کی تنصیب میں بھی آپکی کوششیں شامل حال رہی ہیں۔ بجلی کی تنصیب کے بعد چورہ شریف جو پہلے ہی روحانی نورانیت کا مرکز تھا، اب نورعلیٰ نور ہو گیا ہے۔ آپ نے دربار شریف اور مسجد فقراء کی توسیع کا منصوبہ بنایا تھا جسے اب آپ کے لختِ جگر، مرکزی سجادہ نشین صاحبزادہ پیر محمد بدر الدجیٰ دامت برکاتہم عالیہ نے تکمیل آشنا کردیا ہے۔ لنگر کا انتظام اس خوش اسلوبی سے کرتے کہ زائرین ومتوسلینِ سلسلہ گھر سے زیادہ دربار شریف میں تسکین پاتے۔ علاقے کے نادار، غریب، بے سہارا بیوگان اور ضعیف العمر لوگ اپنے علاج معالجے اور ہر طرح کی غمی خوشی کی ضروریات میں آپ کی بارگاہ سے رجوع کرتے۔ آپ ان کی ہر طرح سے مدد فرماتے۔ لوگوں کی فلاح و بہبود کے لئے اگر کوئی اجتماعی نوعیت کا کام ہوتا تو اس میں بھی حصہ لیتے۔

حضرت قبلہ حافظ محمد یوسف صاحب مرحوم (اسلام آباد) کا بیان ہے کہ ایک دفعہ مجھے جائے نماز عطا فرمایا۔ میں نے اسے تبرک سمجھ کر نہایت ادب واحترام سے رکھ لیا۔ بعد از وصال مجھے خواب میں ارشاد فرمایا: حافظ صاحب! جائے نماز آپ کو رکھنے کے لئے نہیں بلکہ عبادت کے لئے دیا ہے۔ اسی طرح مولوی نعمت علی صاحب کو خواجہ پیر محمد شفیع رحمتہ اللہ علیہ کے زیر تلاوت رہنے والا قرآن مجید عنایت فرمایا۔ حضرت خواجہ پیر محمد بدرالدجیٰ

دامت برکاتہٗ کا بیان ہے کہ مولوی صاحب مذکور کا اس وقت سے معمول بن چکا ہے کہ اپنے ہر مکتوب میں اپنی طرف سے اور اپنے بچوں کی طرف سے برائے ایصالِ ثواب کلام پاک کا تحفہ ارسال کرتے ہیں۔

متوسلین دربار کے استفادہ کے لئے ''انوار تیراہی'' جسے مولوی عادل شاہ صاحب نے مرتب کیا تھا، اسے دوبارہ ترمیم و اضافہ کے ساتھ ''برکاتِ نقشبندیہ'' کے نام سے چھپوایا۔

توکل

ظاہری اسباب پر بھروسہ کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ رکھنا توکل کہلاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ (الطلاق آیت ۳)

(جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہی اس کے لئے کافی ہے)

اللہ تعالیٰ کے بندوں کے تمام افعال کی بنیاد توکل پر ہوتی ہے۔ تمام محاسنِ اخلاق کا مبداء و معاد یہی توکل ہے۔ ان کی سخاوت، استقامت، اور صداقت سب اسی کی مرہونِ منت ہیں۔ اسباب و علل سے وابستہ رہ کر اپنے معاملات کو خدا کے سپرد کر دینا توکل کے زمرے میں آتا ہے اور یہ صفت صرف اسی انسان میں پیدا ہو سکتی ہے جس کا مقصدِ حیات صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات تک رسائی حاصل کرنا ہو اور باقی چھوٹے بڑے مقاصد اس عظیم مقصد کی راہ میں گم ہو جائیں۔

حضرت حافظ پیر غلام نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے عادات و خصائل اسوۂ حسنہ کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ حوصلہ اتنا بلند کہ مصیبت کا پہاڑ گر پڑنے پر بھی آپ کے منہ سے اُف نہیں نکلتی

تھی۔ ہمت اتنی عالی کہ حصول مقصد کی راہ میں بڑی سے بڑی روکاوٹ بھی کوئی اہمیت نہیں رکھتی تھی۔

عزم کی بلندی ہی فقیر کا سرمایہ ہے۔ حضرت پیر غلام نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی ہمیشہ مریدین کو ہدایت ہوتی کہ صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو اپنا مقصد بناؤ اور اس کے حصول کے لئے باقی مقاصد کو قربان کردو۔ البتہ یہ تلقین ضرور فرماتے کہ معاشی و معاشرتی مشاغل کو ترک کرکے نہیں بلکہ ان مشاغل میں مصروف رہ کر اپنے نفوس کا تزکیہ اور قلوب کا تصفیہ کرو۔ اور قرآن پاک کے اس ارشاد کی روشنی میں اپنی معاش کا حصول ممکن بناؤ۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ (سورۃ النور۔ آیت ۳۷)

(وہ لوگ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی)

فقر و استغناء

فقیر، اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی کا محتاج نہیں ہوتا۔ صوفی وہ ہے جس کا دل ماسوا اللہ سے مستغنی ہو کر صرف اللہ تعالیٰ کی طلب میں کوشاں رہے۔ اگر منعم حقیقی اسے کچھ عطا کردے تو لے لے ورنہ بے طلب ہو کر بارگاہِ الٰہی میں شکر بجالاتا رہے۔ اور اس کی رضا پر راضی رہے۔ بے نیازی کا یہی انداز فقر و استغناء کہلاتا ہے۔

حضرت صاحبزادہ پیر خواجہ غلام نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی فقر و استغناء کا پیکر جمیل تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ بے نیازی کے اسی انداز نے آپ کو ایسے بلند مقام پر فائز فرما دیا تھا جس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔

''بے نیازی ایک ایسا وصف ہے جو انسانیت کی آبیاری کے لئے اکسیر اعظم ہے۔ لالچ، حرص اور خواہشات نفسانی ہی انسان کو انسانی مرتبے سے گرا کر اسفل

السافلین کے گڑھے میں پھینک دیتی ہیں"۔

بے نیازی حضرت قبلہ عالم پیر غلام نقشبند رحمتہ اللہ علیہ کی فطرت ثانیہ بن چکی تھی۔ صوفی عبدالرحمٰن مرحوم نقشبندی مینگرہ والے جو اس وقت گوجرانوالہ میں مقیم تھے، کا بیان ہے کہ ۱۹۸۰ء میں، میں حضرت پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی علی پور سیداں کے عرس مبارک کے موقع پر حضرت صاحبزادہ پیر غلام نقشبند رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک عورت قدیم دیہہ علی پور سیداں سے حاضر خدمت ہوئی۔ اور یہ کہہ بیٹھی کہ حضور گذشتہ سال میں نے آپ سے اپنے لڑکے کے لئے دعا کرائی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا سے اسے اولاد نرینہ سے نوازا ہے۔ اگر آپ میرے گھر تشریف لے چلیں تو میں آپ کو ایک ہزار روپے نذرانہ پیش کروں گی۔ ایک ہزار روپیہ نذرانے کا سن کر آپ جلال میں آ گئے اور ارشاد فرمایا "مائی میں آپ کے ہزار روپیہ کا بھوکا نہیں" آپ کو پوتا مبارک ہو۔ میں کسی انسان کا محتاج نہیں ہوں۔ جس اللہ تعالیٰ نے آپ کو پوتا عطا فرمایا ہے، وہ میرا بھی منعمِ حقیقی ہے۔ آپکی اس ادائے بے نیازی پر سب حاضرین دنگ رہ گئے۔

اخفا اور ضبط مشائخ نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم کا سب سے بڑا وصف ہے۔ حضرت قبلہ عالم خواجہ پیر غلام نقشبند رحمتہ اللہ انتہائی اخفا اور ضبط سے کام لیتے تھے۔ آپ نے آخری سانس تک اپنے صحیح مقام کا کسی عزیز ترین ہستی کو بھی پتہ نہ چلنے دیا۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے۔ "ہم کیا ہماری اوقات کیا، سب کچھ حضرت باواجی قدس سرہٗ کا فیض ہے" اگر کوئی نووارد یا متوسلِ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ چوراہیہ دنیاوی الجھنوں اور پریشانیوں کے مداوا کے لئے عرض کرتا تو آپ فرماتے "اچھا! باواجی سے حضور عرض کریں گے"

آپ نے عام بزرگوں کی طرح اس انداز کو کبھی نہ اپنایا کہ جا ایسا ہو جائے گا، یا

ویسا ہو جائے گا، یا ہم ایسا کر سکتے ہیں یا کر دیں گے۔ تاہم مریدین اور حاجت مندوں کے بیشتر کام حضرت قبلہ عالم کی دعا اور باطنی تصرف سے ہو جایا کرتے تھے۔ اگر کوئی شخص حاجت پوری ہونے کی اطلاع آپ کو دیتا تو آپ بلا تبصرہ گفتگو کا رخ بدل دیتے تھے۔

آپ کی عادت مبارک تھی کہ اپنی ذات کے لئے کوئی اہتمام نہ کرتے۔ جناب قمرالدین بشیر صاحب راولپنڈی والے بیان کرتے ہیں کہ آپ ان درویشانِ باخدا میں سے تھے جن کو دیکھ کر خدا یاد آ جائے۔ آپ کی نظر میں دنیاوی جاہ و حشمت کی کوئی وقعت نہ تھی۔ کئی دفعہ سیاستدانوں کی طرف سے اعلیٰ عہدوں کی پیش کش ہوئی مگر آپ نے ہر بار کمال بے نیازی سے ٹھکرا دیا۔

آپ جب تبلیغی دوروں پر تشریف لے جاتے تو مسجد میں قیام فرماتے۔ کسی خاص سواری کے متمنی نہ ہوتے۔ جو سواری بھی مہیا ہو جاتی اسی پر اکتفا فرما لیتے۔ آپ کی ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ آپ بلا وجہ، دانستہ یا غیر دانستہ طور پر کبھی کسی مرید پر مالی بوجھ کا باعث نہیں بنے اور نہ ہی کسی مرید کی حیثیت سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔ آپ کو اپنے نفس پر ایسا ضبط حاصل تھا کہ فی زمانہ اس پر کار بند ہونا قریب قریب ناممکن ہے۔

احترام آدمیت اور شفقت عامہ

تصوف سراپا اشتیاق الٰہی کا نام ہے۔ سالک کا مقصد حیات صرف اور صرف حصول قرب الٰہی ہے۔ لہٰذا سالک کو اپنے قول و خیال اور عمل میں ساری کائنات میں اللہ تعالیٰ کا ہی جلوہ دکھائی دیتا ہے۔ جس کا بدیہی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس کے دل و دماغ سے ہر قسم کا تعصب و تنگ نظری، نفرت و حقارت، رنگ و نسل کا امتیاز، عقائد و مذہب کا اختلاف، ہر قسم کی فرقہ بندی اور گروہ بندی کے جذبات ختم ہو جاتے ہیں اور وہ ساری مخلوق کو اللہ تبارک

وتعالیٰ کی مخلوق سمجھتا ہے۔اس کی نظر میں ادنیٰ واعلیٰ کے امتیازات کوئی وقعت نہیں رکھتے۔حتیٰ کہ ارشاد نبوی ﷺ کے مطابق وہ سب انسانوں کو ''الخلق عیال اللہ'' کی نظر سے دیکھنے لگتا ہے۔بقول حالی۔

یہ پہلا سبق ہے کتاب ھدیٰ کا
کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا

اس لئے نبی اکرم ﷺ کی متابعت میں کسی کو آزار پہنچانا، رنج ومحن میں دیکھ کر خوش ہونا، تکلیف ومشکلات میں مبتلا کرنا تو درکنار وہ تو انسان اور حیوانات پر رحم کھانا عین سعادت خیال کرتا ہے۔حافظ شیرازی نے کیا خوب تشریح فرمائی ہے۔

مباش در پے آزار و ہر چہ خواہی کن
کہ در طریقت ما بیش ازیں گنا ہے نیست

حضرت شیخ سعدیؒ نے اس مضمون کو اس طرح ادا کیا ہے۔

شنیدم کہ مردانِ راہِ خدا
دل دشمناں ہم نہ کردند تنگ

گویا مشائخ عظام کے نزدیک کسی کے دل کو دکھانا، اسے بلا وجہ رنج پہنچانا یا تکلیف دینا سب سے بڑا گناہ ہے۔اس کے برعکس کسی کو خوش کرنا، اسکی دلجوئی کرنا، اس کی خدمت کرکے دل موہ لینا، سب سے بڑی عبادت اور عظیم نیکی ہے۔حقیقت یہ ہے کہ اولیاء اللہ خدا اور رسول کی محبت کے ساتھ ایمان وایقان کے جس مرتبہ پر فائز ہوتے ہیں، اس میں محبتِ عامہ اور احترامِ آدمیت کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔کامل واکمل اولیائے کرام تو ہمیشہ اس پر عمل پیرا رہنے کی سعئ جمیل کرتے ہیں۔کیونکہ محبت عامۃ الناس ہی آفاقیت اور احترام آدمیت کا ایک موثر ذریعہ اور مظہر اتم ہے۔بلکہ اگر یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ

آفاقیت ایسی محبت عامہ کا تقاضا کرتی ہے جس میں نفرت وحقارت، تنگ نظری اور فرقہ بندی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس کے مقابلے میں احترام آدمیت، شفقت ومحبت، عفو ودرگزر، اخوت ورواداری اور باہمی مسابقت کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

حضرت قبلہ پیر غلام نقشبند رحمتہ اللہ علیہ فقر کے اس مقام پر فائز تھے جہاں احترام آدمیت اور انسانی مساوات کا عملی نمونہ واضح طور پر دکھائی دینے لگتا ہے۔ حضرت صاحب کے لئے ہر ادنیٰ واعلیٰ انسان واجب الاحترام تھا۔ آپ کسی کو بھی نفرت وحقارت کی نظر سے نہیں دیکھتے تھے۔ آپ کے نزدیک شان وشوکت اور جاہ وحشمت کی کوئی حقیقت نہ تھی۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اسلام تو اخوت ومساوات کا سبق دیتا ہے، مواخات اور بھائی چارے کی فضا قائم کرتا ہے، رنگ ونسل اور وطنیت کے بتوں کو توڑ کر وحدت انسانیت کی لڑی میں پروتا ہے۔ پھر کم درجہ وحیثیت والے انسانوں سے نفرت چہ معنی وارد۔ اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ (مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ بخاری ومسلم) اور اَلْاِنْسَانُ اَخُو الْاِنْسَانِ (انسان انسان کا بھائی ہے۔ طبرانی شریف) جیسی احادیث مبارک کا حوالہ دیتے اور فرماتے انسانیت کی اصل تو ایک ہی ہے۔ آپ غریبوں اور ناداروں کا بہت احترام کرتے اور ان کی مدد کرنے میں انتہائی فراخدلی کا مظاہرہ کرتے تھے۔ دوسروں کی نظر میں قابل نفرت لوگوں کو اپنے ساتھ بٹھاتے، انہیں اپنے ساتھ کھانا کھلاتے۔ زائرین اور متوسلین دربار عالیہ کو ایک ہی صف میں بٹھا کر طعام کھلاتے، امراء وفقراء اور امیر وغریب کے لئے کسی قسم کی تخصیص نہ تھی، حسب ونسب پر فخر کرنے والوں کی مذمت کرتے۔ آپ فرماتے قرآن حکیم تو ''تقویٰ اختیار'' کرنے والوں کو عزت وتوقیر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

(اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ) (الحجرات آیت ۱۳)

بے شک اللہ کے ہاں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے

مگر انسان ہے کہ نفرت وحقارت کا بیج بونے سے باز نہیں آتا۔ آپ جذامیوں اور قابل کراہت امراض میں مبتلا انسانوں سے بھی نفرت نہ فرماتے۔

حضرت قبلہ پیر غلام نقشبند رحمتہ اللہ علیہ سراپا شفقت ورحمت اور مجسم محبت تھے۔ آپ اخلاق حسنہ کا کامل پرتو تھے۔ جو ایک مرتبہ خدمت میں حاضر ہوا، وہ آپکی محبت میں گرفتار ہوگیا۔ آپ اپنے مریدین کو اپنے اجداد کی طرح ''پیر بھائی'' کے دِل آویز لفظ سے یاد فرماتے تھے۔ غلطیوں سے درگزر، لغزشوں کی معافی اور انسانی کوتاہیوں پر عفو سے کام لیتے۔ غریبوں کے ہمدرد، فقیروں کے ملجا، یتیموں کے ماویٰ، درویشوں کی پناہ گاہ اور بوریا نشینوں کو اعلیٰ مقام بخشنے والے تھے۔

آپ کی سادگی فقر وغنا کا اعلیٰ نمونہ تھی۔ محبت وشفقت کا یہ عالم تھا کہ مریدین ومتوسلین یہی خیال کرتے کہ جتنی محبت وشفقت مجھ سے ہے شاید ہی کسی دوسرے کے حصے میں آئی ہو۔ تمام منسلکین کے ظاہری وباطنی حالات سے مکمل آگاہی تھی۔ اکثر کی تنگی وپریشانی مسرت وخوشحالی میں بدلتی دیکھی۔

عاجزی وانکساری

عاجزی اور انکساری بندگی کی علامت ہے، اور تکبر وغرور کی نفی ہے۔ عجز وانکساری خدا کی بڑائی اور بزرگی کو تہہ دل سے تسلیم کرنے کا نام ہے۔ لہٰذا یہی معراج بشریت اور یہی آدمیت کی عظمت ہے۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ انسان کو بالکل فخر نہیں کرنا چاہئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ذرا سوچو کہ کہیں اس شخص کو غرور وتکبر زیبا ہے جو مٹی سے پیدا کیا گیا ہو اور مٹی میں ملنے والا ہو اور جسے مرنے کے بعد چیونٹیاں کھائیں۔ آج اگرچہ وہ زندہ ہے لیکن کل اسے ضرور موت کا مزہ چکھنا ہے۔ آپ کا یہ فرمان بھی یاد

رکھنے کے قابل ہے کہ وہ حسین لوگ جو اپنی جوانیوں پر ناز کرتے تھے، وہ بادشاہ جو بڑے کرو فر کے مالک تھے، وہ بہادر جو ہمیشہ میدانِ کارزار میں کامیابی کے جھنڈے لہراتے رہے ہیں ، اب کہاں ہیں۔

بنابریں پیر ہو یا مرید، امیر ہو یا غریب، شاہ ہو یا گدا، ان کے لئے فروتنی اور عاجزی وانکساری اختیار کرنا لازمی ہے۔ اور ترک تکبر وغرور اس پر واجب ہے۔ خصوصاً مشائخ کے لئے ترک کبر وخود پسندی اشد ضروری ہے۔

ذرا سی بات پر آگ بگولا ہو جانا، اختلاف رائے کو گوارا نہ کرنا، اپنے کسی فعل کے خلاف تنقیدی کلمات سن کر سیخ پا ہو جانا یا اپنے معترض کے خلاف دل میں دوامی کدورت رکھ لینا، اس سے رنجیدہ خاطر رہنا، محض اظہارِ مرتبہ کی بنا پر کسی کی بے عزتی کر دینا یہ سب غرور وتکبر ہی کے مظاہر ہیں۔ مندرجہ بالا صفات جس فرد میں بھی پائی جاتی ہیں، وہ پکا دنیادار اور انسانیت کا دشمن ہے۔

قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ O الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَO

(الحج آیت نمبر ۳۴۔۳۵)

''اور عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنادو۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا نام لیا جاتا ہے تو انکے دِل ڈر جاتے ہیں اور (جب) ان پر مصیبت پڑتی ہے تو صبر کرتے ہیں اور نماز آداب سے پڑھتے ہیں اور جو مال ہم نے ان کو عطا فرمایا ہے اس میں سے (نیک کاموں میں) خرچ کرتے ہیں''

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اپنے سے کم درجے والوں کو دیکھو، بڑے درجے والوں کو نہ دیکھو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم اللہ کی نعمت کو حقیر نہ سمجھو گے''

حضرت خواجہ غلام نقشبند رحمتہ اللہ علیہ ان صفاتِ عالیہ کی عملی تفسیر تھے۔ عجز وانکساری کا مرقع تھے۔ یہ آپ کی عاجزی اور انکساری ہی تھی جس کے نتیجہ میں آپ کے مقام ومرتبہ سے مریدین اور عزیز واقارب نا آشنا رہے۔ آپ ہر بات کو حضرت باواجی فقیر محمد قدس سرہٗ کا فیضان قرار دیتے اور سالکوں کو یہ کہہ کر ٹال دیتے کہ اچھا! باواجی کے حضور عرض کریں گے مگر اپنی طرف سے عاجزی وانکساری کا ہی اظہار کرتے تھے۔ کبھی اپنی عظمت وبزرگی کا دعویٰ نہیں کیا۔ طریقت کے جو خانوادے باواجی فقیر محمد چوراہی کے فیض یافتہ تھے، ان کے سجادہ نشینوں کا حد درجہ ادب واحترام ملحوظ خاطر رکھتے تھے۔ حالانکہ بلحاظ مرتبہ آپ ان سے اعلیٰ وارفع مقام پر فائز تھے۔ میرے ولی نعمت حضرت پیر سید علی حسین شاہ قدس سرہٗ سے بے حد شفقت ومروت سے پیش آتے تھے۔ اسی طرح امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی اولاد سے آپ کو بے پناہ محبت تھی۔ اپنے والد گرامی پیر طریقت مخزنِ علم وعرفان حضرت پیر محمد شفیع رحمتہ اللہ علیہ کے مریدوں اور خلفاء سے بھی آپ محبت کرتے تھے۔ آپ ان کے راحت وآرام میں کسی قسم کی کسر نہ اٹھا رکھتے تھے۔ دوران سفر آپ نے اپنے مقام ومرتبہ سے کبھی کسی کو آگاہی نہیں بخشی بلکہ عام مسافروں کی طرح سفر کیا۔ آپ کے پاس جب کبھی کوئی غریب ونادار آجاتا اسے کبھی یہ احساس نہ ہونے دیا کہ آپ پیر ہیں بلکہ اس کے تالیف قلب کی خاطر اسے نگاہ لطف وکرم سے ہی نوازا۔

غرضیکہ آپ نے ہمیشہ اسوۂ حسنہ کی پیروی میں عاجزی اور منکسر المزاجی ہی کا عملی مظاہرہ کیا۔ غرور وتکبر، بغض وعناد، حسد وکینہ جیسے اخلاقِ رذیلہ سے مکمل طور پر اجتناب کیا۔

عفوودرگزر

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ

(آل عمران آیت ۱۳۴)

''اور غصہ کو ضبط کرنے والے اور لوگوں سے درگزر
کرنے والے لوگ اللہ تعالیٰ کو محبوب ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کے محبوب کا فرمان ہے۔

جب تو اپنے دشمن پر انتقام کی قدرت رکھتا ہو تو اس قدرت کے شکریے میں تو انتقام سے درگزر کر اور اسے معاف کردے۔

اللہ تعالیٰ اور اسکے محبوب کریم ﷺ کے نزدیک عفوودرگزر اعلیٰ ترین اخلاقی اوصاف میں سے ایک ہے جو نسل انسانی کو انتقام در انتقام کے ہلاکت خیز سلسلے سے بچا کر امن وسلامتی اور محبت والفت کی آغوش میں پناہ دیتا ہے۔

حضرت خواجہ پیر غلام نقشبند قدس سرہٗ العزیز اپنے ساتھ زیادتی کرنے والوں کو معاف کردیتے تھے۔ درویشوں کی لغزشوں اور کوتاہیوں سے درگزر فرماتے۔ اگر درویشوں سے کسی قسم کا نقصان ہو جاتا تو صرف نظر سے کام لیتے۔ عفوودرگزر آپ کی عادت ثانیہ تھی۔ ڈاکٹر غلام مجدد مدظلہ العالی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ برادرِ عزیز غلام امجد اور الطاف حسین جو ہمارے قریبی عزیز ہیں کے درمیان کسی معاملہ میں جھگڑا ہو گیا۔ میں نے تحقیق کی تو پتہ چلا کہ عزیزم غلام امجد حق پر تھے۔ مگر آپ نے عفوودرگزر کا مظاہرہ کرتے ہوئے الطاف حسین سے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا۔ حضرت صاحبزادہ پیر محمد بدرالدجیٰ کا بیان ہے کہ حضور داداجی

پیر محمد شفیع علیہ الرحمہ کے زمانے سے لاہور ہائی کورٹ میں دیوانی مقدمہ زیر سماعت تھا۔ مگر آپ نے مسند ارشاد پر متمکن ہوتے ہی فریق مخالف کے خلاف عفو و درگزر کا مظاہرہ کیا اور مقدمہ جیت لینے کے آثار کے باوجود مخالفین کو معاف کر دیا۔ یہ اور اس طرح کی بہت سی دیگر مثالیں ہیں جن سے آپ کے عفو و درگزر کا وصف اجاگر ہوتا ہے۔

وسعت قلب

چورہ شریف کے شمال مغرب میں جنڈ ایک قصبہ ہے۔ جہاں دربار شریف کی ضروریات کے لئے سودا سلف خریدنے آپ اکثر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ جنڈ میں دیوبندی مسلک کے ایک قاری صاحب سے شناسائی تھی۔ کبھی کبھی اس قاری سے پر مزاح گفتگو بھی فرما لیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ مرکزی عرس مبارک حضرت باوا جی رحمتہ اللہ کے موقع پر قصاب نہ آسکا۔ عرس مبارک کی انتظامیہ کے لوگ پریشان ہو گئے اور آپ کی خدمت اقدس میں خدشہ ظاہر کیا کہ عرس مبارک میں شریک ہونے والے زائرین کے کھانے کا انتظام کیسے ہوگا۔ آپ نے نہایت اطمینان سے فرمایا: فکر کی کوئی بات نہیں، "گوشت بنانے والا آویسی"۔ اتنے میں وہی قاری حاضر خدمت ہو گیا۔ وہ قصاب تھا۔ اس نے سلام عرض کیا اور کہا کہ میں ادھر سے گزر رہا تھا خیال آیا آپ سے ملتا چلوں۔ آپ نے خوشدلی سے ارشاد فرمایا قاری صاحب! آپ خود تشریف نہیں لائے اور نہ میں نے بلایا ہے بلکہ یہ صاحب عرس حضرت باوا جی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے باطنی تصرف سے آپ کو بلا لیا ہے۔ لہٰذا اب گوشت بنایئے اور زائرین کی خدمت کیجئے۔ وہ قاری صاحب آپ کے اس حسن سلوک سے بہت متاثر ہوئے۔ حتیٰ کہ وہ آپ کی نماز جنازہ میں بھی شریک

ہوا۔ اور سینکڑوں لوگوں کی موجودگی میں آپ کے لئے فاتحہ پڑھی اور یہ تسلیم کیا کہ میں اپنے عقیدہ کے مطابق ایسی چیزوں کو نہیں مانتا لیکن آپ کو ولی تسلیم کرتا ہوں اور اسی لئے آپ کے عقیدہ کے مطابق آپ کے لئے فاتحہ پڑھ رہا ہوں۔

حضرت صاحبزادہ پیر محمد بدرالدجیٰ دامت برکاتہم القدسیہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ایک مولوی صاحب دیوبندی علماء کے خلاف فتویٰ لے کر حاضر ہوئے۔ اس فتویٰ میں ان کو کافر قرار دیا گیا تھا۔ آپ نے یہ سن کر فرمایا، مولوی صاحب! میں تو اس طرح کسی کو کافر نہیں کہتا چہ جائیکہ کسی کو اسلام سے خارج کرنے کا فتویٰ دوں۔ ہوسکتا ہے اس نے اپنے نظریہ سے توبہ کر لی ہو۔ اللہ تعالیٰ تو نہایت ہی کریم ہے۔ وہ بخشنے والا ہے۔

معمولاتِ شبانہ روز

اولیاء اللہ اور مشائخ طریقت کے شب و روز مقصودِ حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک کے ذکر و فکر، اشاعتِ دین، اور بنی نوع انسان کی فوز و فلاح میں بسر ہو۔ تے ہیں۔ ان کی حیاتِ ظاہرہ اسوۂ حسنہ کا کامل نمونہ اور خلقِ عظیم کا مظہر ہوتی ہے۔ ہر بات میں سنتِ خیر الانام ﷺ کی پیروی کا خاص خیال رکھتے ہیں۔ بزرگانِ دین کی سوانح حیات کا مطالعہ روحانی ترقی اور قلب و روح کی بالیدگی کا باعث ہوتا ہے۔ مزید برآں مشائخ کرام کے سوانحی حالات، تصرفات، کشف و کرامات، ارشادات عالیہ خصوصاً معمولاتِ شبانہ روز کا دستور العمل مریدین کو اپنے روز و شب کے معمولات کو منضبط کرنے کا موقع فراہم کرتے ہیں کیونکہ ان کی پاکیزہ زندگیاں نہ صرف ہمارے لیے نمونہ ہوتی ہیں بلکہ ان کی زندگیوں کا مطالعہ روحانی فیوضات کا بھی سرچشمہ ہوتا ہے۔ آپ کسی بھی بزرگ کی کتاب زیست اٹھا کر دیکھئے آپ کو ان کے سوانحی حالات، تصرفات و مکشوفات اور ارشادات و ملفوظات کے ساتھ ساتھ ان کی روزمرہ زندگی کے معمولات کا ذکر بڑے اہتمام سے لکھا ہوا ملے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ معمولاتِ روزمرہ کسی شخصیت کے متحرک و باعمل ہونے کے عکاس ہوتے ہیں۔

حضور قبلہ عالم پیر غلام نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے ظاہری معمولات تو یہی تھے جس سے ہر خاص و عام واقف تھا یعنی ارکان اسلام نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، اور اوراد و وظائف، مراقبہ اور تقویٰ جو اصل ایمان اور طریقت و حقیقت کی جان ہیں، مگر ان کی بجا آوری میں جو کیف و سرور آپ کو حاصل تھا اور جس ذوق و شوق اور محبت و وارفتگی سے آپ اتباع سنت کا اہتمام کرتے تھے اور اس کے نتیجے میں جن اسرار و معارف کی آپ پر بارش ہوتی تھی اس کا ادراک کون کر سکتا ہے۔ تاہم آپ کے معمولات کا ادراک تو صرف ان خدمت گار

درویشوں کو ہوسکتا ہے جو مدت تک آپ کے سفر و حضر میں آپ کی خدمت اقدس پر معمور رہے۔راقم کو جس قدر آپ کے صاحبزادہ پیر محمد بدر الدجیٰ دامت برکاتہٗ، آپ کے بھائیوں جناب ڈاکٹر غلام مجدد صاحب، جناب غلام مرشد صاحب، جناب غلام امجد صاحب، جناب غلام زاہد صاحب اور دیگر مخلصین وعقیدت مند مریدین سے معلوم ہوئے وہ نظر قارئین ہیں۔

آپ ہر معاملہ میں سنت کی پیروی اور اخلاقِ حسنہ کو ملحوظِ خاطر رکھتے۔اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے اور گفتگو میں وہی رنگ نمایاں تھا۔قلتِ کلام، قلتِ طعام، قلت منام سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے لوازمات میں سے ہیں۔ان پر آپ کا عمل تھا۔لا طامع، لا جامع اور لا مانع پر آپ عمل پیرا تھے۔یعنی پیری مریدی کو آپ نے اپنے اسلاف کی طرح کبھی ذریعہ معاش نہیں بنایا۔بلکہ کھیتی باڑی سے حلال روزی حاصل کرتے تھے۔

دو تہائی رات گئے بیدار ہوجاتے۔بستر سے اٹھنے سے قبل دعائے مسنون پڑھتے۔پھر حوائج ضروریہ سے فراغت حاصل کرتے۔بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت سنت کے مطابق اپنا بایاں قدم پہلے رکھتے اور مسنون دعا (اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَ الْخَبَائِثِ) پڑھتے۔بیت الخلاء سے نکلتے وقت دایاں قدم پہلے نکالتے اور غُفْرَانَکَ پڑھتے۔پھر مسواک کرتے۔وضو کرتے وقت ہر عضو کو اچھی طرح دھوتے اور مسنون دعائیں بھی پڑھتے جاتے۔وضو کے بعد نماز تہجد میں مشغول ہوجاتے۔جب نماز پڑھتے تو باہمت تمام قبلہ کی طرف متوجہ ہوتے۔آپ کا جسم مبارک لطیف اور نازک ہوجاتا۔محویت کے عالم میں تو ایسا معلوم ہوتا کہ فنافی الذات ہیں یا عالم بالا کی سیر میں ہیں۔نماز تہجد کی آٹھ رکعتیں ادا کرتے۔کبھی بارہ رکعتیں بشمول دو رکعت تحیۃ الوضو بھی پڑھتے۔وتر عموماً نماز عشاء کے ساتھ ادا فرمالیتے تھے۔نماز تہجد سے فراغت حاصل کرکے قبلہ رخ ہی کبھی دو

زانو کبھی چہار زانو بیٹھ کر انتہائی محویت اور حضور قلب کے ساتھ تہلیل و تسبیح اوراذ کارِ مسنونہ میں مشغول ہو جاتے۔ یاد رہے کہ نقشبندی حضرات کے اشغال میں ذکر اسم ذات خفی اور نفی اثبات کی مداومت کی جاتی ہے۔ پھر مراقبہ میں مشغول ہو جاتے۔ نماز تہجد خلوت میں ادا فرماتے۔ نماز تہجد کے وقت کسی کو بھی آپ کے حجرے میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ہوتی تھی تاوقتیکہ آپ خود اجازت نہ فرماتے۔ خاصانِ الٰہی کے لیے رات نعمت غیر مترقبہ ہوتی ہے۔ یہ مبارک ہستیاں رات کی تاریکیوں میں نور مطلق کی جستجو کر لیتی ہیں اور اسرار و معارف الٰہیہ سے دامنِ مراد بھر لیتی ہیں۔ تہجد کے متعلق یارانِ طریقت کو بھی بہت تاکید فرماتے تھے۔ نماز فجر تک آپ تخلیہ فرماتے اس وقت خادمِ خاص کو بھی اندر آنے کی اجازت نہ ہوتی تھی۔ مندرجہ ذیل اشعار اشغالِ نقشبندیہ کے دستور العمل پر روشنی ڈالتے ہیں۔

جو فرماوے تجھ کو پیر　　اس پر چلے تو ہو فقیر
آدھی رات اٹھ بیٹھے سالک　　چار کوٹ کا ہووے مالک
پڑھے تہجد نال نیازے　　دِل حاضر او نال گزارے
کلمہ پاک کا کرے تکرار　　ایک ہزار یا تین ہزار
اللہ اللہ اتنا کہے　　اللہ رہے اور آپ نہ رہے
پرسش اس کی پیر سوں پاوے　　جو لکھنے میں رسم نہ آوے
سنت عصر کی ترک نہ کرے　　تو گوی میدان سو کھڑے
پرسش اس کی پیر سوں پاوے　　جو لکھنے میں رسم نہ آوے
سنت عصر کی ترک نہ کرے　　تو گوی میدان سو کھڑے
عارف ہووے پورا پورا　　تا دو ڑاوے عرش پہ گھوڑا
عارف ہووے تو ایسا ہووے　　ادب صورت کا پورا ہووے

نماز تہجد اور نماز فجر کے درمیان عام طور پر تسبیح وتہلیل اور ذکر ومراقبہ حضور قلبی سے فرماتے۔ اذان فجر کے بعد فجر کی سنتیں اپنے حجرے میں ادا فرماتے۔ کبھی کبھی سنت اور فرض کے درمیان سنت کے مطابق دائیں پہلو پر استراحت فرما لیتے۔ فجر کے فرائض عام طور پر مسجد میں باجماعت ادا کرتے اور امامت کے فرائض بھی اکثر خود ہی سرانجام دیتے۔

نماز فجر کے اختتام پر تمام حاضرین کے ساتھ مل کر تلاوت قرآن مجید، نعت اور شجرہ شریف منظوم نقشبندیہ خوش الحانی کے ساتھ سماعت فرماتے۔ جس کا پہلا مصرعہ ہے۔

یا عمیم الفضل ذاتِ با بقا کے واسطے
رحم کر مجھ پہ تو ختم الانبیا کے واسطے

پھر ذکر جہر کرتے۔ آخر میں نہایت خشوع وخضوع اور درد وسوز کے ساتھ بارگاہِ ایزدی میں دست بدعا ہوتے اور تمام مریدین ومنسلکین و متوسلین سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے لیے دین ودنیا اور آخرت کی عافیت کے لیے دعا فرماتے۔ اس وقت حاضرین پر عجیب کیف ومستی اور محویت کا عالم طاری ہو جاتا۔

آپ اکثر دعا میں مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے حسب ذیل اشعار پڑھتے تھے۔

واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا
چور حاکم سے چھپا کرتے ہیں یاں اس کے خلاف
تیرے دامن میں چھپے چور انوکھا تیرا
ایک میں کیا مرے عصیاں کی حقیقت کتنی
مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارہ تیرا
تیرے ٹکڑوں سے پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال

جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا
تیری سرکار میں لاتا ہے رِضؔا اس کو شفیع
جو میرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ کی نعت کے یہ اشعار بھی پڑھتے تھے۔

نسیما جانب بطحا گزر کن ۔۔۔ ز احوالم محمد را خبر کن
توئی سلطانِ عالم یا محمد ۔۔۔ ز روئے لطف سوئے من نظر کن
بہ بر ایں جانِ مشتاقم در آنجاﷺ ۔۔۔ فدائے روضۂ خیر البشر کن
مشرف گرچہ شد جامؔی ز لُطفش ۔۔۔ خدایا ایں کرم بارِ دگر کن !

کبھی کبھی حسب ذیل اشعار بھی پڑھا کرتے تھے:

غریبم یا رسول اللہ غریبم ۔۔۔ ندارم در جہاں جز تو حبیبم
مرض دارم ز عصیاں لا دوائے ۔۔۔ مگر الطاف تو گردد طبیبم
بر ایں نازم کہ ہستم امتِ تو ۔۔۔ گنہ گارم و لیکن خوش نصیبم

فجر کی نماز کے بعد یا کبھی کبھی تہجد کے بعد حسب ذیل مناجات کے اشعار بھی پڑھا کرتے تھے:

پادشاہا جرمِ ما را در گزار ۔۔۔ ما گنہ گاریم و تو آمرزگار
تو نکو کاری و ما بد کردہ ایم ۔۔۔ جرم بے اندازہ بے حد کردہ ایم
بر در آمد بندۂ بگریختہ ۔۔۔ آبروئے خود ز عصیاں ریختہ
مغفرت دارم امید از لطفِ تو ۔۔۔ زانکہ خود فرمودۂ لاتقنطوا

بعدازاں زائرین کے لیے طعام بھیجتے اور جانے والوں کو رخصت فرماتے۔ دربار عالیہ میں حاضر ہونے والے سائلین ومتوسلین کے مسائل نہایت توجہ اور غور سے سنتے اور ان کے حسب حال دعا فرماتے۔

جس خوش نصیب نے حلقہ ارادت میں داخل ہونا ہوتا اسے ذکر سے قبل داخلِ طریق فرما لیتے اور اسے ذکر اسم ذات ، درود شریف ہزارہ ، اور تصور شیخ کی تلقین فرماتے۔ تہجد کے نوافل کی مداومت کرنے کی تاکید فرماتے۔ دوپہر کے وقت سنت خیرالانام ﷺ کی پیروی میں قیلولہ فرماتے۔

اذانِ ظہر سے تھوڑی دیر قبل ہی بیدار ہو جاتے۔ مسواک کرتے، غسل کو طبیعت چاہتی تو غسل فرما لیتے ورنہ فرائض وسنن اور مستحباب کا لحاظ رکھتے ہوئے اچھی طرح وضو فرماتے۔ نماز ظہر باجماعت مسجد الفقراء میں ادا فرماتے اور نماز ظہر کے بعد قرآن مجید کی تلاوت آپ کا معمول تھا۔ اگر سفر میں ہوتے تو بھی نمازیں باجماعت مسجد میں ہی ادا کرتے۔

تلاوت سے فارغ ہو کر احباب سے ملاقات کرتے اور دوپہر کا کھانا تناول فرماتے۔ سوائے مشغولیت کے عموماً ملاقات پر پابندی نہیں ہوتی تھی کیونکہ حقوق اللہ کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کا لحاظ عین سنت کے مطابق رکھتے تھے۔

نماز عصر کی چار سنتیں کبھی نہ چھوڑتے تھے۔ نماز عصر کے بعد ختم خواجگان یارانِ طریقت کے ہمراہ پڑھنا آپ کا معمول تھا اور ختم حضرت باواجی فقیر محمد رحمتہ اللہ علیہ باقاعدگی کے ساتھ تنہا پڑھتے۔ جو یہ ہے۔ اول وآخر ۱۰۰ امرتبہ درود شریف اور ۵۰۰ مرتبہ یَا عَزِیزُ پڑھتے اور ہر سو پر یَا عَزِیزُ مِنْ کُلِّ عَزِیزٍ پڑھتے۔ یہ ختم شریف مقروضوں کے

لیے نہایت مجرب ہے۔

نماز مغرب کی ادائیگی کے بعد دستر خواں بچھ جاتا۔ کھانا شروع کرنے سے قبل تمام برادرانِ طریقت کو سنتِ مصطفےٰ ﷺ کی پیروی میں باتاکید ہاتھ دھونے کا حکم تھا۔ دستر خوان پر بیٹھتے وقت سنت کے مطابق دایاں گھٹنا کھڑا کر کے بایاں بچھا کر بیٹھنے کا حکم تھا۔ یہ سب التزام سنت کی عملی تربیت کے لیے ہوتا۔ سب مل کر کھانا کھاتے۔ البتہ علما و مشائخ یا خواص کے لیے ان کے حسبِ مراتب الگ طعام کا بھی انتظام ہوتا۔ طعام کے بعد سب مل کر دعائے شکرانہ پڑھتے۔ الحمد للہ الذی اطعمنا وسقنا و جعلنا من المسلمین.

عشا کی نماز قدرے تاخیر سے ادا فرماتے۔ اور استراحت کے لیے جلد اپنے بستر پر تشریف لے جاتے۔ کبھی کبھی عشا کے بعد یارانِ طریقت کے مسائل سننے، انہیں توجہ دینے اور ذکر کی مجلس قائم کرنے کی خاطر اپنی نشست گاہ میں تشریف فرما ہو جاتے۔ تمام نمازیں اہتمام کے ساتھ اول وقت یا کم از کم مستحب وقت میں ادا کرتے تھے۔ یاران طریقت کو نماز فجر اور عشا کے بعد سونے سے قبل مراقبہ کرنے کا حکم تھا۔ درود شریف ہزارہ آپ کثرت سے پڑھتے اور یارانِ طریقت کو بھی اس پر عمل کرنے کا حکم فرماتے۔

ہر ماہ کے پہلے جمعہ کو مجددیہ منزل ٹینچ بھاٹا راولپنڈی میں ختم خواجگان اور محفل ذکر کا انتظام و انصرام بھی آپ کے معمول میں شامل تھا۔ دور دراز کے یاران طریقت اس میں شمولیت کر کے فیض یاب ہوتے۔ حاجت مندوں کی حاجت روائی فرماتے۔ کسی کے لیے دستِ دعا بلند کرتے اور کسی کو باطنی توجہ اور بعض کو حسبِ حال تعویذات سے بھی نواز دیتے۔

آپ کے ان معمولات کو اب صاحبزادہ پیر محمد بدرالدجیٰ مدظلہ العالی باقاعدگی کے ساتھ جاری رکھے ہوئے ہیں۔

آداب المریدین

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَدَّبَنَا بِالْاٰدَابِ النَّبَوِیَّةِ وَھَدٰنَا بِالْاَخْلَاقِ الْمُصْطَفَوِیَّةِ عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهِ الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّھَا وَاَکْمَلُھَا۔

''تمام تعریفوں کی سزاوار صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جس نے ہم کو آداب نبوی کے ساتھ مودب بننے کی تعلیم دی اور نبی رحمت ﷺ کے اخلاق حسنہ کے ساتھ ہم کو ہدایت دی علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات''۔

ہمارے دین کی اساس محبت اور ادب پر ہے۔ اس پر قرآن حکیم کی آیات بینات شاہد ہیں۔ طریقت شریعت کی خادم ہے۔ جب تک مرید کے دل میں اپنے پیر سے بے لوث محبت جاگزیں نہ ہو اور اسے اپنے پیر کے آداب کا لحاظ نہ ہو اس وقت تک مرید طریقت کی منازل طے کرنے کا اہل نہیں بنتا۔ ہمارے ہادی اور مرشد طریقۂ مجددیہ کے بانی محبوب سبحانی، غواص بحرِ عرفانی، امام ربانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی المعروف مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی نے مریدوں کے لیے بعض ضروری آداب اپنے مکتوبات شریف میں نقل فرمائے ہیں۔ راقم کے نزدیک ان آداب سے بڑھ کر اور اعلیٰ آداب نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا یاران طریقت کے استفادہ کے لیے انہی آداب کو عام فہم اور آسان زبان میں بیان کیا جا رہا ہے۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ بیان فرماتے ہیں ''اَلطَّرِیْقُ کُلُّهٗ اَدَبٌ'' کوئی بے ادب خدا تک نہیں پہنچتا۔ اگر مرید بعض آداب کے بجالانے میں اپنے آپ کو قصور وار جانے اور ان آداب کو کماحقہٗ ادا نہ کر سکے اور کوشش کرنے کے باوجود بھی اس

سے عہدہ برآ نہ ہوسکے تو معاف ہے لیکن اس کو اپنے قصور کا اقرار کرنا ضروری ہے اور اگر نعوذ باللہ آداب کی رعایت بھی نہ کرے اور اپنے آپ کو قصوروار بھی نہ ٹھہرائے تو وہ ان بزرگواروں کے برکات سے محروم رہتا ہے"

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ آگے چل کر فرماتے ہیں:

"پس خوشخبری ہے اس شخص کے لیے جس کو ان کی متابعت کی توفیق حاصل ہوئی اور ان کی تقلید سے مشرف ہوا اور ہلاکت ہے اس شخص کے لیے جس نے ان کی مخالفت کی اور ان سے الگ ہو گیا اور ان کے اصول سے منہ پھیرا اور ان کے گروہ سے نکل گیا۔ پس وہ خود بھی گمراہ ہوا اور اس نے دوسروں کو بھی گمراہ کیا"

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کا ارشاد گرامی ہے:

"طریقت کے راستے کا سالک دو حال سے خالی نہیں ہوتا۔ یہ یا مرید ہے یا مراد ہے۔ اگر مراد ہے تو وہ مبارک باد کا مستحق ہے کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو جذبہ اور محبت کی راہ سے منازل طے کرادے گا اور اسے اعلیٰ مقصد تک پہنچادے گا اور جو آداب درکار ہونگے وہ بوسیلہ یا بے وسیلہ اس کو سکھا دیے جائیں گے۔ اگر اس سے کسی قسم کی لغزش سرزد ہو جائے گی تو جلدی ہی آگاہی بخش دی جائے گی اور اس پر اس کی گرفت بھی نہیں ہوگی اور اگر اسے ظاہری پیر کی ضرورت ہوگی تو اس کی کوشش کے بغیر اس دولت کو حاصل کرنے کی طرف اس کی رہنمائی فرمادی جائے گی۔ قصہ مختصر، حق تعالیٰ کی عنایت ازلی ان بزرگواروں کے شامل حال ہوتی ہے۔ اسباب مہیا کر کے یا بغیر

اسباب کے ان کا کام بنا دیا جاتا ہے۔ اَللّٰهُ يَجْتَبِي اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ
یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنا برگزیدہ بنالیتا ہے"

اگر مرید ہے تو کامل مکمل پیر کے وسیلہ کے بغیر اس کا کام انتہائی مشکل ہے۔ پیر ایسا ہونا چاہئے جو جذبہ اور سلوک کی منازل طے کر چکا ہو، فنا اور بقا کی سعادت سے بہرور ہو، جو سیر الی اللہ، سیر فی اللہ، سیر عن اللہ باللہ اور سیر فی الاشیا باللہ کی تکمیل کر چکا ہو۔ اور اگر اس کا جذبہ اس کے سلوک پر مقدم ہے اور مرادوں کی تربیت سے بہرہ ور ہے تو سونے پر سہاگہ ہے۔ "ان کی کلام دوا ہے اور ان کی نظر شفا ہے"، مردہ دل اس کی توجہ شریف سے زندگی پاتے ہیں۔ مردہ جانیں اس کے الطاف والتفات سے تازگی حاصل کرتی ہیں۔ تاہم اگر اس قسم کا صاحب دولت پیر نہ مل سکے تو سالک مجذوب بھی غنیمت ہے۔ وہ بھی ناقصوں کی تربیت کرنے کا اہل ہوتا ہے اور وہ بھی فنا و بقا کی دولت تک پہنچانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

اگر اللہ تبارک وتعالیٰ کی خصوصی عنایت سے کسی طالب حق کو اس قسم کی صفات کا حامل کامل ومکمل پیر مل جائے تو اسے چاہیئے کہ اس کے وجود شریف کو غنیمت جانے اور اپنے آپ کو ہمہ تن پیر کے حوالہ کر دے اور اپنی سعادت اس کی رضا مندی میں جانے اور اس کی ناراضگی کو اپنی بدبختی سمجھے۔ غرض یہ کہ اپنی ہر خواہش کو اپنے پیر کی رضا مندی کے تابع کر دے۔ بالالفاظِ دیگر "مردہ بدستِ غسال" کی مانند ہو جائے۔

نبی مکرم ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے:

لَنْ يُؤْمِنَ اَحَدُ كُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبْعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ

"تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنی ہر خواہش نفس کو اس امر کے تابع نہ کر دے جس کو میں لایا ہوں"

مریدین کے علم میں ہونا چاہیے کہ آداب صحبت اور جملہ شرائطِ طریقت کو ملحوظ خاطر رکھنا بھی اس راہ کی ضروریات میں سے ہے تا کہ پیر سے افادہ اور استفادہ کا راستہ کھل سکے۔ اگر مریدین آداب شیخ اور شرائطِ طریقت کو نظر انداز کریں گے تو پیر کی صحبت نتیجہ خیز نہیں ہوگی اور نہ ہی اس کی مجلس سے کسی قسم کا فائدہ حاصل ہوگا۔

اب بعض ضروری آداب و شرائط ضبط تحریر میں لائے جاتے ہیں تا کہ یارانِ طریقت ان آداب کا خیال کر کے خاطر خواہ نتائج حاصل کر سکیں۔

۱۔ مرید کو چاہیے کہ اپنے دل کو تمام اطراف سے پھیر کر اپنے پیر کی طرف توجہ کرے حتیٰ کہ اپنے پیر کی خدمت میں اس کی اجازت اور رضامندی کے بغیر نوافل، اوراد و وظائف اور اشغال واذکار میں بھی مشغول نہ ہو۔ اپنے پیر کے حضور میں حاضر ہو کر سوائے اپنے پیر کے کسی اور کی طرف توجہ نہ کرے اور کلی طور پر اس کی طرف ہی متوجہ ہو کر بیٹھے حتیٰ کہ جب تک پیر امر نہ کرے ذکر میں بھی مشغول نہ ہو۔ بلکہ پیر کے حضور فرض وسنت کے سوا کچھ ادا نہ کرے۔

۲۔ جہاں تک ہو سکے مرید ایسی جگہ بھی کھڑا نہ ہو کہ اس کا سایہ پیر کے کپڑے یا سائے پر پڑتا ہو۔

۳۔ پیر کے مصلّے پر پاؤں نہ رکھے اور اس کے وضو کی جگہ طہارت نہ کرے۔

۴۔ پیر کے مخصوص برتنوں کو استعمال نہ کرے اور اس کے حضور میں پانی نہ پیئے، کھانا نہ کھائے اور کسی سے گفتگو نہ کرے بلکہ کسی اور کی طرف توجہ بھی نہ کرے۔

۵۔ پیر کی عدم موجودگی میں جس طرف کہ وہ رہتا ہے اس طرف پاؤں دراز نہ کرے اور نہ ہی اس طرف تھوک پھینکے۔

۶۔ جو کچھ پیر سے صادر ہو اس کو درست اور بہتر جانے اگرچہ ظاہری طور پر اس میں بہتری نظر نہ آئے۔ کیونکہ پیر جو کچھ کرتا ہے الہام سے کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے کام کرتا ہے۔ لہٰذا اس میں اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں اگرچہ بعض صورتوں میں اسکے الہام میں خطا کا ہونا ممکن ہے۔ جس پر ملامت و اعتراض جائز نہیں کیونکہ خطائے الہامی خطائے اجتہادی کی طرح ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جب مرید کو اپنے پیر سے محبت ہے تو محبت کا تقاضا ہے کہ جو کچھ محبوب سے صادر ہوتا ہے محبّ کی نظروں میں محبوب ہی دکھائی دیتا ہے۔ پھر اعتراض کی گنجائش کہاں رہی۔

۷۔ کھانے پینے، پہننے، سونے اور اطاعت کے چھوٹے بڑے کاموں میں پیر ہی کی پیروی کرنی چاہیے۔ نماز بھی اپنے پیر کی طرح ادا کرنی چاہئے اور فقہ کے مسائل بھی اپنے پیر کے طریق عمل سے سیکھنے چاہئیں۔

۸۔ پیر کے حرکات و سکنات میں کسی قسم کا اعتراض نہ کرے۔ اگرچہ وہ اعتراض رائی کے دانہ کے برابر ہو۔ کیونکہ اعتراض سے سوائے مایوسی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ تمام مخلوقات میں سے بد بخت وہ شخص ہے جو اس بزرگ گروہ کا عیب بین ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اس بلائے عظیم سے بچائے۔ آمین ثم آمین۔

۹۔ اپنے پیر سے خوارق و کرامات طلب نہ کرے۔ اگرچہ وہ طلب خطرات اور وساوس کے طریق پر ہو۔ مرید کو معلوم ہونا چاہئے کہ کسی مومن نے اپنے نبی سے معجزہ طلب نہیں کیا۔ معجزہ طلب کرنا کافروں اور منکروں کا کام ہے۔

موجب ایمان نباشد معجزات
بوئے جنسیّت کند جذبِ صفات

اگر دل میں کسی قسم کا شبہ پیدا ہو جائے تو بلا تاخیر پیر کی خدمت میں عرض کر دے۔ اگر حل نہ ہو تو اپنی تقصیر سمجھے اور پیر کی طرف کسی قسم کی کوتاہی اور عیب منسوب نہ کرے۔ جو بھی واقع ظاہر ہو، اپنے پیر سے پوشیدہ نہ رکھے اور واقعات و واردات کی تعبیر اسی سے دریافت کرے اور جو تعبیر طالب پر ظاہر ہو، وہ بھی عرض کر دے اور صواب و خطا کو پیر سے طلب کرے۔ اپنے کشف پر ہرگز بھروسہ نہ کرے۔ کیونکہ اس جہاں میں حق باطل کے ساتھ اور خطا صواب کے ساتھ ملا جُلا ہے۔

۱۰۔ بلا ضرورت اور بغیر اجازت اپنے پیر سے جدا نہ ہو۔ کیونکہ اس کے غیر کو اس کے اوپر اختیار کرنا ارادت کے منافی ہے۔

۱۱۔ اپنی آواز کو پیر کی آواز سے بلند نہ کرے اور نہ بلند آواز سے اسکے ساتھ گفتگو کرے کیونکہ یہ بے ادبی میں داخل ہے (اور بے ادبی سے عمل ضائع ہونے کا خدشہ ہے)

۱۲۔ جو فیض اور فتوح اس کو حاصل ہو اس کو اپنے پیر ہی کے وسیلہ سے جانے حتیٰ کہ اگر واقع میں دیکھے کہ فیض دوسرے مشائخ سے پہنچا ہے تو اس کو بھی اپنے پیر ہی کا فیض سمجھے۔ کیونکہ مرید کا اس بات پر پختہ اعتقاد ہونا چاہئے کہ میرا پیر تمام کمالات و فیوض کا جامع ہے اور پیر کا خاص فیض مرید کی خاص استعداد کے مناسب اس شیخ کے کمال کے موافق جس سے یہ صورت اضافہ ظاہر ہوئی ہے، مرید کو پہنچا ہے اور وہ پیر کے لطائف میں سے ایک لطیفہ ہے جس کے مناسب وہ

فیض رکھتا ہے اور شیخ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ محبت کے غلبہ کے باعث مرید نے اسکو دوسرا شیخ خیال کیا ہے۔ اور فیض اس سے جانا ہے۔ یہ بڑا بھاری مغالطہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس قسم کی لغزش سے محفوظ رکھے اور سید البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل پیر کے اعتقاد اور محبت میں ثابت قدم رکھے۔

کرامات وتصرفات

بعض محققین صوفیہ کے نزدیک کرامت کا چھپانا اولیاء اللہ پر واجب ہے، مگر ضرورت کے وقت یا اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ یا غلبۂ حال کے وقت جس میں اختیار باقی نہ رہے، یا بعض اوقات مریدین کی تقویتِ ایمان کے لئے اس کا اظہار ضروری ہو جاتا ہے۔ اولیائے کرام کے نزدیک کرامت کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ ایک ولی کی سب سے بڑی کرامت یہ ہوتی ہے کہ وہ کامل طور پر شریعت مطہرہ کا پابند اور رسولِ کریم ﷺ کی سنت پر کاربند ہو اور اس کا ایک ایک لحہ عشقِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا میں بسر ہوتا ہو۔ حضرت خواجہ پیر غلام نقشبند مجددی چوراہی قدس سرہٗ کا مقام منفرد تھا۔ آپ اپنے اسلاف کے طریقہ پر کما حقہٗ عمل پیرا رہے۔ کسی کے دل کی بات جان لینا کوئی بڑی کرامت نہیں البتہ اس کے دل کو حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف پھیر دینا اور خود مستقیم الحال رہنا سب سے بڑی کرامت ہے۔

کرامات وتصرفات اور کشف کی روشنی میں اگر حضرت خواجہ غلام نقشبند قدس سرہٗ کے کمالات کا جائزہ لیا جائے تو اس کے لئے ایک ضخیم دفتر درکار ہے، مگر یہ بیان پھر بھی تشنہ ہی رہے گا۔ آپ کی حیاتِ مبارکہ کے ہر لمحہ میں کسی نہ کسی تصرف وکرامت کا ظہور ہوا۔ دنیا دار اپنی ضروریات کے لئے آتے اور بامراد جاتے۔ آخرت کے طلب گار آتے اور برکتوں سے ان کے دامن لبریز جاتے۔ دینِ متین اور عملی شریعت کا طالب آتا تو اس کا کاسۂ دل ذوق وشوق، محبت الٰہی اور عشقِ جمالِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھر دیتے۔ آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہونے والا کوئی سائل خالی ہاتھ نہیں لوٹتا تھا۔ تاہم خلوصِ نیت اور طلبِ صادق ضروری تھا۔

حضرت خواجہ غلام نقشبند فاروقی قدس سرہٗ سے اکثر کرامات وتصرفات کا ظہور ہوتا

رہا۔ان میں سے چند ایک کا ذکر انوارِ نقشبند کی ایک جھلک کے طور پر کیا جاتا ہے:

اپنے وصال کی خبر

بے شمار اولیائے کرام اور مشائخ عظام سے قبل از وقت اپنے وصال کی خبر اشاروں کنائیوں میں ثابت ہے۔بعض جلیل القدر مشائخ ایسے بھی گزرے ہیں جنہوں نے اپنے وصال کی خبر کا اعلان خود اپنی زبانِ حق ترجمان سے فرمایا ہے۔ان میں خازن الرحمت عروۃ الوثقی حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی رضی اللہ عنہٗ اور ان کے فرزندِ ارجمند قیومِ ثالث حضرت خواجہ محمد نقشبند ثانی سرہندی قدس سرہٗ کے اسمائے گرامی قابلِ ذکر ہیں۔

قیومِ رابع حضرت خلیفۃ اللہ خواجہ محمد زبیر قدس سرہٗ العزیز نے اپنے وصال سے تقریباً سات ماہ پہلے یہ خبر بایں طور پر دی تھی کہ:

"ہم بھی عنقریب اس علاقے میں آئیں گے۔"

اس سے حضرت خواجہ محمد زبیر قدس سرہٗ العزیز کا مقصد بظاہر شاہجہاں آباد سے سرہند تشریف لانے کی طرف اشارہ تھا،مگر درحقیقت قبل از وقت،وصال شریف کی خبر تھی۔

اسی طرح کا واقعہ جناب حکیم صوفی محمد شریف ساجد صاحب منجکے شریف نے بیان فرمایا ہے۔وہ فرماتے ہیں کہ دسمبر ۱۹۸۵ء کے پہلے جمعۃ المبارک کو وہ حضرت خواجہ پیر غلام نقشبند قدس سرہٗ کی خدمت اقدس میں بسلسلہ ختم خواجگان حاضر تھے۔ختم شریف کی محفل کی اختتامی دعا کے بعد وہ واپس جانے کی اجازت لینے،آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔رخصت طلب کرنے پر آپ نے فرمایا:

"بھائی شریف!ابھی تجھے رخصت کی اجازت نہیں،جب تمام لوگ رخصت ہو جائیں گے تو پھر ملاقات کرنا۔"

حضرت خواجہ غلام نقشبندؒ مغرب کی اذان کے وقت فارغ ہوئے۔ نماز مغرب ادا کرنے کے بعد طلب فرمایا۔ میں نے حضرت صاحبزادہ ڈاکٹر غلام مجدد مدظلہٗ کے لئے ''آصفا'' پیش کیا۔ کافی دیر تک اس پر گفتگو فرماتے رہے۔ آخر میں حکم فرمایا کہ بھائی شریف! آلو ذرا جلدی بھیج دینا۔ میں نے عرض کیا کہ حضور آلو کی فصل تو فروری میں تیار ہوتی ہے۔ لہٰذا فروری میں اپنی پہلی فرصت ہی میں بھیج دوں گا۔ آپ نے دوبارہ تاکیداً فرمایا کہ نہیں ''اس دفعہ جلدی بھیج دینا۔ میں نے عرض کیا کہ حضور جلدی جنوری کے آخری ہفتہ میں آلو بھیج سکوں گا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ ''میرا حکم ہے کہ آلو اس سے بھی قبل بھیجو۔'' میں نے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے عرض کیا، حضور جیسے آپ کا حکم میں تعمیل کروں گا۔ میں حیران تھا۔ جلدی والی بات میری سمجھ سے بالاتر تھی کیونکہ آلو تو ماہ اپریل میں سالانہ عرس مبارک کے موقع پر استعمال میں آتے تھے۔ مگر چند دنوں بعد یہ عقدہ اس طرح حل ہوا جب آپ کے وصال کی خبر حسرت ناک پہنچی۔ اس دن معلوم ہوا کہ دراصل آپ اپنے وصال شریف سے مطلع فرمارہے تھے۔ وہ آلو جنوری کے پہلے ہفتے میں بھیج دیئے گئے جو آپ کے ختمِ چہلم پر کام آئے۔

۲- سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ سے جناب محمد مشتاق احمد نقشبندی بیان کرتے ہیں کہ ماہ دسمبر ۱۹۸۵ء میں آپ نے چھور مسلم میں نصراللہ صاحب کے پاس تشریف لانے کا وعدہ فرمایا تھا۔ اس تاریخ سے تقریباً دو روز قبل اذانِ فجر سے کچھ وقت قبل میں جاگ رہا تھا کہ میرے کانوں میں ایک آواز سنائی دی کہ آپ کے ''پیر و مرشد'' اب اس علاقے میں نہیں آئیں گے۔ میرے اوسان خطا ہوگئے۔ میں رونے لگا۔ صبح دن چڑھے میں چھور مسلم میں گیا اور نصراللہ صاحب سے آپ کی آمد کا دریافت کیا۔ اس نے جواب دیا کہ میں چورہ شریف سے آرہا ہوں۔ آپ کی طبیعت ناساز تھی۔ اب قدرے افاقہ

ہے۔ آپ ضرور تشریف لائیں گے۔

دو روز بعد تقریباً اسی وقت پھر ایک آواز سنائی دی کہ آپ کے ''پیرومرشد'' کا وصال ہو گیا ہے۔ یہ آواز اور پہلے دن والی آواز ایک جیسی تھی۔ میں نے غور کیا تو یہ آواز حضرت خواجہ غلام نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی معلوم ہوئی۔ میں پھر پریشان ہوا اور رونے لگا۔ اسی صبح مسجد کے لاؤڈ سپیکر پر آپ کے وصالِ حسرت ناک کا اعلان ہو رہا تھا۔

۳۔ صوفی سیف اللہ صاحب قلعہ چدھڑ اں علاقہ پنڈی بھٹیاں کا بیان ہے کہ حضرت خواجہ غلام نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے سانحہء ارتحال سے دو روز قبل خواب میں ارشاد فرمایا کہ سیف اللہ! سب لوگ میری خدمت میں حاضر ہو رہے ہیں۔ تم نے آنے کی زحمت کیوں گوارا نہیں کی۔ اگر کرایہ نہیں تو کرایہ ہم سے لے لو۔ صبح بیدار ہوا تو میں بہت پریشان تھا بلکہ سارا دن بے چین رہا۔ اگلے روز ہی آپ کی وفات حسرت ناک کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔

عورت اور بچہ آگ سے محفوظ رہے

حکیم مولوی غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ والدِ ماجد حکیم صوفی محمد شریف مچیکے شریف بیان کرتے ہیں کہ حضور قبلہ حضرت صاحبزادہ غلام نقشبند علیہ الرحمہ موضع بھٹے ضلع سیالکوٹ میں صوفی محمد شفیع صاحب کے ہاں تشریف فرما تھے۔ صوفی صاحب کا مکان دو کمروں پر مشتمل تھا۔ ایک کمرے میں آپ کا بستر تھا جبکہ دوسرے کمرے میں ایک عورت حضرت صاحب کے لئے مٹی کے تیل والے چولھے پر چائے بنا رہی تھی۔ اس کے ساتھ ایک کمسن بچہ بھی اس کمرے میں موجود تھا۔ اچانک چولھا پھٹا اور سارا کمرہ آناً فاناً آگ کی لپیٹ میں آ گیا۔ کمرے کے دروازے، روشن دان اور کھڑکیوں سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔ شور مچ

گیا کہ کمرے کو آگ لگ گئی ہے اور عورت اور بچہ جل گئے ہیں۔ صوفی محمد شفیع صاحب غم سے نڈھال حضرت صاحب کو اطلاع دیتے ہیں کہ حضور میں لٹ گیا۔ میرے مکان کا دوسرا کمرہ جل گیا ہے، ساتھ ہی ایک عورت اور کمسن بچہ بھی آگ کی نظر ہو گیا ہے۔ حضرت صاحب قبلہ اپنے درویشوں کے ہمراہ باہر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ آگ کہاں لگی ہے؟ اور چند لمحے خاموشی اختیار فرمائی۔ اتنے میں دیکھتے ہیں کہ آگ بجھ چکی ہے بچہ اور عورت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سلامت ہیں۔ کمرہ بھی محفوظ رہا حالانکہ کمرے کی چھت، دروازے، روشن دان اور کھڑکیاں سبھی لکڑی کے تھے۔

صوفی محمد شفیع صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں دو وجوہ کی بنا پر غمگین تھا۔ ایک عورت، بچہ اور کمرہ جلنے کا غم، دوسرا غم یہ تھا کہ حضرت صاحب کے ہوتے ہوئے یہ حادثہ پیش آیا لوگ کیا کہیں گے۔ مگر اللہ تعالیٰ کا صد شکر کہ آپ کے تصرف سے سب کچھ سلامت رہا۔

دفعِ امراض

جسمانی امراض سے شفاء

۱۔ صوفی محمد شفیع موضع بٹھے شریف بیان کرتے ہیں کہ ہمارے گاؤں کے محمد شفیع جٹ کا داماد محمد نواز ولد لال دین فوج میں ملازم تھا۔ وہ ایک لا علاج مرض میں مبتلا ہو گیا۔ عرصۂ دراز تک علاج کرواتا رہا مگر صحت یاب نہ ہو سکا۔ مرض کی وجہ سے نہایت کمزور ہو گیا۔ اب کسی قسم کی خوراک بھی ہضم نہیں ہوتی تھی۔ کچھ بھی کھاتا تے کر دیتا۔ فوج کے میڈیکل بورڈ نے مسترد کر دیا۔ اب پریشانی میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔ پرائیویٹ حکیموں اور ڈاکٹروں کے علاج سے بھی افاقہ نہ ہوا۔ اسی دوران حضرت قبلہ الحاج الحافظ صاحبزادہ پیر

غلام نقشبند رحمتہ اللہ علیہ بھٹے شریف میں تشریف لے آئے۔ لال دین کا مسلک اہل حدیث تھا۔ اس نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا کہ میرا بیٹا محمد نواز سخت بیمار ہے۔ دعا فرمائیں کہ اسے شفاء ہو جائے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرا اللہ رحم فرماوے گا۔ مگر کچھ مایوسی اور کچھ اپنے عقیدہ کی بنا پر اس نے کہا کہ اگر بچہ کو شفاء نہ ہوئی تو؟ آپ نے کریمانہ لہجہ میں جواب دیا کہ بابا! میں نے آپ سے کوئی رقم تو نہیں لی جو تم مجھ سے شفایابی کا پختہ وعدہ لے رہے ہو۔ اگر میرے رب کریم کو منظور ہوا تو اسے شفائے کاملہ ہوگی مگر ایک شرط ہے کہ اسے چند روز میرے ساتھ گزارنا ہونگے۔

اسی دوران آپ کے لئے چائے آگئی۔ آپ نے اپنا تبرک محمد نواز کو پلایا۔ پھر کھانے کے وقت حضرت صاحب نے اپنے کھانے کا تبرک اسے کھلایا۔ محمد نواز جو کافی عرصہ سے کچھ بھی ہضم نہیں کر سکا تھا صحت یاب ہونے لگا۔ اور چند روز کے بعد کلی طور پر شفایاب ہو گیا۔ آپ کے تصرف اور اللہ کی رحمت سے اب مکمل طور پر صحت یاب ہے۔

۲۔ احمد دین ولد نور محمد نظام پورہ سیالکوٹ سے روایت کرتے ہیں کہ میرے بڑے بھائی مرحوم محمد دین کی بیٹی صغراں بی بی سخت بیمار ہوگئی۔ اسے مشن ہسپتال سیالکوٹ میں داخل کروایا گیا تھا۔ انہی دنوں حضرت قبلہ عالم الحافظ غلام نقشبند رحمتہ اللہ علیہ ہمارے غریب خانہ پر تشریف لے آئے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور میری بھتیجی سخت بیمار ہے اور ہسپتال میں داخل ہے۔ آپ فوراً اُن کی تیمارداری کے لئے ہسپتال تشریف لے گئے۔ اس وقت ہسپتال میں مریضوں سے ملاقات کرنے کا وقت ختم ہو چکا تھا مگر آپ کی شخصیت دیکھ کر ہسپتال کا عملہ آپ کی تعظیم بجالایا اور دروازہ کھول دیا گیا۔ آپ مریضہ کے پاس تشریف لے گئے۔ چند لمحے توجہ فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ مریضہ کو چھٹی دلوا کر گھر لے جاؤ اب وہ بالکل صحت یاب ہے۔ چند لمحوں کی توجہ نے مریضہ کی ساری بیماری دور فرما دی۔

خنازیر (ہجیروں) سے شفایابی

محمد مشتاق احمد نقشبندی سانگلہ سے بیان کرتے ہیں کہ وہ ۱۹۸۲ء میں کوٹلہ کلاں چک نمبر ۳۴ میں مقیم تھا۔ مجھے خنازیر کا مرض لاحق تھا۔ بے شمار معالجوں سے علاج کروانے کے باوجود افاقہ نہ ہوا۔ لاہور میں میو ہسپتال سے بھی علاج کروایا مگر ناکامی ہوئی۔ اب میں بالکل مایوس ہو چکا تھا۔ ایک روز میرے والد صاحب ملک مہنگا نے اطلاع دی کہ ۲۹ محرم الحرام کو خواجۂ چوراہی، غوث زمان، ہادی دوراں، شیخ المشائخ حضرت باواجی فقیر محمد قدس سرہٗ العزیز کا عرس مبارک، ان کے گاؤں میں ہر سال ہوتا ہے۔ اس عرس مبارک کے موقع پر منبع فیوضات حضرت قبلۂ عالم الحافظ غلام نقشبند رحمۃ اللہ علیہ تشریف لایا کرتے ہیں۔ اس دفعہ ان سے ملو۔

۲۹ محرم الحرام کو عرس مبارک کے موقع پر میں حضرت صاحب کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور انتہائی مایوسی کے عالم میں ارشاد فرمایا کہ مایوس نہ ہوں، اللہ تبارک وتعالیٰ شفا دے گا۔ آپ نے چند لمحے مراقبہ فرمایا اور درویشوں کو چک نمبر ۵۵ برج علاقہ چک جھمرہ چلنے کا حکم صادر کیا۔ مجھے حکم دیا کہ تم بھی اپنے موٹر سائیکل پر وہیں چلے آؤ۔ وہ دن اور آج کا دن، میں خنازیر کے موذی مرض سے شفایاب ہوں۔ آپ کے وصال حسرت ناک کے بعد میں نے حضرت صاحبزادہ پیر محمد بدرالدجیٰ دامت برکاتہم القدسیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔

محمد سلطان مُٹھیانوالہ سے بیان کرتے ہیں۔ چک چہاں والی میں رحمت بی بی سخت علیل تھی بلکہ قریب المرگ تھی۔ اہل خانہ اس کی زندگی سے تقریباً مایوس ہو چکے تھے۔ انہوں نے مجھے دربار عالیہ چورہ شریف حضرت قبلہ عالم حافظ پیر غلام نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی

خدمت اقدس میں بھیجا تاکہ میں آپ سے رحمت بی بی کی شفایابی کے لئے دعا کراؤں۔ جب ہم دربار شریف پہنچے تو آپ حویلی کے صحن میں تشریف فرما تھے۔ ہم نے سلام عرض کیا اور ساتھ ہی اپنی آمد کا مقصد بھی بیان کر دیا۔ آپ نے فوراً ہمارے لئے کھانا منگوایا۔ ہم کھانا کھا چکے تو آپ نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ رحم فرمائے گا، فکر کی کوئی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ صاحبِ قدرت ہے۔ وہی مرض دیتا ہے اور وہی شفا دینے والا ہے۔ اگلے روز جب ہم واپس پہنچے تو رحمت بی بی روبصحت تھی۔

جن و پری کے سایہ سے نجات

۱۔ مولوی محمد حسین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سیالکوٹی کے عرس کا موقع تھا۔ معدن جود و کرم، منبع رشد و ہدایت حضرت قبلہ الحاج الحافظ پیر غلام نقشبند رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما تھے۔ صوفی حکیم محمد شریف ساجد کا بیان ہے کہ میں بھی آپ کی خدمت اقدس میں حاضر تھا۔ نماز مغرب کی اذان ہونے والی تھی۔ اتنے میں دس بارہ آدمی ایک نوجوان لڑکی کو پکڑ کر لائے اور آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اپنی نگاہ کیمیا اثر قدرے اوپر اٹھائی اور پوچھا کیا بات ہے؟ اس لڑکی کو کیا مرض ہے؟ اس لڑکی کے وارثوں نے عرض کی کہ حضور اسے دورے پڑتے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ اسے جن و پری کا سایہ ہے۔ آپ نے اپنی زبان حق ترجمان سے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو۔ اس لڑکی کو حکم فرمایا بیٹھ جاؤ۔ وہ بڑی فرمانبرداری کے انداز میں بیٹھ گئی۔ چند لمحے مراقبہ فرما کر ارشاد فرمایا اس وقت اسے کوئی سایہ وغیرہ نہیں ہے اور نہ کسی قسم کا مرض ہے۔ البتہ اس کی شادی جلدی کر دو۔

۲۔ صوفی محمد شفیع صاحب کا بیان ہے کہ میرے بیٹے محمد عاشق کو جنات کا سایہ ہو گیا۔ کئی جگہ سے علاج کرایا اور کئی عاملوں کو دکھایا مگر کسی صورت بھی جنات اس کا پیچھا

نہیں چھوڑتے تھے۔ جب سایہ کے اثرات ظاہر ہوتے، پانچ سات آدمی بھی اسے قابو میں نہیں رکھ سکتے تھے۔ انہی دنوں حضرت صاحبزادہ پیر خواجہ غلام نقشبند رحمتہ اللہ علیہ لاہور تشریف لائے۔ مجھے بذریعہ مکتوب مطلع کیا گیا۔ میں حاضر خدمت ہوا۔ عاشق بھی ہمراہ تھا۔ میں نے عرض کیا کہ حضور عاشق کو سایہ ہوگیا ہے۔ آپ مسکرائے اور ازراہ مذاق فرمایا عاشق! چند جن صوفی صاحب کو بھی دے دیتے تھے۔ عاشق نے کئی دنوں سے کچھ نہ کھایا تھا۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے عاشق کو کھانا دیا جو اس نے کھالیا۔ پھر آپ نے اسے حلوے کی پلیٹ عنایت فرمائی عاشق نے وہ بھی کھالی۔ بس یہی علاج تھا۔ صرف اپنے تصرف سے ہی محمد عاشق کو جنات سے نجات دلا دی۔

۳۔ حاجی الطاف حسین نقشبندی پسرور سے بیان کرتے ہیں کہ ہماری بہن کو آسیب کا سایہ تھا۔ میرے بھائی الحاج اشفاق حسین کے زیرِ مطالعہ کالے علم کی ایک کتاب تھی جس کا کسی کو علم نہ تھا۔ میرے شیخ کامل الحاج الحافظ غلام نقشبند علیہ الرحمہ ہمارے گھر تشریف لائے۔ ہماری والدہ ماجدہ نے حضرت صاحب کی خدمت میں ہماری بہن کے متعلق عرض کی۔ آپ نے فوراً فرمایا کہ محمد اشفاق حسین کے پاس ایک ایسی کتاب ہے جو اسے نہیں پڑھنی چاہیے، اور اشفاق حسین کو حکم فرمایا کہ اس کتاب کو قبرستان میں دفن کر دو۔ اس نے اگلے روز ہی حکم کی تعمیل کی اور کتاب قبرستان میں دفن کر دی۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اب جنات وغیرہ کسی قسم کا ضرر نہیں پہنچائیں گے۔ وہ دن اور آج کا دن، پھر جنات نے اپنا اثر نہیں دکھایا۔ یہ صرف آپ کی باطنی بصیرت اور توجہ کی برکت سے ہوا۔

۴۔ ولی محمد جلال پور بھٹیاں (پنڈی بھٹیاں کا نواحی گاؤں) روایت کرتے ہیں کہ ۱۹۶۸ء میں میری بیٹی آسیب کا شکار ہوگئی۔ کئی جگہ سے علاج کروایا مگر افاقہ ہونے کی بجائے مرض میں اضافہ ہوتا گیا۔ بعض دفعہ آسیب کا دورہ چوبیس گھنٹے تک طویل ہو

جاتا۔ حضرت صاحب قبلہ پیر غلام نقشبند رحمتہ اللہ علیہ سکھکی تشریف لائے تو میں اپنی بیٹی کو لے کر حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے اپنا لعابِ دہن (تھوک مبارک) مریضہ کے دائیں انگوٹھے پر لگا کر فرمایا، اب انشاء اللہ تمہیں یہ مرض کبھی لاحق نہیں ہوگا۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس دن کے بعد سے مریضہ بالکل تندرست ہے۔

اولاد کی پیشگی اطلاع

صوفی محمد شفیع بٹھے شریف کا بیان ہے کہ ہمارے گاؤں کے ایک شخص مقبول احمد ولد محمد اسماعیل کی شادی سیالکوٹ کے کسی قریبی گاؤں میں ہوئی تھی۔ مقبول احمد صاحب کی بیوی کی دو بڑی بہنیں تھیں جو بانجھ تھیں، اور اولاد سے محروم تھیں۔ لوگوں نے مشہور کر دیا کہ مقبول احمد کے ہاں بھی اولاد نہیں ہوسکتی کیونکہ اسکی بیوی کی بہنیں بانجھ ہیں، یہ بھی بانجھ ہی رہے گی۔ راوی کا بیان ہے کہ میں مقبول احمد اور اسکی بیوی کو لیکر دربار عالیہ چورہ شریف میں حضرت خواجہ غلام نقشبند رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوگیا۔ چورہ شریف کے سٹیشن سے گاڑی سے اتر کر دربار عالیہ کو روانہ ہوئے تو راستہ میں ہی کسّی کے قریب قبلہ عالم الحاج الحافظ خواجہ غلام نقشبند رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات ہوگئی۔ میں نے سلام عرض کرنے کے بعد موقع غنیمت جانا۔ وہیں التماس کر دی کہ حضور میرے ساتھ جو دوست ہے اسکی شادی کو عرصہ ہوگیا ہے مگر اولاد سے محروم ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ اس کے ہاں اولاد نہیں ہوسکتی کیونکہ اس کی دونوں بڑی بہنیں بھی بانجھ ہیں۔

آپ نے مسکرا کر فرمایا! اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے۔ اس کے ہاں انشاء اللہ بہت اولاد ہوگی۔ حضرت صاحب کی توجہ کے صدقہ میں اللہ تعالیٰ نے مقبول احمد کو سات بیٹے اور دو بیٹیاں عطا فرمائیں۔ مقبول احمد کی بیوی نے عرض کیا حضور اب اتنی اولاد ہی کافی ہے۔

اولادِ نرینہ

۱۔ مولوی غلام رسول صاحب موضع ڈھڈیالہ ضلع نارووال فرماتے ہیں کہ میرے بیٹے محمد اعظم کی شادی ہوئے عرصہ تین سال کا ہو گیا مگر وہ اولاد سے محروم ہی رہا۔ بڑی پریشانی تھی۔ جب حضرت قبلۂ عالم الحاج الحافظ غلام نقشبند رحمۃ اللہ علیہ ہمارے ہاں تشریف لائے تو عرض کیا کہ حضور! محمد اعظم اولاد سے محروم ہے۔ آپ نے توجہ فرمائی اور فرمایا کہ اللہ کریم فضل کرے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بیٹی سے نوازدیا۔

بیٹی کی پیدائش کے بعد پھر پانچ سال کا عرصہ گزر گیا۔ اب بیٹی باتیں بھی کرنے لگی تھی۔ حضرت صاحب کو بھی اس بچی سے بہت پیار تھا۔ حضرت صاحب جب پھر ہمارے گاؤں تشریف لائے تو حسب عادت مسجد میں قیام فرمایا۔ میں سلام عرض کرنے کی غرض سے حاضر خدمت ہوا تو میری وہی پوتی ہمراہ تھی۔ سلام عرض کرنے کے بعد وہ آپ کے قریب ہی بیٹھ گئی۔ آپ نے بچی کو پیار سے مخاطب کر کے پوچھا کہ بیٹی عصمہ، آپ کیسے آئی ہیں؟ اس نے جواب میں کہا کہ پیر صاحب میں بھائی لینے آئی ہوں۔ آپ نے فرمایا، بھائی کو کھلایا کرو گی؟ اس نے کہا ہاں! میں بھائی کو کھلایا کروں گی۔ آپ نے فرمایا، اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو انشاء اللہ تعالیٰ بھائی دے گا۔ مولوی غلام رسول صاحب کا بیان ہے کہ پانچ سال بعد اللہ تعالیٰ نے محمد اعظم کو بیٹے سے نوازا جس کا نام آپ نے احمد مقتدیٰ رکھا۔ یہ سب آپ کا تصرف تھا۔

۲۔ حاجی حکیم غلام نبی کوٹ لکھا بیان کرتے ہیں کہ ہمارے گاؤں کی ایک عورت جس کا نام حمیداں بی بی ہے، دو سال سے اولاد سے محروم تھی۔ میں دربارِ عالیہ چورہ شریف میں خواجہ پیر غلام نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور حمیداں بی بی

کے متعلق عرض کیا۔ آپ نے خاموشی فرمائی۔ پھر دعائے خیر کر کے مجھے رخصت کر دیا۔ میں نے حمیداں بی بی سے کہا کہ میں آپ کے لئے حضرت صاحب سے اولادِ نرینہ کی دعا کرا کر آیا ہوں۔ انشاءاللہ، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے مرشد پاک کی دعا رد نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل فرمایا اور اگلے سال ہی اسے اولادِ نرینہ سے نواز دیا۔ اس بچے کا نام عطاالمصطفیٰ رکھا گیا۔ اس کے بعد ایک اور بیٹا عطا ہوا جس کا نام حضرت قبلہ الحاج الحافظ غلام نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے انعام المصطفیٰ رکھا۔

۳۔ حاجی حکیم غلام نبی کوٹ لکھا سے راوی ہیں کہ ہمارے برادرِ طریقت طالب حسین کی پہلی بیوی قضائے الٰہی سے فوت ہو چکی تھی۔ اس کی دوسری شادی رشیداں بی بی جو ننکانہ کے نواحی گاؤں صاحب والا کی رہنے والی تھی، سے ہوئی۔ اس سے قبل رشیداں بی بی اپنے کسی قریبی رشتہ دار کے نکاح میں عرصہ دس سال گزار چکی تھی مگر اولاد کی نعمت سے محروم رہی تھی۔ حضرت قبلہ عالم خواجہ پیر غلام نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ کیمیا اثر کے صدقے اللہ تعالیٰ نے تقریباً ڈیڑھ سال کے بعد طالب حسین کو اولاد نرینہ سے نواز دیا۔ پھر اسی رشیداں بی بی کے شکم سے طالب حسین کے چار بچے ہوئے۔

۴۔ محمد شریف مرحوم سانگلہ ہل سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت خواجہ پیر غلام نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سانگلہ ہل کے نواحی چک نمبر 118 چھور مسلم میں تشریف لائے تو میں نے عرض کیا کہ حضور میرے ہاں پانچ بیٹیاں ہیں مگر اولاد نرینہ سے محروم ہوں۔ آپ سے التماس ہے کہ میرے حق میں اولاد نرینہ کے لئے دعا فرما دیں۔ آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے۔ دعا کے بعد آہستہ سے فرمایا انشاءاللہ، اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو بیٹے سے نوازے گا۔ اس مرتبہ آپ کی نگاہِ پاک کے صدقے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے بیٹے سے ہی نوازا جو حافظ قرآن ہوا۔

۵۔ چودھری قمر الدین بشیر نقشبندی راولپنڈی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ آپ گوجرانوالہ میں تشریف فرما تھے۔ آپ کا ایک عقیدت مند جو اولادِ نرینہ سے محروم تھا، عرض کرنے لگا کہ حضور دعا فرمائیں، اللہ کریم مجھے لڑکا عطا کرے تو میں غوث زماں، ہادی دوراں، رہبر شریعت خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ باوا جی فقیر محمد قدس سرّہ کے لنگر کے لئے ایک ہزار روپے پیش کروں گا۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ، اللہ پاک تجھے فرزند عطا فرمائے گا۔ جا کر سب کو بتادو۔ کچھ عرصہ بعد وہ عقیدت مند جس کا نام عبدالحمید تھا، پھر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور پریشان حالی کے انداز میں عرض گزار ہوا کہ حضور میرے سسرال اہل حدیث مسلک سے تعلق رکھتے ہیں، میں نے ان کو اطلاع کر دی ہے کہ میرے پیر و مرشد نے اولادِ نرینہ کی نوید مسرت سنائی ہے، اگر لڑکا نہ ہوا تو میرا بہت مذاق اڑے گا۔ آپ نے فرمایا، ہمارا رب سچا ہے، وہ کریم ہے، ہم نے پکا سودا کیا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ، اللہ کریم تجھے فرزند ہی عطا فرماوے گا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے عبدالحمید کو فرزند ارجمند سے ہی نوازا۔

۶۔ محمد یونس المعروف کالا، چک نمبر 55 برج سانگلہ ہل کا بیان ہے کہ حضرت خواجہ پیر غلام نقشبند قدس سرہٗ چک نمبر 46 المعروف چک چٹھے میں محترم فضل حسین چٹھہ کے ہاں تشریف فرما تھے۔ میں بھی سلام عرض کرکے آپ کے پاس ہی بیٹھ گیا۔ حضرت صاحب قبلہ حافظ غلام نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے اپنے پاس بلایا اور پوچھا کہ یونس آپ کے کتنے بچے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضور صرف تین بیٹیاں ہی ہیں۔ آپ نے فرمایا، مایوس نہ ہوں اللہ تبارک وتعالیٰ کرم فرمائے گا اور اولادِ نرینہ سے بھی نوازے گا۔ الحمد للہ آپ کے تصرف کے طفیل اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے تین بیٹے عطا فرمائے۔

۷۔ مولوی غلام رسول صاحب ڈھڈیالہ ضلع نارووال بیان کرتے ہیں

۱۹۶۸ء میں ۲۹ بیساکھ کو حضرت قبلہ عالم الحاج الحافظ پیر خواجہ غلام نقشبند رحمتہ اللہ علیہ علی پور سیداں شریف ضلع نارووال میں تشریف فرما تھے۔ میرے ایک رشتہ دار گوجرانوالہ سے آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور ملتمس ہوئے کہ حضور میری دو بیٹیاں اولادِ نرینہ سے محروم ہیں۔ میرے بیٹے کے ہاں دو بچے ہیں مگر میری بہو بیمار ہے۔ مولوی غلام رسول صاحب نے بھی سفارش کے طور پر اولادِ نرینہ کے لئے درخواست کی۔ آپ نے دعا فرمائی اور انہیں رخصت کر دیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کی دعا کی برکت سے مولوی غلام رسول صاحب کے رشتہ دار کی دونوں بیٹیوں اور بیٹے کو اولادِ نرینہ سے نواز دیا۔

کمرہ روشنی سے بقعہ نور بن گیا

صوفی حکیم محمد شریف ساجد صاحب مچکے شریف بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ محلہ رنگ پورہ سے بن اور جموں روڈ پر واقع ماسٹر محمد دین انصاری کے گھر شب باشی کے لئے تشریف لے گئے۔ مغرب کی نماز آپ نے محلہ رنگ پورہ میں ادا فرمائی اور نمازِ عشاء آپ نے انصاری صاحب کے مکان پر ادا کی۔ حکیم محمد شریف بیان کرتے ہیں کہ ہم چند درویش بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ مگر میں نے نمازِ عشاء مسجد میں ادا کی اور نماز کے بعد کچھ دیر مسجد میں ہی بیٹھا رہا۔ واپس آیا تو تمام درویش اپنے اپنے بستر میں استراحت فرما رہے تھے۔ البتہ میرے لئے بستر کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ میزبان ماسٹر محمد دین انصاری صاحب نے اپنے گھر والوں کو پکار کر کہا کہ بھائی شریف کے لئے بھی جلدی جلدی بستر کا بندوبست کرو۔ حضرت صاحب قبلہ قریب ہی کمرے میں آرام فرما رہے تھے۔ آپ کے ہمراہ منور شاہ صاحب آپ کا خدمت گار بھی موجود تھا۔ انصاری صاحب کی آواز سن کر آپ نے کمرے کے اندر سے حکم فرمایا کہ شریف کو اندر میرے پاس بھیج دو، اس کے لئے بستر کی

ضرورت نہیں۔ میں آپ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ نے فرمایا نیچے فرش پر جو بستر بچھا ہوا ہے اس پر ہی سو جاؤ۔ حسب الارشاد میں آپ کے اسی فرشی بستر پر لیٹ گیا۔ قریب ہی منور شاہ سو رہا تھا۔ مگر مجھے نیند نہیں آرہی تھی۔ جوں توں کر کے کچھ دیر کے لئے آنکھ لگی۔ لیکن ٹھیک دو بجے رات کو میری آنکھ کھل گئی تو میں نے ایک عجیب نظارہ کیا۔ کمرے کی مصنوعی لائٹ تو بند تھی مگر آپ کا کمرہ روشنی سے بقعہ نور بنا ہوا تھا۔ میں نے چھت کی طرف نگاہ کی تو کمرے کی چھت سے نورانی لائٹ آپ کی چارپائی پر پڑ رہی تھی۔ میں نے یہ نظارہ تقریباً ایک گھنٹہ تک کیا۔ تین بجے کے قریب آپ نے منور شاہ صاحب کو آہستہ آہستہ سے دو دفعہ پکارا۔ منور شاہ تو بے خبر سو رہا تھا۔ تیسری آواز پر میں نے عرض کیا حضور کیا حکم ہے۔ آپ نے فرمایا وضو کے لئے پانی لاؤ۔ آپ کی پہلی آواز سے روشنی تو ختم ہو گئی تھی مگر میں حیرت میں گم تھا۔

سزائے موت سے بریت

صوفی محمد شفیع موضع بٹھے شریف کا بیان ہے کہ اس کے گاؤں میں ایک شخص نکا جٹ تھا، جسکی ایک ہی بیٹی تھی۔ اس نے اپنی بیٹی کی شادی غازی پور تلواڑہ ضلع سیالکوٹ میں لال دین نامی شخص سے کر دی اور اپنی ۱۲۵ ایکڑ زرعی زمین اپنی بیٹی کے نام منتقل کروا دی۔ نکا جٹ کا داماد لال دین زمین کی دیکھ بھال کے لئے موضع بٹھے میں ہی رہائش پذیر ہو گیا۔ پانچ یا سات سال بعد نامعلوم افراد نے نکا جٹ کو قتل کر دیا۔ مگر نکا جٹ کے بھتیجوں نے اپنی برادری کو اعتماد میں لیکر قتل کا مقدمہ اسکے داماد لال دین پر کر دیا۔ قتل کے کیس کا رخ بتاتا تھا کہ لال دین کو سزائے موت ہو جائے گی کیونکہ گاؤں کے لوگ بیک زبان گواہی لال دین کے خلاف ہی دیتے تھے۔

مقدمہ قتل کے فیصلہ میں کچھ ہی دن باقی تھے کہ حضرت قبلہ عالم خواجہ غلام نقشبند قدس سرہٗ بٹھے شریف میں تشریف لے آئے۔ آپ صوفی محمد شفیع کے مکان پر تشریف فرما تھے۔ لال دین کی بیوی اور نکا جٹ کی بیٹی کو آپ کی آمد کی اطلاع ملی تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئی اور عرض کی کہ حضور! میں اور میرا خاوند دونوں ہی بے گناہ ہیں۔ ایک طرف میرا باپ قتل ہوا ہے، دوسری طرف میرے خاوند کے خلاف ہی مقدمہ درج کرایا گیا ہے۔ آپ نکا جٹ کی بیٹی کے گھر تشریف لے گئے اور گاؤں والوں کو بلا کر فرمایا کہ لوگو! لال دین واقعی بے گناہ ہے۔ اس بے گناہ کو معاف کر دو اور اس کے حق میں بے گناہ ہونے کی گواہی دو۔ مگر گاؤں کے متکبر لوگوں نے کہا کہ جناب! اب دعائیں کیا اثر دکھائیں گی، موت تو لال دین کے سر پر منڈلا رہی ہے۔ یہ سن کر آپکی رگِ فاروقی پھڑک اٹھی۔ آپ نے پرزور الفاظ میں دو دفعہ فرمایا، انشاء اللہ تعالیٰ لال دین ضرور بالضرور بری ہو کر اپنے گھر آئے گا۔ چند روز بعد آپ کے تصرف سے لال دین بری ہو گیا۔

ملازمت اور ترقی کی نوید

صوفی محمد شفیع بٹھے شریف نے بیان کیا ہے کہ مقبول احمد نامی بے روزگار تھا۔ اس نے آپ کی خدمت اقدس میں عرض کی حضور! آج کل بے روزگار ہوں۔ گھر میں کھانے والے بھی بہت ہیں۔ آپ نے فرمایا مقبول! جلد ہی تجھے پولیس میں ملازمت مل جائے گی اور تو اعلیٰ عہدے پر فائز ہوگا۔ آپ کی نگاہِ دوررس کے صدقے مقبول احمد پولیس میں اے۔ ایس۔ آئی بھرتی ہوا اور اس کے دو بیٹے بھی پولیس میں اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوئے۔

گمشدہ زیور کی بازیابی

صوفی حکیم محمد شریف ساجد راوی ہیں کہ انکے پھوپھی زاد لیاقت علی کی بیوی کا

سونے کا ایک جھمکا گم ہو گیا۔ بڑا تلاش کیا مگر نہ ملا۔ اہل خانہ بڑے پریشان تھے۔ انہی دنوں حضرت الحاج الحافظ خواجہ پیر غلام نقشبند رحمتہ اللہ علیہ قصبہ بڈیانہ میں تشریف فرما تھے۔ برادرم لیاقت علی اور والد گرامی حکیم مولوی غلام محمد رحمتہ اللہ علیہ حضرت صاحب کی زیارت کی خاطر بڈیانہ میں آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ والد گرامی نے عرض کیا کہ حضور عزیز لیاقت علی کا کچھ نقصان ہو گیا ہے۔ آپ نے دریافت کیا کہ کس قسم کا نقصان ہوا؟ والد صاحب نے عرض کیا کہ لیاقت علی کی بیوی کا سونے کا جھمکا گم ہو گیا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ فکر کی بات نہیں، خاطر جمع رکھو! انشاء اللہ جھمکا مل جائے گا۔ اس کے تین روز بعد جھمکا غیر معروف جگہ سے مل گیا۔

قلیل طعام میں برکت

محمد یوسف ولد محمد صادق موضع چھور کا ہلواں اپنی والدہ ماجدہ کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت قبلہ عالم الحاج الحافظ خواجہ پیر غلام نقشبند رحمتہ اللہ علیہ چھور میں سالانہ عرس مبارک کے موقع پر تشریف فرما تھے۔ چھور کے نمبردار حسین نے حاضر خدمت ہو کر کھانے کی دعوت دی جسے آپ نے قبول فرمالیا۔ اور آپ نے فرمایا کہ دوپہر کا کھانا پکالو۔ حسب وعدہ آپ اپنے درویشوں کے ساتھ حسین نمبردار کے گھر تشریف لے گئے۔ آپ کی آمد کی خبر سن کر لوگوں کا ہجوم اکٹھا ہو گیا۔ حسین نمبردار یہ دیکھ کر گھبرا گیا کہ کہیں کھانا کم نہ ہو جائے۔ حضرت قبلہ پیر غلام نقشبند رحمتہ اللہ علیہ نے نمبردار صاحب کے چہرے کی کیفیت دیکھ کر اسے اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ نمبردار صاحب کھانا کھلاؤ، گھبرانے کی بات نہیں، میرا یہ رومال لے جاؤ اور کھانے کو اس سے ڈھانپ دو۔ پھر کیا تھا، سب لوگوں نے سیر ہو کر کھایا مگر کھانا اسی طرح تھا۔ یہ دیکھ کر حسین نمبردار بہت خوش ہوا۔

بیعت کی رغبت

حاجی الطاف حسین نقشبندی پسر وروالے بیان کرتے ہیں کہ پہلے ہماری رہائش موضع اٹیر والہ میں تھی۔ میری والدہ صاحبہ اس وقت بقید حیات تھیں۔ انہوں نے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ الطاف میں تجھے اپنے شیخ کامل خواجہ غلام نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کروانا چاہتی ہوں۔ میں نے اپنی والدہ ماجدہ سے کہا کہ آپ کے مرشد صاحب چونکہ میرے ماموں صاحب سے ملنے نہیں آئے اس لئے اب میں اس وقت بیعت کروں گا جب حضرت صاحب ہمارے گھر تشریف لائیں گے۔ میرا جواب سن کر والدہ صاحبہ بہت پریشان ہوئیں۔ اسی دوران حضرت صاحب بھکھی سندھواں میں تشریف لائے تو میری والدہ بھی آپ کی زیارت کے لئے بھکھی سندھواں میں آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کی کہ حضور میں عزیز الطاف حسین کو آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کرنے کا کہتی ہوں تو جواب دیتا ہے کہ آپ ہمارے گھر تشریف لائیں گے تو بیعت کروں گا ورنہ نہیں۔ یہ سن کر آپ نے تو خاموشی اختیار فرمائی مگر میرے دِل میں آپ کی محبت نے انگڑائیاں لینا شروع کر دیں اور میں بے اختیار ہو کر بھکھی سندھواں کی طرف دوڑنے لگا۔

جب میں بھکھی سندھواں کی جامع مسجد کے دروازے پر پہنچا تو میں نے قاضی محمد ایوب صاحب کو منتظر پایا۔ جب قاضی صاحب سے ملاقات ہوئی تو وہ پوچھنے لگے کہ آپ کا نام الطاف حسین ہے اور آپ اٹیر والہ سے آئے ہو؟ میں نے اثبات میں سر ہلایا تو قاضی صاحب نے کہا کہ مسجد کے اندر آپ کو پیر صاحب بلا رہے ہیں۔ میں نے اندر جانے سے اس بنا پر انکار کر دیا کہ میرا سر ننگا ہے۔ قاضی صاحب نے مسجد کے اندر جا کر حضرت صاحب کو سب کچھ بتا دیا۔ اس پر حضرت صاحب نے اپنا رومال مبارک قاضی صاحب کو دیا کہ

اسے الطاف حسین کے سر پر اوڑھا دو۔ قاضی صاحب نے جب آپ کا رومال میرے سر پر رکھا تو میرے اندر کا شیطان دفع ہو گیا اور مسجد کے اندر آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر بے اختیار رونے لگا۔ آپ نے مجھے اپنے دستِ حق پرست پر بیعت کر لیا اور اس قدر شفقت فرمائی کہ وہ دِن اور آج کا دن میں اپنے شیخ کامل کی محبت میں گویا دیوانہ ہوں۔

فوجداری مقدمہ سے بری ہونے کی پیشین گوئی

۱۔ محمد شفیع ولد محمد عبداللہ، موضع بابے تحصیل پسرور کے رہائشی بیان کرتے ہیں کہ حضرت خواجہ پیر غلام نقشبند رحمتہ اللہ کے بچپن کا واقعہ ہے جب میری عمر بھی دس سال کے لگ بھگ تھی۔ میرے والدین مجھے دربار عالیہ چورہ شریف میں چھوڑ آئے۔ حافظ پیر غلام نقشبند رحمتہ اللہ علیہ بھی میرے ہم عمر ہی تھے۔ ہم دونوں اکٹھے کھیلتے اور دربار شریف کا ہر کام اکٹھے مل کر کر لیتے۔ اور ہنسی مذاق بھی کر لیا کرتے تھے۔

ایک دن ہم دونوں کسّی (ندی) پر غسل کیلئے چلے گئے۔ ہم دونوں کا بچپن تھا۔ نہاتے نہاتے ہم نے ایک دوسرے سے مذاق کرنا شروع کر دیا۔ مذاق مذاق میں کسی نے کہا کہ جناب بڑے پیر صاحب تشریف لا رہے ہیں۔ لہٰذا جلدی جلدی کسّی سے باہر نکلے اور کپڑے پہن لئے مگر گھبراہٹ میں آپ نے قمیص الٹی پہن لی۔ میں نے پھر آپ کا مذاق اڑانا شروع کر دیا۔ اسی دوران آپ نے فرمایا کہ محمد شفیع! تمہیں ایک بات بتاؤں میں نے عرض کیا بتائے۔ آپ نے فرمایا کہ چودھری خدا بخش صاحب کھکھی سندھواں والے مقدمہ سے بری ہو گئے ہیں۔ میں نے کہا کہ بڑے پیر صاحب بننے کی کوشش نہ کرو۔ آپ نے فرمایا جلد ہی آپ یہ خوشخبری سن لیں گے۔

ابھی ہم راستے میں ہی تھے کہ ڈاکیا نے ہم کو بلایا اور ایک ٹیلیگرام کھول کر پڑھی، تو

یہ بھکھی سندھواں والے چودھری خدابخش صاحب کی طرف سے ہی مبارک باد اور شکریے کی ٹیلیگرام تھی۔

۲۔ غلام رسول صاحب ولد فقیر سائیں سکنہ منجھکے شریف کا بیان ہے کہ یہ ۱۹۸۴ء کا واقعہ ہے۔ میرے پاس ایک گاڑی تھی۔ ایک دن مجھ سے گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہو۔ میرے پاس ڈرائیونگ لائسنس بھی نہیں تھا۔ تین چار آدمی گاڑی کے نیچے آ کر ہلاک ہو گئے تھے۔ لائسنس نہ ہونے کی وجہ سے مسئلہ اور بھی پیچیدہ تھا۔ اس وقت گاڑی کا اصل ڈرائیور بھی ساتھ نہیں تھا۔ دفعہ ۳۰۴ الف کے تحت میرا چالان عدالت میں پیش کر دیا گیا تھا۔ میرے پاس نہ سفارش تھی اور نہ اتنی رقم تھی کہ رشوت دے کر اپنی جان چھڑا لوں۔ میری خوش بختی کہ اسی سال ۳۰ ستمبر کو حضرت الحافظ الحاج پیر غلام نقشبند رحمتہ اللہ علیہ سالانہ عرس شریف کے سلسلہ میں منجھکے شریف میں تشریف لے آئے۔ میں نے صوفی حکیم محمد شریف ساجد صاحب امیر بزم نقشبندیہ چوراہیہ سے پیر صاحب سے دعا کرانے کے لئے التماس کی۔ حکیم صاحب نے سب حالات حضرت سے عرض کیے اور عرض کی کہ حضور توجہ فرما دیں۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ تین چار سال مقدمہ چلے گا، مگر آپ بری ہو جائیں گے۔

مقدمہ چلتا رہا، تاریخیں پڑتی رہیں مگر مجھے عدالت سے کبھی اطلاع نہ ملی۔ چار سال بعد فیصلہ کی تاریخ کی مجھے اطلاع ہوئی تو میں عدالت حاضر ہو گیا۔ مجسٹریٹ صاحب نے مجھے دیکھتے ہی پوچھا کہ گذشتہ چار سال سے آپ کی شکل نہیں دیکھی، تاریخوں پر غیر حاضری کی وجہ بیان کرو۔ میں نے ڈرتے ڈرتے عرض کی کہ میں مزدوری کر کے اپنے اہل و عیال کا پیٹ پالتا ہوں۔ مجھے کبھی اطلاع نہیں ہوئی اور مقدمہ کی پیروی کرنے کے لئے میرے پاس وسائل بھی نہیں تھے۔ جج صاحب نے کہا جاؤ تم کو بری کیا جاتا ہے۔ یہ حضرت

خواجہ غلام نقشبند رحمتہ اللہ علیہ کے تصرف کی بنا پر ہوا۔

مقدمہ قتل سے بری

۳۔ حاجی منظور احمد ساکن چک نمبر ۱۰۲ نواح منڈی برج کا بیان ہے کہ میرے بھائی محمد سرور کا زمین کی وجہ سے جھگڑا ہو گیا۔ محمد سرور اور اس کے چار دیگر ساتھیوں نے مخالف فریق کے چھ آدمی قتل کر دیے۔ ان پر مقدمہ بنا۔ چالان عدالت میں بھیج دیا گیا۔ مقدمہ چلا۔ حضرت خواجہ پیر غلام نقشبند رحمتہ اللہ علیہ ایک تاریخ پر بھائی محمد سرور کی ملاقات کی غرض سے عدالت تشریف لے گئے۔ ملاقات کے وقت محمد سرور ہتھکڑی کے باوجود آپ کے پاؤں دبانے لگا۔ اس پر قریب کھڑے ایک ملزم نے کہا کہ انہوں نے مرغیاں تو ذبح نہیں کیں، انسان قتل کیے ہیں۔ بری کیسے ہو سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے۔ وہ سب کچھ کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ ہماری اسی خدائے لم یزل کی بارگاہ میں اپیل ہے۔ ہمارا دعویٰ تو نہیں۔ البتہ اس کی ذات بابرکات پر پورا یقین ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ، اللہ کے حکم سے یہ ضرور بری ہو جائیں گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ٹھیک ایک ماہ بارہ دن بعد پہلے ان کی ضمانت ہوئی، پھر بری ہو گئے۔

۴۔ صوفی نور احمد صاحب حافظ آبادی کا بیان ہے کہ چک نمبر ۵۰ شمالی ضلع سرگودھا میں دو خاندان عید کی نماز ادا کرنے کے بعد کسی بات پر آپس میں جھگڑ پڑے۔ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ ایک فریق کے تین اور دوسرے فریق کا ایک آدمی ہلاک ہو گئے۔ ولی محمد گروپ جن کا ایک آدمی قتل ہوا تھا، ان کے خلاف مقدمہ قتل درج ہو گیا۔ ولی گروپ کا تعلق دربار عالیہ چورہ شریف سے تھا۔ ولی محمد کے ہم زلف نے حضرت صاحب قبلہ غلام نقشبند رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں التماس کی۔ آپ نے فرمایا صاف بری نہیں ہو گے۔ کچھ

عرصہ سزا کاٹنا پڑے گی۔

فریق مخالف نے ۹ آدمیوں پر اپنے تین آدمیوں کے قتل کا مقدمہ درج کرایا تھا۔
مقدمہ چلا عدالت نے ۴ آدمیوں کو ۵۔۷، ۵۔۷ سال کی قید سنائی اور پانچ آدمیوں کو سزائے موت کا حکم سنایا۔

جب عدالت کے اس فیصلہ سے آپ کو مطلع کیا گیا اور دعا کے لئے عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا، اب سب باعزت بری ہو جائیں گے۔ لہٰذا ہائی کورٹ میں اپیل دائر کی گئی۔ آپ کے ارشاد فرمانے کے تین سال بعد ہائی کورٹ نے سب کے سب بری کر دیئے۔

بارش سے حفاظت

محمد شفیع ساکن بٹھے راوی ہیں کہ ایک دفعہ ہم چند ساتھی حضرت قبلہ پیر غلام نقشبند رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ ڈیرہ پٹھاناں تحصیل شکر گڑھ ضلع نارووال میں حاضر تھے۔ واپسی پر تیز بارش ہونے لگی۔ حضرت صاحب قبلہ درویشوں کے ساتھ بیل گاڑی پر سوار ہو گئے۔ منزل مقصود تک پہنچنے تک بیل گاڑی بارش سے بالکل محفوظ رہی۔

امتحانات میں کامیابی اور اعلیٰ ملازمت کی نوید

رشید احمد ولد صوفی جان محمد سے روایت ہے کہ میرا بیٹا محمد رفیق جماعت دہم کا طالب علم تھا۔ سکول میں محمد رفیق کا استاد کسی وجہ سے سخت ناراض ہو گیا۔ نہ صرف استاد نے محمد رفیق کو زدوکوب کیا بلکہ اس کا نام بھی خارج کر دیا۔ دہم کے سالانہ امتحان قریب تھے۔ ہم نے بہت منت سماجت کی، معافی مانگی مگر وہ نہ مانا۔

الحاج الحافظ حضرت صاحب قبلہ پیر غلام نقشبند رحمتہ اللہ علیہ سالانہ عرس کے سلسلہ میں مینگرہ میں تشریف لائے تو رشید احمد نے تمام واقعہ حضرت صاحب کی بارگاہ قدسیہ

میں عرض کر دیا اور عرض کیا کہ اب میٹرک کے امتحان قریب ہیں، بڑی پریشانی ہے۔ حضرت صاحب نے فرمایا محمد رفیق پرائیویٹ امتحان دے گا اور انشاء اللہ اعلیٰ عہدے پر فائز ہوگا۔ الحمد للہ! حضرت صاحب کے تصرف سے محمد رفیق فوج میں بطور ڈینٹل سرجن تعینات ہے۔

بدمزہ خربوزے خوش ذائقہ ہوگئے

جماعت علی ولد نبی بخش کا بیان ہے جون ۱۹۸۰ء میں حضرت قبلہ عالم خواجہ غلام نقشبند رحمتہ اللہ علیہ پڑھانوالی تحصیل وضلع سیالکوٹ میں چودھری حبیب اللہ کے بیٹے کی شادی خانہ آبادی کے موقع پر تشریف لائے۔ تو میری درخواست پر آپ میرے غریب خانہ پر بھی رونق افروز ہوئے۔ میری دکان پر خربوزے دیکھ کر حکم فرمایا جماعت علی! خربوزے کاٹ کر لاؤ تا کہ ہم کھائیں۔ میں نے نہایت شرمندگی کی حالت میں عرض کیا کہ حضور خربوزے تو بدذائقہ نکلے کوئی ایک روپیہ کلو بھی خریدنے کو تیار نہیں۔ بہت زیادہ نقصان کا خدشہ ہے۔

آپ نے کمالِ شفقت فرماتے ہوئے فرمایا، لاؤ! ہم کھاتے ہیں میں نے تین خربوزے پیش کئے۔ صوفی محمد شفیع صاحب ساکن بیٹھے والے نے ایک خربوزہ کاٹا۔ اس میں سے نصف حضرت صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے کھا کر مسرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ بہت میٹھے ہیں۔ انشاء اللہ! بہت نفع ہوگا۔ آپ کے تصرف سے وہی بدذائقہ خربوزے خوش ذائقہ ہو گئے اور چار روپے کلو فروخت ہو گئے، مجھے توقع سے زیادہ منافع حاصل ہوا۔

ریل گاڑی خود رُک گئی

بابا نور محمد کوٹ نکا روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں دربار عالیہ چورہ شریف جانے کے لئے راولپنڈی سٹیشن پر پہنچا تو چورہ شریف جانے والی ریل گاڑی روانہ ہو چکی تھی۔ اس کے بعد کوہاٹ کیلئے ایک ریل کار روانہ ہونا تھی۔ جسکے لئے مجھے انتظار کرنا پڑا۔ میں نے ٹکٹ لیتے وقت بکنگ کلرک کو کہا کہ اگر ریل کار چورہ شریف رکے گی تو مجھے ٹکٹ دیدو، ورنہ ٹکٹ نہ دینا۔ اس نے خاموشی سے مجھے ٹکٹ دے دیا۔ میں ریل کار میں سوار ہو گیا۔

بسال شریف سٹیشن پر ریل کار رکی تو ڈرائیور کے پاس گیا اور پوچھا کہ ریل کار کا چورہ شریف سٹاپ ہے اس نے جواب دیا کہ "نہیں"۔ میں پریشان ہو گیا میں نے کہا کہ بکنگ کلرک نے ٹکٹ دیتے وقت کہا تھا کہ گاڑی چورہ شریف رکے گی۔ میری ٹکٹ بھی چورہ شریف کی ہے۔ ڈرائیور انکار کرتا رہا۔ آخر کار اس نے اپنی جان چھڑانے کے لئے مجھے پکوڑے اور روٹی خرید کر دی اور کہا کہ آپ اطمینان سے روٹی اور پکوڑے کھاؤ۔ جہاں ریل کار کا راولپنڈی جانے والی گاڑی سے کراس ہوگا آپ کو اس میں سوار کر دیں گے جو آپ کو واپس چورہ شریف اتار دے گی۔ ہماری بحث کے دوران گاڑی پندرہ منٹ تک رکی رہی۔ بہر حال ریل کار جب اگلے سٹیشن سے چل پڑی تو میں نے کنڈیکٹر گارڈ سے التماس کی تو اس نے بھی جواب دیا کہ ہم کسی بھی قانون کے تحت کار کو چورہ شریف سٹیشن پر روکنے کے مجاز نہیں ہیں۔ اب سب طرف سے مایوس ہو کر میں نے حضرت قبلہ خواجہ غلام نقشبند رحمتہ اللہ علیہ کا تصور کیا اور دل ہی دل میں پکارا حضرت صاحب! میں اتنی دور سے کیسے چل کر آؤں گا۔ میں نے یونہی آپ کا تصور باندھا! یکدم ریل کار کے رکنے سے ایک جھٹکا لگا۔ ریل کار رک چکی تھی۔ کنڈیکٹر گارڈ اور ڈرائیور میرے پاس آئے اور لگے منت سماجت

کرنے کہ باباجی جلدی اترو۔ میں دل میں بہت خوش تھا۔ ان کو جواب دیا کہ اب میرے شیخ نے گاڑی رکوائی ہے، اپنی مرضی سے اتروں گا۔ بہرحال جونہی میں نیچے اترا، گاڑی روانہ ہوگئی۔ ڈرائیور جو میرے قریب کھڑا تھا، بھاگ کر سوار ہوا۔ میں دربار شریف پہنچا تو خواجہ غلام نقشبند رحمتہ اللہ علیہ اپنے ڈرائیور کو فرمارہے تھے جلدی کرو، بابا نور احمد کو سٹیشن سے لیکر آؤ۔ پھر مجھے دیکھتے ہی فرمانے لگے بابا! سفر کیسے گزرا۔

تبادلہ رک گیا

چودھری قمر الدین بشیر صاحب ساکن راولپنڈی نقل کرتے ہیں کہ صوبیدار محبوب الرشید نام کا ایک عقیدت مند تھا۔ اس کا تبادلہ مشرقی پاکستان (موجودہ بنگلہ دیش) میں ہوگیا۔ وہ آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ جی۔ ایچ۔ کیو سے حکم صادر ہو چکا ہے۔ آپ نے فرمایا آپ مشرقی پاکستان نہیں جائیں گے، کیونکہ ہمارے جنرل ہیڈکوارٹر سے آرڈر جاری نہیں ہوا۔ اپنے محکمہ کے حکم کی تعمیل کرنے کی خاطر صوبیدار محبوب الرشید کراچی پہنچا۔ وہاں ایک ہفتہ تک رکا رہا۔ اسی دوران سقوطِ ڈھاکہ کی جانکاہ خبر آگئی۔ صوبیدار صاحب ایک ہفتہ کے بعد واپس راولپنڈی آگئے۔ مشرقی پاکستان اب بنگلہ دیش بن چکا تھا۔ یہ واقعہ صوبیدار صاحب نے خود سنایا۔ اب وہ اپنے منصب سے سبکدوش ہو چکے ہیں۔

بیٹی کی موت کی اطلاع

لالہ محمد سلطان ساکن مٹھیانوالہ کا بیان ہے کہ سالانہ مرکزی عرس مبارک کے موقع پر دربارِ عالیہ چورہ شریف میں حاضر تھا۔ میری عادت تھی کہ عرس مبارک کے بعد ہر سال تین چار روز تک دربار شریف میں ہی قیام کیا کرتا تھا، اور عرس مبارک کے جملہ امور نبٹا

کر واپس ہوا کرتا تھا۔ اب کی دفعہ بھی حسبِ سابق میرا یہی پروگرام تھا۔ مگر اچانک آپ نے مجھے طلب فرمایا اور حکم دیا کہ سلطان! فوراً اپنے گاؤں پہنچو۔ میں حکم کی تعمیل بجالایا۔ جب اپنے گاؤں کے نواح میں ادھوداتا پہنچا تو مجھے میرے گاؤں کا ایک آدمی ملا، جس نے مجھے میری بیٹی کی موت کی اطلاع دی اور کہا! میں تو آپ کو ہی لینے جارہا تھا۔ دراصل آپ نے مجھے اشارتاً بیٹی کی موت سے ہی آگاہ کیا تھا۔

دل سے آگاہی

۱۔ حافظ اللہ رکھا ساکن سانگلہ ہل سے روایت ہے کہ میں شاہکوٹ میں لاری اڈا پر کھڑا تھا۔ میری نظر دو باریش آدمیوں پر پڑی جو مین بازار سے بس کی جانب آرہے تھے۔ ان میں سے ایک کافی صحت مند لگ رہا تھا۔ میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ مولوی صاحب تو بڑے موٹے تازے ہیں مگر جب آپ میرے قریب آگئے تو میں آپ کو پہچان کر دل ہی دل میں بہت پریشان اور از حد شرمندہ ہوا۔ میں اسی شرمندگی و خجالت کی حالت میں بھاگ کر دو بوتلیں لے آیا۔ آپ فرمانے لگے: اللہ رکھا صاحب! دیکھا مولوی کتنا صحت مند ہے۔ مجھے بہت حیرانگی ہوئی اور فوراً ہی میں نے آپ سے معذرت چاہی۔ آپ نے نہایت شفقت آمیز لہجے میں فرمایا: کوئی بات نہیں، کبھی کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے۔

۲۔ حافظ اللہ رکھا صاحب مذکور کا بیان ہے کہ مرکزی عرس مبارک کے موقع پر ہم سات آٹھ برادرانِ طریقت دربارِ عالیہ چورہ شریف کے لئے روانہ ہوئے۔ نوجوانی کا عالم تھا۔ راستہ میں ہنسی مذاق بھی ہوتا رہا۔ جب ریل گاڑی جہلم سٹیشن پر رکی تو ہم نے اپنی اپنی جیب سے بوتلیں پینے کا پروگرام بنایا۔ ہم میں سے ایک نے بوتل تو پی لی مگر بوتل کے پیسے ادا نہ کیے۔ سٹال والے کو تو علم نہ ہوا مگر میرے علم میں تھا۔ جب دربارِ عالیہ

چورہ شریف پہنچے تو حضرت خواجہ پیر غلام نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کو حویلی کے صحن میں بیٹھے ہوئے پایا۔ ہم نے آپ کو سلام عرض کیا۔ آپ نے ہماری خیریت دریافت کرنے کے بعد گھر سے شربت منگوایا اور فرمایا خوب سیر ہو کر پیو۔ ہم نے اپنی طلب کے مطابق شربت پیا۔ جس دوست نے جہلم سٹیشن پر بوتل کے پیسے ادا نہیں کیے تھے، اس کو مخاطب کر کے فرمایا! شربت اور پی لو یہ بوتل نہیں جس کے پیسے ادا کرنے پڑیں گے۔ یہ سن کر ہمارے پاؤں تلے سے جیسے کسی نے زمین کھینچ لی ہو۔ ہم نے فوراً معافی مانگی اور واپسی پر بوتل کے پیسے ادا کرنے کا وعدہ کر لیا۔

۳۔ محمد صدیق لاہوری راوی ہیں کہ میں نے ابھی حضرت خواجہ پیر غلام نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت نہیں کی تھی۔ آپ چک نمبر 118 جھور مسلم نواح سانگلہ ہل میں تشریف فرما تھے۔ میں اور حبیب اللہ دونوں نے فلم دیکھنے کا پروگرام بنایا۔ مولوی محمد صادق صاحب کو ہمارے پروگرام کا علم ہوا تو اس نے ہمیں فلم دیکھنے سے منع فرمایا۔ مگر ہم نوجوان تھے۔ ہم نے بہانہ بنایا کہ ہم تو شہر میں کسی کام سے جا رہے ہیں۔

مولوی محمد صادق صاحب نے ہمارے خلاف حضرت قبلہ سے شکایت کر دی کہ محمد صدّیق لاہوری اور حبیب اللہ فلم دیکھنے چلے گئے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: مولوی صاحب! وہ دونوں فلم دیکھنے نہیں جائیں گے۔ مولوی صاحب نے با اصرار عرض کیا کہ حضرت صاحب! وہ میرے منع کرنے کے باوجود چلے گئے ہیں۔ آپ نے دوبارہ ارشاد فرمایا، نہیں! وہ فلم نہیں دیکھیں گے۔ اسی دوران معاً ہمارے دلوں میں خیال پیدا ہوا کہ حضرت صاحب قبلہ گھر میں بیٹھے ہیں اور ہم فلم دیکھنے جا رہے ہیں، یہ کتنی بری بات ہے۔ لہٰذا ہم نے فلم دیکھنے کا ارادہ ترک کر دیا اور واپس ہو گئے۔ ابھی ہم گھر کے دروازے کے

باہر ہی تھے کہ آپ مولوی محمد صادق صاحب کو مخاطب کر کے فرما رہے تھے۔ وہ دیکھو! وہ واپس آگئے ہیں۔ انہیں ہماری موجودگی میں فلم دیکھنے کی کیسے جرأت ہو سکتی ہے۔

محمد صدیق لاہوری کا بیان ہے کہ یہ دیکھ کر کہ حضرت صاحب ہمارے دلوں سے واقف ہیں، میں نے فوراً حضرت خواجہ پیر غلام نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کر لی۔

دیوانی مقدمہ حق میں ہو گیا

محمد مشتاق احمد نقشبندی ساکن سانگلہ ہل بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے بڑے بھائی کے ساتھ مل کر لاہور روڈ سانگلہ ہل پر واقع چک نمبر ۴۵ میں اڑھائی ایکڑ زمین خریدی۔ چک مذکور کے شیر محمد اعوان نے حق شفعہ کا مقدمہ دائر کر دیا۔ ہم دونوں بھائی پریشان ہو گئے۔ حضرت قبلہ خواجہ پیر غلام نقشبند رحمۃ اللہ علیہ ہمارے گاؤں تشریف لائے تو میں نے آپ کی خدمتِ اقدس میں اپنی پریشانی کا تذکرہ کیا اور عرض کیا کہ رقم بھی گئی اور زمین بھی ہاتھ سے نکل جائے گی۔ آپ نے نہایت اطمینان سے ارشاد فرمایا کہ صوفی صاحب! آپ گھبرائیں نہیں۔ زمین آپ کی ہے اور آپ کو ہی ملے گی۔ مقدمہ چلتے ہوئے کافی عرصہ گزر چکا تھا۔ آپ کے فرمانے کے بعد پہلی پیشی پر ہی مقدمہ کا فیصلہ ہمارے حق میں ہو گیا۔

بھگوڑا گھر واپس آگیا

والدہ محمد انوار ساکن سانگلہ ہل بیان کرتی ہیں کہ میرا جواں سال بیٹا محمد انوار ناراض ہو کر گھر سے چلا گیا اور کئی روز تک گھر واپس نہ آیا۔ میں اسکی جدائی میں ماہی بے آب کی طرح تڑپتی رہتی۔ ایک روز میں دوائی لینے کی غرض سے سکھیکی منڈی ایک ڈاکٹر کے

پاس پہنچی تو وہاں کسی نے بتایا کہ حضرت خواجہ پیر غلام نقشبند رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے ہوئے ہیں۔ میں بھاگی بھاگی حضرت صاحب قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ آپ نے نہایت شفقت بھرے لہجے میں دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے۔ روتی کیوں ہو؟ میں نے عرض کیا: حضرت صاحب! آپ کے والدِ گرامی حضرت پیر محمد شفیعؒ کی دعاؤں کے صدقہ میں اللہ تعالیٰ سے بیٹوں کی جوڑی لی تھی تا کہ دونوں بھائی ایک دوسرے کے دست و بازو بنے رہیں۔ اب بڑا بیٹا محمد انوار روٹھ کر گھر سے بھاگ گیا ہے۔ کئی روز گزر گئے ہیں۔ اس کا کوئی پتہ نہیں چلتا۔ مجھے کسی پل چین نہیں آتا۔

آپ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا! رونا دھونا بند کرو اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ کا بیٹا خود بخود واپس گھر آ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہوا اور محمد انوار دو دن بعد خود ہی واپس آ گیا۔ ہم نے اس سے دریافت کیا کہ واپسی کیسے ہوئی؟ اس نے جواب دیا کہ میں دارالاحسان سالا روالہ کے نواح میں واقع گاؤں کے تلکے کے نیچے نہا رہا تھا کہ ایک بزرگ جن کی شباہت حضرت صاحب جیسی تھی، آئے اور فرمایا کہ تمہاری ماں تمہاری جدائی میں بہت پریشان ہے۔ ہر روز تمہارا انتظار کرتی ہے۔ سیدھے گھر جاؤ۔ بس پھر کیا تھا، میں خود بے چین ہو گیا اور گھر کی یاد نے میرے دل و دماغ پر تسلط جما لیا اور میں گھر لوٹ آیا۔

اولادِ نرینہ کی قبل از وقت اطلاع

سکھیکی منڈی کے نواحی گاؤں تیلیے والی کے حق نواز روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت خواجہ پیر غلام نقشبند رحمۃ اللہ علیہ گوجرانوالہ میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ وہاں سے آپ نے ایک آدمی کے ہاتھ میں گلاب کے پھول بھیجے اور ارشاد فرمایا کہ محمد نواز کو یہ پھول دے کر میری طرف سے مبارک باد دینا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ کے ہاں

بیٹا تولد ہوگا۔ ہم قلعہ دیدار سنگھ میں آ رہے ہیں، وہاں حاضر ہو جانا۔ اس سے قبل محمد نواز کے ہاں صرف دو بیٹیاں ہی تھیں۔ راوی کہتا ہے کہ ابھی آپ کا بھیجا ہوا آدمی محمد نواز کے گھر میں ہی موجود تھا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے محمد نواز کے ہاں بیٹا تولد ہوا، جس کا نام آپ نے حامد نواز تجویز فرمایا۔

سقوطِ ڈھاکہ کی خبر

بابا نور احمد نکا کوٹ سے راوی ہیں کہ ۱۹۷۱ء میں سقوطِ ڈھاکہ سے دو ماہ قبل، میں دربارِ عالیہ چورہ شریف کی مسجد الفقراء میں نماز ادا کر کے فارغ ہی ہوا تھا کہ حضرت خواجہ پیر غلام نقشبند رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے۔ انتہائی قلق سے ارشاد فرمایا کہ بابا پاکستان کے ساتھ دھوکہ ہو گیا ہے۔ ''ادھر ہم ادھر تم'' کی سازش تکمیل آشنا ہونے والی ہے اور مشرقی پاکستان کو ہم سے الگ کر دیا جائے گا۔ دو ماہ بعد سقوطِ ڈھاکہ کی نہایت کربناک خبر سن لی۔

حج وزیارت کی بشارت

پنڈی بھٹیاں کے نواحی گاؤں مٹیکے کی جنت بی بی روایت کرتی ہیں کہ حضرت خواجہ پیر غلام نقشبند رحمۃ اللہ علیہ پنڈی بھٹیاں کے نواحی گاؤں ودھروڑ تشریف فرما تھے۔ وہ بھی بغرضِ زیارت حاضر خدمت ہوئی اور عرض کیا کہ حضور! دعا فرمادیں کہ مجھے بھی حج کی سعادت نصیب ہو جائے۔ اس وقت دریائے رحمت جوش پر تھا۔ فرمایا! ابھی اسی وقت آپکو حج نہ کروادیں؟ جنت بی بی کو سمجھ میں نہ آیا۔ دوبارہ عرض گزار ہوئی کہ حضور! میں تو مدینہ منورہ کو حاضری کے لئے ضرور بالضرور جانا چاہتی ہوں۔ آپ نے دوسری مرتبہ بھی اسی انداز میں فرمایا کہ یہیں بیٹھ کر حج وزیارت کی سعادت سے بہرہ یاب ہو جاؤ۔ مگر جنت بی بی حرمین شریفین میں حاضری کے لئے ہی مصر رہی، تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری مرضی، انشا

اللہ تمہیں بار بار حج نصیب ہوگا۔ راوی کا بیان ہے کہ جنت بی بی نے چھ حج کئے۔ اس وقت وہاں پر موجود سکھیکی والے برکت علی شاہ، جو حضرت خواجہ پیر محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز ہیں، عرض گزار ہوئے کہ حضور! میں آپ کو سب کچھ تحریر کر دیتا ہوں بشرطیکہ مجھے یہیں حج کروا دیا جائے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ شاہ صاحب! ہمارا سودا جنت بی بی کے ساتھ تھا۔ اس واقعہ کی تصدیق صوفی نور محمد صاحب حافظ آبادی نے بھی کی ہے، جو اس وقت وہاں موجود تھے۔

قبر کی درستگی

روایت ہے کہ صوفی محمد شفیع مرحوم و مغفور ساکن شاہین آباد گوجرانوالہ کا ۱۹۸۰ء میں انتقال ہو گیا۔ صوفی صاحب مرحوم حضرت خواجہ پیر محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کے کے مرید تھے۔ حضرت خواجہ پیر غلام نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کسی وجہ سے اس کی تعزیت نہ کر سکے تھے۔ عرصہ تین ماہ بعد جب صوفی محمد شفیع کی تعزیت کے لئے آپ تشریف لائے تو آپ اس کی قبر پر فاتحہ خوانی کے لئے بھی تشریف لے گئے۔ فاتحہ خوانی کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ صوفی صاحب کی قبر کا دہانہ (لحد) درست نہیں، قبر کشائی کی جائے اور دہانہ کو درست کر کے دوبارہ تدفین وغیرہ کا انتظام کیا جائے۔

حسب الارشاد صوفی محمد شفیع صاحب کی قبر کشائی کی گئی تو واقعی آپ کی لحد (دہانہ) کا رخ درست نہیں تھا۔ لہٰذا لحد کا رخ درست کر کے صوفی صاحب علیہ الرحمہ کو دوبارہ دفنایا گیا۔

مریدین کے حالات سے آگاہی

۱۔ صوفی عبدالحمید صاحب محلہ محبوبِ حق صادق روڈ گوجرانوالہ کا بیان

ہے کہ ایک روز وضو کرنے کی غرض سے بجلی کا پمپ چلانے لگا تو مجھے زبردست بجلی کا شاک لگا۔ جس کی وجہ سے مجھ میں نہایت نقاہت آ گئی۔ اسی رات کو حضرت خواجہ غلام نقشبند رحمتہ اللہ علیہ کی خواب میں زیارت ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا صوفی صاحب! بازار سے بجلی کے تین عدد سوئچ خرید کرلاؤ اور دکاندار کو کہنا کہ سوئچ بہترین کوالٹی کے دے کیونکہ ناقص سوئچوں کی وجہ سے صوفی عبدالحمید کو پہلے ہی شاک لگ چکا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ اپنے مریدوں کے حالات سے باخبر رہتے تھے۔

۲۔ انہی صوفی صاحب کا بیان ہے کہ ایک دفعہ اہل خانہ کو اطلاع دیئے بغیر میں حضرت عبداللطیف المعروف بری امام نور پور شاہاں کی زیارت کے لئے چلا گیا۔ وہاں سے میں دربار شریف حاضر ہو گیا۔ اسطرح مجھے گھر سے گئے ہوئے چھ یوم ہو گئے تھے۔ خواب میں آپ نے فرمایا صوفی صاحب! چھ روز ہو گئے ہیں، اب اپنے گھر واپس جاؤ، آپ کے اہلخانہ پریشان ہو رہے ہیں۔ میں نے نہ صرف آپ کی آواز ہی سنی بلکہ حضرت صاحب قبلہ پیر غلام نقشبند رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت کا بھی شرف حاصل کیا ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے۔

بے خبر ہو جو غلاموں سے وہ آقا کیا ہے؟

حج بیت اللہ

مردِ کامل کی منزلِ مقصود کائناتِ ارض وسما کی چار دیواری سے بہت آگے ہوتی ہے۔ اس کی منزلِ مقصود خالقِ کائنات کی ذات کا مشاہدہ ہے۔ اس کا مطلوب محبوبِ حقیقی کے ماسوا کا نسیان ہے۔ مردِ مومن تمام مادی اور سفلی خواہشات کو ترک کر کے حرص وہوا کے بتوں کو پاش پاش کر کے شاہراہِ تسلیم ورضا کا پیکر بن کر اپنی منزل مقصود کی تلاش وجستجو میں سعی بلیغ کرتا ہے۔

حجِ بیت اللہ شریف کو فرض کرنے کا مقصدِ وحید یہی سمجھ میں آتا ہے کہ مردِ حق آگاہ نفع وضرر اور رنج وراحت سے بے نیاز ہو کر تمام دنیاوی علاقوں اور رشتوں سے قطع تعلقات کر کے جان ومال کا نذرانہ بارگاہِ الٰہی میں پیش کرنے میں دریغ نہ کرے۔ سفر کی تکلیفیں اس کے شوقِ محبت میں مانع نہیں ہوسکتیں کیونکہ یہی شوقِ صادق مردِ مومن کے لیے ذات تک رسائی کا زادِ راہ اور سرمایۂ حیات ہوتا ہے۔

عارفِ حق جو پہلے ہی ذوق وشوق کے کٹھن مراحل طے کر کے حریمِ خاص تک رسائی حاصل کر چکا ہو، جس کا سینہ انوار وتجلیاتِ الٰہی کا مرکز بن چکا ہو، اس کا جسم جہاں کہیں بھی ہو مگر اس کا دل بارگاہِ قدس میں حاضر رہتا ہے۔

حضرت خواجہ پیر حافظ غلام نقشبند قدس سرہٗ اسی مقامِ حضور وآگاہی پر فائز تھے۔ آپ مادرزاد ولی تھے۔ دینی علوم کی تحصیل کے دوران ہی آپ کے والدِ گرامی معارف آگاہ حضرت خواجہ پیر محمد شفیع علیہ الرحمہ آپ کی طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں تربیت فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے ظاہری علومِ متداولہ عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، محدثِ اعظم

پاکستان حضرت مولانا محمد سردار احمد علیہ الرحمہ سے حاصل کیے تھے۔ جب آپ علوم متداولہ سے فارغ التحصیل ہوئے تو آپ کا عہدِ شباب تھا۔ مگر آپ کا قلب وروح نہایت پاکیزہ تھے۔ اس پر طرہ یہ کہ سفرِ حج وزیارت مدینہ منورہ میں آپ اپنے والد ماجد عارفِ حقانی، غواص بحرِ عرفانی، فنافی الرسول حضرت خواجہ پیر محمد شفیع علیہ الرحمہ کی زیر سرپرستی تشریف لے گئے تھے۔

حجِ بیت اللہ شریف عبادات کا عظیم رکن ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا

(آلِ عمران)

قلب وروح کی اس دائم الحضوری کے باوصف جسمانی حج کا فریضہ ساکت نہیں ہوجاتا۔ یوں تو لاکھوں مسلمان ہر سال حجِ بیت اللہ سے مشرف ہوتے ہیں مگر ان کی اکثریت حج کی روح سے ناواقف ہی رہتی ہے۔ صرف چند منتخب اہل اللہ ہی ایسے ہوتے ہیں جو کعبہ شریف کی عمارت کی بجائے کعبہ والے کی ذات کا مشاہدہ کرتے ہیں اور مکہ معظمہ میں پہنچ کر اپنے مسجودِ حقیقی کی حدِ ادراک تک رسائی حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کرتے ہیں۔

ہے پرے سرحدِ ادراک سے اپنا مسجود
قبلہ کو اہلِ نظر قبلہ نما کہتے ہیں

حضرت خواجہ پیر غلام نقشبند علیہ الرحمہ نے شریعت وطریقت کے پاکیزہ ماحول میں پرورش پائی تھی اور اس دینی ماحول میں علومِ دین کی تعلیم پائی تھی جہاں قلب وروح کی بالیدگی کا سامان میسر تھا۔ جب ۱۹۵۶ء میں آپ عازمِ حج وزیارتِ مدینہ منورہ ہوئے

تو آپ کے چہرۂ انور پر ایک عجیب نور چمکتا تھا جس کا ادراک صرف اہلِ نظر ہی کر سکتے ہیں۔

مکہ معظمہ پہنچ کر جب آپ نے ولی کامل حضرت پیر محمد شفیع علیہ الرحمہ کی معیت میں پہلا عمرہ ادا کیا تو آپ کی قلبی کیفیت دیدنی تھی۔ جیسے آپ کا جسم انوارِ کعبہ کی بارش میں دھل گیا ہو۔ آپ کی روح کیف ولذت سے مشاہدۂ حق میں مستغرق ہو۔ حجرِ اسود کے بوسوں سے روح مسرور ہو۔ ملتزم پر ربِ کعبہ کے مشاہدۂ حق سے آپ کی روح پاک فیض یاب ہوتی دکھائی دیتی ہے۔ آبِ زم زم سے صدیوں کی پیاسی روح ٹھنڈک پارہی ہے۔ صفاومروہ کی سعی سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ ذاتِ حقیقی کی جستجو میں اضطراری کیفیت میں سرگرداں ہیں۔ آخری چکر کے اختتام پر مقصودِ ذات تک رسائی حاصل ہوگئی ہے اور آنکھیں شکرانے کے آنسوؤں سے نہارہی ہیں۔ قلب مصفاومجلی ہوکر انوار وتجلیات سے بقعۂ نور بن گیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ معبودِ حقیقی کی عبادت کے لیے کائناتِ ارضی میں سب سے پہلا گھر بیت اللہ شریف ہی تو ہے۔ قرآنِ حکیم کی یہ آیت اس کی مؤید ہے:

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكاً وَّ هُدًى لِّلْعَالَمِينَ

اس آیہ مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ عبادت گاہ اولین، مبارک اور ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ اور یہ حرمت وامن کا گہوارہ ہے۔ اور بموجب آیہ کریمہ مَنْ دَخَلَهُ كَانَ اٰمِناً یعنی اس حرمِ محترم میں داخلہ ہر قسم کے امن وامان کی ضمانت اور باعثِ سلامتی ہے۔ جسمانی طور پر بھی اور روحانی طور پر بھی۔ آقائے کائنات فخرِ بنی آدم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فریضۂ حج کو خالصاً لوجہ اللّٰہ بجالانے والوں کو سابقہ گناہوں کی بخشش اور نوزائیدہ بچے کی طرح پاک ومبرا ہونے کا مژدۂ جاں فزا سنایا ہے۔

وہ بارِ امانت جس کو زمین و آسمان اور بڑے بڑے پہاڑ اٹھانے سے قاصر رہے مگر حضرتِ انسان نے اس کے متحمل ہونے کا اقرار کیا۔ وہ بھی اس مبارک مقام پر ودیعت رکھا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابوالبشر علیہ السلام کے بعد تمام انبیا کرام علیہم السلام اس مقام قدس کی حاضری سے مستفید و مستفیض ہوتے رہے ہیں۔ جس کی تکمیل یعنی حقیقت توحید کا اتمام بروجہ کمال نبی آخر الزمان خاتم الانبیا حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثنا کی ذاتِ گرامی پر ہو گیا۔ گویا مسلمان سنتِ انبیاء کرام پر عمل پیرا ہو کر شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی بجا آوری سے عہدہ برآ ہوتے ہیں۔ آیہ کریمہ جعل اللّٰہ الکعبۃ البیت الحرام قیاما للناس سے بیت اللہ کی عزت و حرمت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مردِ مومن اس عظیم الشان معبد کا طواف کر کے جلال و جبروتِ الٰہی کی شانِ بے نیازی کا اعتراف کرتے ہیں، جس طرح ملائکہ عرش رب العالمین کا طواف کر کے شانِ الوہیت کا اقرار کرتے ہیں۔ اسی طرح مردِ مومن بیت اللہ شریف کا طواف کر کے ملائکہ کے ساتھ مشابہت پیدا کرتا ہے۔ ایسے باعظمت و پُر ہیبت مقام میں رضائے مولا تعالیٰ کے خلاف ہر قسم کے فسق و فجور کا ارتکاب سوئے ادب ہے۔

حضرت خواجہ پیر غلام نقشبند قدس سرہٗ العزیز اپنے شیخ و مرشد حضرت پیر محمد شفیع علیہ الرحمہ سے اس عظمت والے مقام کے شایانِ شان آداب کو ملحوظِ خاطر رکھنے کا عملی درس بھی لیتے ہیں اور پیکرِ خشوع و خضوع بن کر عملی تجربہ کی مشق بھی کرتے ہیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے ان منتخب بندوں کی طرح لبیک اللّٰھم لبیک پکارتے ہوئے اس فریضہ کی بحکم شریعت بجا آوری میں ان مقاماتِ مقدسہ پر کھڑے ہو کر انبیاء کرام علیہم السلام اور

ملائکہ کرام کی مشابہت پیدا کرتے ہیں اور مغفرتِ الٰہی کے وعدہ کی طرف دوڑے جاتے ہیں۔ ایسا کیوں نہ ہو؟ بیت اللہ شریف شعائراللہ میں سے ہے اور پناہ کے خواہشمندوں کے لیے امن وامان کا گہوارہ ہے۔

دراصل حج کئی عبادات کا مجموعہ ہے۔ اس میں مالی عبادت بھی ہے اور بدنی عبادت بھی ہے۔ انسان جسم وروح کے مجموعہ کا نام ہے۔ اس کا جسم مادی اور روح غیر مادی یعنی امرِ ربی کا حاصل ہے۔ جسم وروح میں ایک نہایت لطیف تعلق ہے۔ ان ہر دو میں سے اگر ایک پر کوئی کیفیت طاری ہوتی ہے تو دوسرا بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ عبادات بدنیہ کا عمل اگرچہ اعضائے بدنی سے پورا ہو جاتا ہے مگر ان کا اثر انسان کی روح پر بھی یقیناً عائد ہوتا ہے بشرطیکہ وہ عبادات خلوصِ نیت پر مبنی ہوں اور ریا سے کلی طور پر پاک ہوں۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ تمام عبادات عظمت وجلال الٰہی کے اظہار اور عجز وانکسار عبودیت کا تقاضا کرتی ہیں۔ معبودِ حقیقی سراسر عظمت وجلال اور عابد سرتاپا عجز وانکسار ہوتا ہے۔ یہی مقامِ عبدیت ہے جو مومن کا مقصود ہے۔

فریضۂ حج کی ادائیگی میں مردِ خود آگاہ پر ظاہر وباطن ہر دو لحاظ سے مکمل طور پر محویت ومغلوبیت طاری ہوتی ہے جس سے انتہائی درجہ کے خشوع وخضوع کا اظہار ہونے لگتا ہے۔

ممدوحِ کریم حضرت پیر حافظ غلام نقشبند قدس سرہٗ بھی حج بیت اللہ کے دوران اسی مقامِ عبدیت کی جستجو میں کوشاں نظر آتے ہیں اور اس کی راہ میں جو آدابِ خود آگاہی اور خشوع وخضوع درکار ہوتا ہے، اس کا پیکرِ جمیل بنے ہوتے ہیں۔

درِ رسول ﷺ کی حاضری

مناسکِ حج سے فراغت حاصل ہوئی تو ختم الرسل، مولائے کل، سرکارِ دو جہاں، ہادیٔ انس و جاں حضرت محمد مصطفیٰ، احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حریمِ خاص کی حاضری کا ارادہ فرمایا۔ روانگی سے قبل غسل فرمایا، صاف ستھرا لباس زیبِ تن کیا، خوشبو لگائی، سنت کے مطابق دوگانہ ادا کر کے درود و سلام کو حرزِ جان بنا کر دنیا و مافیہا کے خیالات اور وساوس و خطرات سے قلبِ اطہر کو خالی کر کے صرف تصورِ جاناں لیے ہوئے کوچۂ محبوب کی طرف رواں دواں ہیں۔

محبوبِ رب العالمین، سید المرسلین، امام الانبیاء، غریبوں کے ملجا، یتیموں کے ماویٰ، عاصیوں کے شفیع، مولائے کائنات، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دربارِ گوہر بار جوں جوں قریب آرہا ہے، دلِ مضطرب میں جذباتِ محبت متلاطم اور موجزن ہوتے جاتے ہیں۔ دورانِ سفر حجاز مقدس کے ایک ایک ذرے کو نگاہِ محبت و الفت سے دیکھ رہے ہیں کہ یہ وہ خطۂ ارضی ہے جس نے شفیع المذنبین، انیس الغریبین، راحت العاشقین، مراد المشتاقین، رؤف و رحیم آقائے کریم ﷺ کے قدموں کو بوسے دیئے ہیں۔

بارگاہِ حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثنا سے چند میل کے فاصلے پر ہی سواری سے اتر پڑے کہ وہاں جابجا آقائے دو جہاں کے قدموں کے نشانات سے بوئے محبوب کی لپٹیں آرہی تھیں۔ حضرت امام مالکؒ اور اپنے مشائخ و اساتذہ کی پیروی میں سواری پر سفر کرنا سوئے ادب خیال کیا۔ جب مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو آیہ مبارکہ

رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطَانًا نَّصِیْرًا

کا ورد شروع کر دیا۔شہر مدینہ منورہ میں داخل ہو کر سب سے پہلے آپ نے رہائش کا اہتمام فرمایا۔پھر غسل فرمایا،لباس تبدیل کیا اور خوشبو وغیرہ استعمال کر کے بارگاہِ خیرالوریٰ کی حاضری کے لیے روانہ ہوئے۔

اب انتہائی ادب واحترام کا مقام نظروں کے سامنے ہے۔

ادب گاہیست زیرِ آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

بارگاہِ رحمت اللعالمین میں حاضر ہیں۔یہ بارگاہِ قدس لَوْ لاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلاکَ کے تاج سے سرفراز اُس ہستی کی ہے جو اپنی نطقِ اطہر سے اول ماخلق اللّٰہ نوری کی خبر دے رہی ہے۔کیونکہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہی افضل الخلائق اور خاتم النبین ہیں۔آپ کی ذات ستودہ صفات جملہ فضائل و کمالات علمی و عملی اور محاسنِ اخلاق سے متصف ہے۔نبوت و رسالت، صداقت و عدالت، سخاوت و شجاعت، عزیمت و شہادت، رحم و کرم عفو و درگزر غرضیکہ وہ کونسی صفت ہے جس سے آپ کی ذاتِ گرامی متصف نہیں۔قرآن حکیم کے الفاظ میں آپ خلقِ عظیم کے اعلیٰ و ارفع مرتبہ پر فائز ہیں۔اس بے مثل و بے مثال، سراج منیر اور شاہد و نذیر ہستی کی بارگاہِ قدس میں باب السلام سے داخل ہو کر حاضر خدمت ہیں۔اس وقت کسی کی دلی کیفیات و احساسات کا اندازہ لگانا دوسرے کے بس میں نہیں ہوتا۔

ہر کس و ناکس کی اپنی اپنی جداگانہ حالت ہوتی ہے۔اولیائے کرام جن کی زندگی کا ایک ایک لمحہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے سرشار ہوتا ہے۔ان کی بارگاہِ حبیب میں حاضری اور ایک عام مسلمان کی حاضری میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔

حضور قبلۂ عالم حضرت خواجہ غلام نقشبند علیہ الرحمہ نقشبندیت و مجددیت کا کامل

نمونہ تھے۔ آپ کی زندگی ولادت باسعادت سے لے کر تادم واپسیں انتہائی پاکیزہ ماحول میں بسر ہوئی تھی۔ آپ تازہ بہ تازہ علوم دینیہ کی سند فراغت لے کر آئے تھے۔ طریقت میں آپ کے استادِ گرامی جو آپ کے والد ماجد ہی تھے، بھی ہمراہ تھے۔ وہ ادب واحترام کے اسرار ورموز سکھا کر لائے تھے۔ اب نگاہ ولایت کا پروردہ نگاہِ رسالت مآب ﷺ کے روبرو کیف ومستی میں بے خود مگر ہوش کا دامن مضبوطی سے تھامے، اپنی التماسات و گزارشات زبانِ حال سے بیان فرما رہا ہے۔ آقائے دو جہاں اپنے دونوں وزیروں (حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی ظاہری وباطنی نسبتوں کے حامل غلام کی التجاؤں کو شرفِ قبولیت کی نویدِ جانفزا سے سرفراز فرما رہے ہیں۔ اس وقت کی راز ونیاز کی کیفیت کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ غلام کیا مانگ رہا ہے؟ آقائے کریم ﷺ کس قسم کی بھیک سے نواز رہے ہیں، اس کیفیت کو صرف دینے والا اور لینے والا ہی جانتے ہیں۔

میان عاشق و معشوق رمزیست
کراماً کاتبین را ہم خبر نیست

سرورِ کائنات ﷺ کی بارگاہِ قدس سے فارغ ہو کر تقریباً ایک ہاتھ کے فاصلہ پر یارِ غارِ رسول، رازدانِ نبوت، افضل البشر بعد الانبیاء کی بارگاہ ہے۔ حضور قبلۂ عالم نسبتِ صدیقیت سے کامل طور پر متصف تھے۔ آپ ان کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوتے ہیں۔ اپنے والد گرامی کے دستِ اقدس پر بیعت کرنے کی بنا پر خواجگان نقشبند کے ذریعے دست بدست سیدنا صدیق اکبر تک پہلے ہی آپ کو رسائی حاصل ہے۔ اسی نسبتِ باطنی کے فیضان کی تجدید کر کے اب اپنے جدِّ امجد حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضری پیش کی اور نسبی نسبت کی برکات بھی حاصل کیں۔ اس وقت تک وفورِ محبت کا بحرِ بیکراں موجزن رہا لیکن چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کائنات کی ہر محبت پر فائق

ہے،اس لئے یہ اسی محبت کی خیرات ہے کہ درِ رسول کی حاضری نصیب ہوئی۔

اس پہلی حاضری کے بعد آپ ریاض الجنہ میں تشریف لائے اور وہاں نوافل ادا کیے۔ پھر منبرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام پر نوافل پڑھے۔ بعد ازاں عشا کے بعد دیر تک گنبد خضرا کے روبرو درود وسلام میں مصروف رہے۔

بارگاہِ حبیب میں اس پہلی حاضری کے بعد آپ کا معمول یہ رہا کہ صبح تہجد کے وقت مسجدِ نبوی میں حاضر ہوتے اور چاشت کے نوافل ادا کر کے اپنی رہائش گاہ پر تشریف لے جاتے۔ کھانا وغیرہ تناول فرما کر قیلولہ فرماتے۔ پھر دوپہر کا کھانا نوشِ فرما کر مسجدِ نبوی میں دوبارہ حاضر ہوتے اور عشا کے بعد تک وہیں تشریف رکھتے۔ سوموار اور ہفتہ کو مسجدِ قبا جس کو اسلام کی پہلی مسجد ہونے کا شرف حاصل ہے اور جو تقویٰ پر تعمیر کی گئی ہے، میں تشریف لے جاتے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس مسجد کی تعریف وتوصیف ان الفاظ میں فرمائی ہے:

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ

آقائے دو جہاں ﷺ کا فرمانِ ذیشان ہے کہ جو ہفتہ یا سوموار کو مسجدِ قبا کی زیارت کرے گا، اس کو ایک عمرہ کرنے کا ثواب ملے گا۔ اس کے علاوہ خمسہ مساجد، مسجد قبلتین، مسجد صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مسجد فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں بھی تشریف لے گئے اور نوافل پڑھے۔ احد کے مقام پر مدفون شہدائے کرام کے مزارات پر حاضری دی اور ان کے روحانی فیوض وبرکات سے بہرہ یاب ہوئے۔ مدینہ منورہ کے قیام کے دوران آپ اکثر جنت البقیع میں تشریف لے جاتے۔ وہاں سیدۃ نساء العالمین، لختِ جگر رسول اللہ ﷺ، خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا، حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مائی صاحبہ حضرت دائی حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے مزارات پر فاتحہ خوانی فرماتے۔ منورہ کے

والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قبرِ انور (جو اس وقت مسجد نبوی ﷺ کے قریبی محلّہ میں موجود تھی) پر بھی فاتحہ خوانی فرماتے۔

مدینہ منورہ میں موجود یارانِ طریقت اکٹھے ہو کر محافلِ ذکرِ حبیب ﷺ اور محافلِ نعت کا اہتمام فرماتے۔ ان محافل میں آپ کو مدعو کیا جاتا۔ وہاں آپ اپنے مواعظِ حسنہ سے شرکاءِ محافل کو فیض یاب کرتے۔ آپ کے بیانات کا مرکزی نقطہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات بعد از وصال اور حُبِ نبی ﷺ ہوتا۔ ایک ایک حرف محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لبریز ہوتا۔ صحابہ کرام کے فضائل خصوصاً شیخین و ختنین کے مقام و مرتبہ اور حسنِ ترتیب پر آپ روشنی ڈالتے۔ اہلِ بیت اطہار سے محبت کو قرآن کریم کے ارشاد قُلْ لَّا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى کے بموجب ایمان کا حصہ بیان فرماتے۔ مدینہ منورہ کا یہ قیام آپ کی روحانی اور علمی ربیت کا خصوصی مظہر تھا۔

جس روز مدینہ منورہ سے واپسی تھی، اس روز آپ کی قلبی اور روحانی کیفیات دیدنی تھیں۔ روضۂ اطہر سے جدائی، اور بارگاہِ حبیب ﷺ سے جسمانی دوری نا قابلِ برداشت تھی۔ چند روزہ قیام کے دوران قربِ رسالت کے جو مزے لوٹے تھے اور اب اپنے آقائے کریم ﷺ سے جدائی کا وقت تھا۔ آپ پر گریہ طاری تھا۔ آنکھوں سے آنسوؤں کے دریا بہہ رہے تھے۔ لبوں پر التجائیں مچل رہی تھیں۔ قلب مبارک فرطِ محبت سے سرشار تھا اور دوبارہ حاضری کی التماس نوکِ زبان تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ متاعِ حیات لٹ رہی ہے اور کائنات کی سب سے پیاری اور عزیز دولت چھن رہی ہے۔ کافی دیر تک آپ مواجہ شریف کے سامنے عالم بے خودی میں تشریف فرما رہے اور سینہ مبارک سے دعاؤں کے سوتے ابلتے رہے، التجائیں شرفِ قبولیت سے بہرا ور ہوتی رہیں اور اختیار نے بے اختیاری کا جامہ پہن رکھا تھا۔ بالآخر جدائی کے صدمے کو برداشت کرنا ہی پڑا۔ حبیب

کبریا، مالکِ ہر دوسرا، ختم الرسل، مولائے کل، شفیعِ عاصیاں، ہادیٔ بے کساں، سیدنا وسندنا حضرت محمد مصطفیٰ، احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دراقدس سے رخصت ہوئے اور رہائش گاہ سے سامان وغیرہ لے کر عازمِ پاکستان ہوئے۔

اس حج وزیارت کے علاوہ آپ نے دو مرتبہ عمرہ کی سعادت بھی حاصل کی۔ دوسرا اور آخری عمرہ آپ نے ۱۹۷۹ء میں کیا تھا۔ اس موقع پر ایک محفل ذکرِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم میں جو خطبہ ارشاد فرمایا، اس کا موضوع بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت تھا۔ اس خطبہ کے آخر میں جو دعا آپ نے فرمائی اس میں مدینہ منورہ میں بار بار حاضری کی التجا تھی۔ آپ نے فرمایا:

> "مولائے کریم! نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے عزیزانم غلام امجد، غلام زاہد اور احمد مقتدیٰ کو مدینہ منورہ میں روزگار عطا فرمادے تاکہ مجھے ہر سال روضۂ اطہر کی حاضری کے اسباب نصیب ہو جائیں۔ مولائے کریم! بدر (پیرزادہ محمد بدرالدجیٰ) ابھی بچہ ہے، اسے نیک اور صالح بنا اور سلف صالحین کے نقش پا پر چلنے والا بنا۔"

آپ کی یہ دعا شرفِ قبولیت سے بہرہ ور ہوئی۔ صاحبزادہ احمد مقتدیٰ اور صاحبزادہ غلام امجد سعودی عرب میں کچھ عرصہ مقیم رہے اور صاحبزادہ پیر محمد بدرالدجیٰ دامت برکاتہم عالیہ کو دعوت وارشاد کی گراں قدر ذمہ داریاں سپرد ہوئیں جنہیں وہ بطریقِ احسن ادا کر رہے ہیں اور اپنے اسلاف کے مشن کی تکمیل میں دن رات کوشاں ہیں۔

سفرِ سرہند شریف

حضرت خواجہ غلام نقشبند قدس سرہٗ اولیائے کرام کے مزارات کی زیارت کو سعادت سمجھتے تھے۔ آپ نے پاکستان میں چند منتخب مزارات مقدسہ پر حاضری دی۔ آپ خصوصی طور پر حضرت سلطان باہو، حضرت بابا فریدالدین گنج شکر، حضرت شاہ رکن عالم، حضرت خواجہ بہاؤالدین زکریا ملتانی، شاہ شمس تبریز رحمہم اللہ تعالیٰ کے مزارات پر فاتحہ خوانی اور اخذ فیوضات کے لئے حاضر ہوئے۔ حضرت علی بن عثمان ہجویری المعروف حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ الصمدانی سے آپ کو والہانہ عقیدت تھی۔ جب بھی آپ لاہور تشریف لاتے تو آپ ان کے آستانِ فیض پر ضرور حاضر ہوتے۔ حضرت خواجہ طاہر بندگی سے بھی آپ حسن عقیدت رکھتے تھے۔ اسی طرح آپ گولڑہ شریف بھی تشریف لے جاتے تھے۔

آپ اپنے جدامجد حضرت خواجہ محمد فیض اللہ تیراہی کے مزار پرانوار پر بھی ایک دفعہ تشریف لے گئے اور مزار مقدس کی صفائی اور تزئین کرا کر واپس لوٹے۔ تیراہ شریف میں دشوار گزار راستہ طے کر کے جانا پڑتا ہے۔ وہاں پہنچنے کے لئے سواری کا خاطر خواہ انتظام نہیں۔ آپ حاجی عبدالرشید صاحب لاہور والے کے ساتھ اس کی گاڑی میں گئے تھے۔ مگر پھر بھی مزار شریف تک رسائی کے لئے کئی میل کا سفر پیدل طے کرنا پڑا۔ یہ آپ کے معمول کے سفر تھے۔

غوث صمدانی، محبوب سبحانی امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ الصمدانی سے آپ کو خصوصی محبت اور عقیدت تھی۔ اس کی چند وجوہات ہیں۔ سب سے پہلی وجہ تو یہ ہے کہ حضرت امام ربانی طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کے عظیم پیشوا ہیں۔ اور شجرۂ طریقت نقشبندیہ

میں آپ سب سے اونچے مقام پر فائز ہیں۔ دوسری وجہ یہ کہ آپ حضرت امام ربانی علیہ الرحمہ کی اکبری دین الٰہی میں شامل کردہ بدعات واختراعات کے خلاف جدوجہد کو قابل تحسین سمجھتے تھے۔ تیسری وجہ یہ کہ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے ساتھ جا ملتا ہے۔ اس نسبی تعلق کی بنا پر آپ کو حضرت امام ربانی قدس سرہٗ سے ایک گونہ تعلق خاطر تھا۔ چوتھی وجہ یہ تھی کہ حضرت مجدد پاک نے سرزمین سرہند شریف کے فضائل بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ میرے بیٹے محمد صادق علیہ الرحمہ کی قبر انور کا ٹکڑا جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور یہ کہ حضرت مجدد علیہ الرحمہ کا جسد عنصری نبی کریم روف ورحیم علیہ لتحیۃ والثنا کے بقیہ خمیر سے بنایا گیا تھا۔ سرہند شریف کی سرزمین کو حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے مدینہ منورہ کے بعد افضل قرار دیا تھا۔ ایک اور وجہ بھی تھی کہ حضرت ممدوح کے اجداد کو بھی امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ العزیز سے والہانہ عقیدت تھی۔ محبت کا یہ والہانہ پن آپ کو ورثہ میں ملا تھا۔ حضرت خواجہ نور محمد علیہ الرحمہ اور حضرت باواجی فقیر محمد علیہ الرحمہ نے بھی ہر سال ۲۸ ماہ صفر کو سرہند شریف کی حاضری کو لازم پکڑا ہوا تھا۔ آپ کے جد امجد حضرت خواجہ محمد فیض اللہ قدس سرہٗ تو ''نائب مجدد'' کے خطاب سے بھی نوازے گئے تھے۔

حضرت خواجہ غلام نقشبند علیہ الرحمہ کے والد گرامی کے تایا جان حضرت خواجہ گل نبی علیہ الرحمہ کو تو مجدد پاک نے سفر حج اور بارگاہِ حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثنا کی حاضری کا بھی حکم فرمایا تھا۔ نہ صرف حکم ہی فرمایا تھا بلکہ جب حضرت خواجہ گل نبی علیہ الرحمہ نے مالی مجبوری بیان کی تو ارشاد ہوا۔ ''سرہند شریف آ جانا'' حج کے وسائل مہیا ہو جائیں گے۔ آپ جب حج کے ارادہ سے سرہند شریف پہنچے تو واقعی آپ کے حج کے اخراجات کا بندوبست ہو چکا تھا۔

یہ ایسی وجوہات تھیں جو آپ کے شوق کو تیز کرنے میں مدد و معاون ثابت ہوئیں۔ حضرت خواجہ غلام نقشبند علیہ الرحمہ نے ابتدائی چند سال تو اپنے والد ماجد منبع فیوض و برکات، واقف اسرار الٰہی حضرت خواجہ پیر محمد شفیع علیہ الرحمہ کے ہمراہ سرہند کا سفر کیا۔ ان کے وصال کے بعد تقریباً ہر سال سرہند شریف کی حاضری آپ کے معمول میں شامل رہی۔

پہلی مرتبہ جب آپ سرہند شریف تشریف لے گئے تو اس وقت آپ کو اپنے والد ماجد کی سرپرستی بھی حاصل تھی۔ ہر نازک مقام پر انہوں نے آپ کی رہنمائی فرمائی۔ راقم کا اپنا ذاتی تجربہ ہے کہ جب کوئی محبت و عقیدت رکھنے والا حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی بارگاہِ اقدس میں پیش ہوتا ہے تو ان کی روحانیت سے ایک ایسی خصوصی کیفیت طاری ہوتی ہے جس کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ جب ایک اعلیٰ مرتبہ پر فائز نسبت فاروقی کا حامل اللہ کا ولی ابن ولی ان کی بارگاہ میں حاضر ہوگا وہ آپ کی باطنی نوازشات کا زیادہ مستحق ہوگا۔ جب علامہ اقبال حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے تو بقول اُن کے ''آپ کی روحانیت نے اسے بے خود کر دیا اور کافی دیر تک بے خودی، محویت اور استغراق کا عالم رہا۔'' اس محویت و استغراق کی کیفیت میں ہی علامہ اقبال پکار اُٹھے۔

حاضر ہوا میں شیخِ مجدد کی لحد پر
وہ خاک کہ ہے زیرِ فلک مطلعِ انوار
اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحب اسرار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمی احرار

وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان
اللہ نے بر وقت کیا جس کو خبردار

اسی طرح حضرت مجدد کے مزارِ اقدس پر حاضری کے وقت حضرت خواجہ غلام نقشبند قدس سرہٗ کافی دیر تک محویت و استغراق کے عالم میں مراقب رہے۔ روحانی فیوض و برکات کے حصول کا تعلق سراسر قلبی ہوتا ہے۔ اس لیے صاحب خاص بھی ان کیفیات سے واقف نہیں ہو سکتا۔ یہ سب صاحب مزار کی روحانیت اور زائر کی استعداد پر ہی منحصر ہوتا ہے کہ زائر کس حد تک روحانی اسرار و رموز اور انوار و تجلیات کا متحمل ہو سکتا ہے اور صاحب مزار کس قدر توجہ، باطنی قوت اور انوار کا پرتو القا کر سکتا ہے۔ حضرت خواجہ غلام نقشبند علیہ الرحمہ کی توجہ، قوت رابطہ اور حصول استعداد کی بے حد طلب رکھتے تھے۔ لہٰذا آپ امام ربانی حضرت مجدد کے حقائق و معارف اور انوار و تجلیات سے کماحقہٗ مستفید و مستفیض ہوئے۔

بعد ازاں آپ قیوم ثانی عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کے مزارِ پر انوار پر تشریف لے گئے۔ آپ کے روحانی انوار کا ایک جداگانہ رنگ ہے۔ آپ سے اخذِ فیض کے بعد آپ قیومِ ثالث حضرت خواجہ حجۃ اللہ محمد نقشبند علیہ الرحمہ کے حضور پیش ہوئے۔ آپ کا مزار جلال و جمال کا حسین امتزاج پیش کرتا ہے۔ حضرت قیومِ ثانی کے اس لختِ جگر کی روحانی پرواز بہت اونچی تھی۔ شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر جیسا عادل بادشاہ آپ کا ارادت مند تھا۔ کسی کامل و مکمل ولی سے ہر کوئی اخذ فیض نہیں کر سکتا جب تک اسی کی اپنی پرواز بھی اونچی نہ ہو۔ حضرت خواجہ غلام نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کو ''شریعت و طریقت'' کے دونوں پَر میسر تھے۔ آپ کی پرواز بھی بہت بلند تھی۔ آپ شہباز لامکانی قیوم ثالث حضرت خواجہ حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی کی روح پر فتوح سے مکمل رابطہ پیدا کر چکے تھے اور تجلیاتِ ذاتی کے مشاہدہ

میں محو تھے کہ یکا یک قیوم رابع مروج الشریعت حضرت خواجہ محمد زبیر علیہ الرحمہ کی روح پاک نے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ آپ اسی محویت و استغراق کی حالت میں ان کے مزار پر انوار پر تشریف لے گئے۔ وہاں جو راز و نیاز کا تبادلہ ہوا راقم اس کا ادراک کرنے سے قاصر ہے۔ اگلے دن آپ دیگر مزارات کی زیارت کیلئے تشریف لے گئے۔ وہیں حضرت خواجہ محمد اشرف حیدر کا مزار بھی ہے جن کے ذریعے حضرت خواجہ شاہ جمال اللہ علیہ الرحمہ نقشبندی مجددی فیض سے مشرف ہوئے اور اپنے فرزندوں کو بھی اس فیض کا وافر حصہ عطا فرمایا۔

حضرت مجدد پاک کے عرس کی تقریبات انجام پذیر ہوئیں تو آپ دیگر پاکستانی زائرین کے ہمراہ انبیا کرام علیہ السلام کے مزارات پر تشریف لے گئے۔ ان مزارات کی موجودگی کا پتہ حضرت مجدد علیہ الرحمہ کو کشف صحیح کے ذریعے چلا تھا۔ ان مزارات پر ایک عجیب اور خوشگوار کیفیت کا احساس ہوتا ہے۔

اس گاؤں کے سکھوں کا عام دستور ہے کہ وہ پاکستانی زائرین کی دعوت کرتے ہیں۔ دعوت میں لذیذ کھانوں کے علاوہ مٹھائیاں، پکوڑے اور پھل بھی ہوتے ہیں۔ عام زائرین تو ان چیزوں پر للچائی ہوئی نظریں لئے ٹوٹ پڑتے ہیں مگر نیک اور صالح لوگ سوائے پھلوں کے دیگر اشیاء سے احتیاط و اجتناب کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ کھانے اور مٹھائیاں مشتبہ ہوتی ہیں۔ لہٰذا علمائے حق اور اولیائے کرام ان کے استعمال سے قطعی طور پر اجتناب برتتے ہیں۔ حضرت خواجہ غلام نقشبند اور چورہ شریف کے دیگر صاحبزادگان جن کا سرہند شریف کی حاضری معمول رہا ہے، وہ کبھی ان مٹھائیوں اور کھانوں کے نزدیک بھی نہیں پھٹکے انبیا کرام کے مزارات کے بعد آپ نے حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے والد گرامی شیخ عبدالاحد، جد امجد شیخ رفیع الدین اور اپنے جد اعلیٰ شیخ نور الدین کے مزارات کی زیارت کی۔

بعد ازاں جب تک آپ حیات رہے اور پاکستان و ہندوستان کے تعلقات پُرامن رہے آپ اکثر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز کی بارگاہِ بے کس پناہ میں حاضر ہوتے رہے اور طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کے فیضان سے اپنے روح و قلب کو اطمینان و تسکین کی دولت سے مالا مال کرتے رہے۔

وصال مبارک

ہر آنکہ زید بنا چار بایدش نوشید
ز جامِ دہر مئے کل من علیہا فان

قانونِ قدرت ہے کہ ہر ذی روح کو ایک نہ ایک دن اس دار فانی سے دار بقا کی طرح کوچ کرنا ہے۔ ثبات صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات اقدس ہی کو حاصل ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْت اور كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ٥ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَام

انبیاء کرام اور اولیائے عظام سے لے کر ایک عام آدمی تک کسی کو موت سے مفر نہیں۔ سب ولی اور قطب اس مئے تلخ کا ذائقہ چکھ کر واصل بحق ہوتے ہیں۔ قید حیات، رنج وراحت اور قرب و بعد وغیرہ سے آزادی حاصل کر کے عالم روحانی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور ہمیشہ کی زندگی پاتے ہیں۔ بے شمار اور وہم گمان سے دور نعمتوں سے نوازے جاتے ہیں جس پر قرآن حکیم کی حسبِ ذیل آیاتِ بیّنات شاہد ہیں۔

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازاً ٥ حَدَائِقَ وَاَعْنَاباً ٥ وَّ كَوَاعِبَ اَتْرَاباً ٥ وَّ كَاساً دِهَاقاً ٥ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰباً ٥ جَزَاءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَاءً حِسَاباً ٥ رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَاباً ٥

اولیاء اللہ اس حیات ظاہری میں بھی عالم روحانی کے مکین ہوتے ہیں۔ ان کا دل ہر وقت مشاہدہ خداوندی میں مشغول رہتا ہے اور وہ عالم بالا کی سیر کرنے والے ہوتے

ہیں۔ صرف ان کا وجود ظاہری ہی ہمیں اس کارگاہ فانی میں جلوہ گر نظر آتا ہے

جب ان واصلین حق کو قید حیات سے آزادی ملتی ہے تو ان کی روحانی پرواز میں پہلے سے کئی گنا زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے۔ اور روحانی طاقت وسعت پذیر ہو جاتی ہے۔ ان کی ارواح مقدسہ آزاد ہو کر محبان اخلاص کیش کی طرف متوجہ رہتی ہے۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش شد زندہ بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

جن لوگوں کا عقیدہ ہے کہ نبی آخر الزماں ﷺ اور آپ کے متبعین اولیائے کرام بعد از وفات حیات طیبہ کے مالک ہوتے ہیں، اور ان کے دلوں سے تعصب کے حجابات دور ہو گئے ہیں وہ ضرور بالضرور ان مقبولانِ بارگاہ الٰہی کے فیوض باطنی سے مشرف ہوتے ہیں۔ مولائے کل، ختم الرسل، حضرت محمد ﷺ کی حیات بعد از وصال کا انکار صرف اُن لوگوں نے کیا ہے جن کو خداوندِ قدوس جلّ وعلا نے علم باطن کے نور سے محروم رکھا ہے۔ اگر حضور ﷺ اپنی قبر انور میں زندہ نہ ہوں اور آپ کی روح مقدسہ دونوں عالم پر جلوہ فگن نہ ہو اور اولیائے کرام آفتاب نبوت سے اقتباسِ نور نہ کرتے ہوں تو زمانے میں یقیناً ظلمت و کفر کا اندھیرا چھا جائے۔ اس حقیقت کو واضح کرنے کے لیے علمائے ربانی کی کثیر تعداد دنیا میں تشریف لائی جنہوں نے علمِ ظاہری و باطنی اور حال و قال سے دنیا پر یہ اسرار منکشف کیے ہیں۔

انبیاء اور اولیاء کی حیاتِ پاک کا نصب العین تعلیمات حقہ اور قانونِ الٰہی کی پیروی ہوتا ہے۔ دراصل ان کی زندگی دین الٰہی کی تبلیغ و ترویج کے لیے وقف ہوتی ہے۔ ان کی حینِ حیات میں بھی اور بعد از موت بھی ہمیں ان کی پیروی کی اشد ضرورت ہے۔

حضور قبلہ خواجہ الحافظ پیر غلام نقشبند علیہ الرحمہ کی حیات پاک کا ایک ایک لمحہ قلب بصیر اور چشم بینا کے لیے درس عمل تھا۔ حضور قبلہ عالم کی زندگی، ہر لمحہ یادِ الٰہی اور محبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بسر ہوا اور آپ اپنے عظیم آباؤ اجداد کے فیوض و برکات کو زندگی بھر بندگانِ خدا میں تقسیم کرتے رہے۔ امت مسلمہ کے مشائخ کے ساتھ آپ کا روحانی رابطہ بھی آخر دم تک برقرار رہا۔ مخدوم الاولیاء حضرت سیدنا داتا گنج بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کو خصوصی عقیدت تھی اور یہی عقیدت آپ کو زندگی کے آخری لمحات میں حضور داتا گنج بخش" صاحب کے دامن فیض میں لے گئی۔

مورخہ ۲۰ دسمبر ۱۹۸۵ کو آپ لاہور میں تشریف لائے اور گلبرگ میں پیر ہاشم علی شاہ کے عرس مبارک میں شرکت فرمائی۔ رات کا کھانا کھانے کے بعد فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا حضرت علی بن عثمان ہجویری المعروف داتا گنج بخش قدس سرہٗ العزیز کے دربار گوہر بار کی حاضری کے لئے تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے اپنے رفقاء کے ساتھ نماز عشاء ادا کی۔ امامت کے فرائض بھی آپ نے خود ہی ادا کیے۔ نماز سے فراغت کے بعد مزار اقدس پر حاضری دی اور دعا و فاتحہ پڑھی اور کافی دیر مراقبہ میں رہے۔ اسی اثناء میں وہاں ایک پر اسرار روحانی شخصیت آئی اور کافی دیر تک آپ کے پاس رہی اور تادیر آپ سے محو گفتگو رہی۔ پھر اچانک وہاں سے غائب ہوگئی۔

حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ کے دربارِ اقدس پر حاضری کے بعد آپ حاجی عبدالرشید صاحب مرحوم کے مکان پر تشریف لے گئے۔ نمازِ تہجد ادا کرنے کے بعد قدرے استراحت فرمائی۔ پھر فجر کی نماز کے لیے تازہ وضو کیا۔ آپ سے چائے نوش کرنے کی عرض کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ نماز کے بعد پئیں گے۔ اس وقت تک آپ کے چہرہ انور سے کسی

قسم کی گھبراہٹ اور پریشانی کے آثار ہویدا نہیں ہوئے تھے۔ بعدازاں بیٹھے بیٹھے اچانک داعی اجل کو لبیک کہا اور کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے جانِ عزیز مالک حقیقی کے سپرد کر دی۔

اِنَا للہِ واِنااِلیہِ راجعوُن

لاہور سے آپ کا جسدِ پاک راولپنڈی اور وہاں سے چورہ شریف لایا گیا آپ کی نمازِ جنازہ میں کثیر تعداد میں یارانِ طریقت اور عوام نے شرکت فرمائی۔ یارانِ طریقت کا ایک جمِ غفیر تھا جو آپ کی اس دائمی جدائی سے نڈھال تھا اور دھاڑیں مار مار کر رو رہا تھا۔ کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جو اشک بار نہ تھی۔ جن مشائخ عظام نے آپ کے جنازہ میں شرکت فرمائی ان کے اسماءِ گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) سیدی و مُرشدی حضرت قبلۂ عالم پیر سید علی حسین شاہ المعروف نقش لاثانی علیہ الرحمہ، علی پور سیداں شریف ضلع نارووال

(۲) حضرت پیر علاؤالدین صدیقی صاحب نیریاں

(۳) میرا شریف کے تمام صاحبزادگان

(۴) حضرت پیر محبوب الرحمٰن صاحب عیدگاہ راولپنڈی

(۵) حضرت پیر منور حسین شاہ صاحب، علی پور سیداں شریف

(۶) پیر غلام صدیق صاحب، گلزارِ مدینہ گجرات

(۷) پیر خواجہ نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بسال شریف

(۸) پیر سید نذر حسین شاہ صاحب، علی پور سیداں شریف

(۹) پیر محمود بخش صاحب سجادہ نشین بسال شریف

حضرت خواجہ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے جو

حضرات چورہ شریف میں موجود تھے سبھی نے نمازِ جنازہ میں شرکت فرمائی۔

غرضیکہ بڑے بڑے مشائخ عظام اور علمائے کرام نے آپ کی نماز جنازہ میں شرکت فرمائی۔ چورہ شریف کی تاریخ میں آپ کا جنازہ فقید المثال تھا۔

بعد میں آپ کو آپ کے والد گرامی واقفِ اسرار حقانی حضرت خواجہ پیر محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ اور والدہ ماجدہ کے قدموں کی جانب سپرد خاک کر دیا گیا۔ گویا آپ نے وصال کے بعد بھی ادب کا لحاظ رکھا۔ اور اس فرمان نبوی ﷺ پر عمل کر دکھایا۔

الجنت تحت اقدام الامھات

تصرفات بعداز وصال

موت کو سمجھا ہے غافل اختتامِ زندگی
ہے یہ شامِ زندگی صبح دوامِ زندگی

اسلامی و روحانی نقطۂ نظر سے موت فنائے دوام کا نام نہیں بلکہ حیاتِ جاوید کا پیغام ہے۔ الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب (موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتی ہے)

یہ ایک حقیقت ہے کہ اللہ والے مرتے نہیں بلکہ وصالِ الٰہی کی لذت سے شادکام ہوتے ہیں اور مرنے کے بعد بھی اُن کی روحانیت کا فیض جاری و ساری رہتا ہے۔ ان سے محبت وعقیدت رکھنے والے برادران سے مستفید و مستفیض ہوتے رہتے ہیں۔

جس طرح آقائے نامدار رسول مختار صلی اللہ علیہ وسلم الیٰ یوم القرار کے فیوضات ومعجزات کا سلسلہ اب تک جاری ہے اور تا ابد جاری رہے گا اسی طرح نائبین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرفات وبرکات کا سلسلہ بھی بعداز وصال ہمیشہ جاری رہتا ہے۔

حضرت پیر حافظ خواجہ غلام نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بھی حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کے انہی نائبین صادقین یعنی علمائے راسخین اور اولیائے کاملین میں ہوتا ہے۔ حضور قبلۂ عالم کے وصال کے بعد بھی بحمد للہ آپ کا ظاہری و باطنی فیض جاری ہے اور متوسلینِ سلسلہ عالیہ اور برادرانِ طریقت مسلسل آپ کے فیوض و برکات اور تصرفات کا مشاہدہ و تجربہ کررہے ہیں۔

ذیل میں ہم بطور نمونہ مشتے از خروارے آپ کے چند تصرفات بعداز وصال کو درج کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔

بارانِ رحمت کا نزول

صاحبزادہ پیر محمد بدرالدجیٰ مدظلہ العالی کا بیان ہے کہ دسمبر ۱۹۸۵ء میں جس سال حضرت خواجہ پیر غلام نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا۔ اس سال بارش نہ ہونے کی وجہ سے سخت قحط سالی کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ دسمبر کا مہینہ بھی گزرنے والا تھا مگر بارش کا ایک قطرہ بھی نہیں برسا تھا اور بارش کے بغیر بارانی علاقہ میں گندم کی بوائی ناممکنات میں سے ہے۔

آپ کی نمازِ جنازہ کے اختتام پر اہلِ علاقہ نے بارانِ رحمت کیلیے دعا کی عرض کی۔ جناب صاحبزادہ پیر منظور آصف طاہر مدظلہ العالی نے بایں مفہوم دعا فرمائی:

"یا الٰہی! آج آپ کا جو نیا مہمان آپ کی بارگاہ میں لوٹ کر آیا ہے۔ اس کے صدقے میں بارانِ رحمت نازل فرما تا کہ قحط سالی سے نجات مل سکے۔ الٰہی! تیری مخلوق بارش نہ ہونے کی وجہ سے انتہائی کسمپرسی کی حالت میں ہے۔ مویشی وغیرہ چارے کو ترس گئے ہیں۔ اپنے اس نئے مہمان کے صدقے میں بارانِ رحمت سے نواز دے تا کہ مردہ زمین میں حیاتِ نو پیدا ہو کر کھیتیاں سرسبز و شاداب ہو جائیں۔"

اس دعائیہ التجا کو آدھ گھنٹہ بھی نہیں گزرا تھا کہ موسلا دھار بارش شروع ہو گئی اور مسلسل وقفہ وقفہ سے تقریباً ایک ہفتہ تک بارش ہوتی رہی۔ جس کے نتیجہ میں نہ صرف گندم کی بوائی ممکن ہو گئی بلکہ چارہ وغیرہ بھی خوب ہوا۔ اس طرح بارانی علاقہ میں بہار آ گئی اور اس سال خوب غلہ پیدا ہوا۔

کنوئیں کی نشاندہی

حضرت صاحبزادہ پیر محمد بدرالدجیٰ مدظلہ العالی کا بیان ہے کہ آپ کے وصال

کے دو سال بعد ۱۹۸۷ء کے اوائل میں موجودہ رہائش، حویلی اور لنگر خانہ تعمیر کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ مگر چورہ شریف میں پانی کی سخت قلت ہے۔ تعمیر سے قبل ایک کنواں کھدوایا گیا مگر اس کا پانی نہایت کڑوا نکلا۔ سخت پریشانی ہوئی۔ حضرت خواجہ غلام نقشبند قدس سرہٗ نے مائی صاحبہ یعنی والدہ ماجدہ حضرت پیر محمد بدر الدجیٰ مدظلہ العالی کو خواب میں فرمایا کہ صاحبزادہ بدر الدجیٰ کو کہو کہ جس جگہ پہلے نشان دہی کی تھی، وہیں کنواں کھدواؤ۔ وہاں پانی میٹھا بھی ہے اور وافر مقدار میں بھی موجود ہے۔ صاحبزادہ پیر محمد بدر الدجیٰ مدظلہ العالی نے فرمایا کہ والدہ ماجدہ کے خواب کی روشنی میں کنواں کھدوایا گیا تو واقعی پانی میٹھا اور کافی مقدار میں نکل آیا۔ اس وقت سے لیکر اب تک اس کنواں سے دربار شریف کی تمام ضروریات پوری ہو رہی ہیں۔

مرید کی اہلیت سے آگاہی

میاں نذیر حسین صاحب کا بیان ہے کہ میں ۱۹۸۴ء میں آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوا۔ آپ کے وصال کے بعد میں اپنی زوجہ محترمہ کے ہمراہ دربارِ عالیہ چورہ شریف کی حاضری کی غرض سے حاضر ہوا تھا۔ حضور قبلہ گاہی مائی صاحبہ نے میری بیوی سے میرا نام سن کر فرمایا کہ یہ وہی شخص ہے جس کے متعلق آپ نے بتایا تھا کہ اس دفعہ میں نے فیصل آباد میں ایک ایسا شخص مرید کیا ہے جو آئندہ دربار شریف کے لئے بے حد معاون ثابت ہوگا۔ واقعی ۱۹۸۷ء میں کنوئیں کی کھدوائی سے لیکر تا حال میاں نذیر حسین صاحب برطانیہ میں مقیم ہونے کے باوجود تن من دھن سے دربارِ عالیہ کی خدمت میں کوشاں ہیں۔

مرض سے شفایابی

صوفی حکیم محمد شریف ساجد صاحب منچلے بیان کرتے ہیں کہ مئی ۱۹۸۷ء کا مہینہ

تھا۔ میں سیالکوٹ میں ایک فرم میں ملازم تھا۔ فرم میں اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی کے بعد میں اپنے گھر واپس آیا اور بھینس کے لئے چارہ لینے کے لئے اپنے کھیت میں پہنچا۔ ابھی گھاس وغیرہ کی کٹائی شروع ہی کی تھی کہ اچانک میری کمر میں شدید درد شروع ہو گیا۔ درد ناقابلِ برداشت حد تک شدید تھا۔ نہ چل سکتا تھا، نہ بیٹھ اور لیٹ سکتا تھا۔ بہر حال جوں توں کر کے ڈیرہ تک پہنچا مگر درد میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔ اب میں بے یارو مددگار پڑا تھا کہ میر ابرادرِ طریقت محمد بوٹا ولد احمد دین اُدھر آ نکلا۔ اس نے مجھے کندھوں پر اٹھا کر میرے گھر تک پہنچایا۔

والدِ گرامی حکیم مولوی غلام محمدؒ نے مجھے دم کیا۔ دوائی کھلائی مگر درد میں کمی نہ ہوئی بلکہ وقت کے ساتھ ساتھ درد میں شدت آتی جا رہی تھی۔ اسی طرح تین چار روز گزر گئے۔ اب یہ حالت تھی کہ حوائجِ ضروریہ کے لئے بھی چارپائی سے اٹھ نہیں سکتا تھا۔ ایک رات کو میں نے سیالکوٹ میں ڈاکٹر رانا اعجاز صاحب کے پاس جو گردہ اور مثانہ کے ماہر تھے، جانے کا ارادہ کر لیا، کیونکہ مجھے یقین تھا کہ گردوں نے کام کرنا چھوڑ دیا ہے۔ مگر، اسی رات کو مجھے معدنِ رشد و ہدایت، حکیمِ روحانی حضرت صاحبزادہ پیر غلام نقشبند قدس سرہٗ العزیز کی زیارت ہوتی ہے۔ خواب میں ہی پوچھتے ہیں کہ بیٹے! پریشان کیوں ہو؟ میں نے کمر درد کے بارے میں عرض کیا۔ حضور قبلۂ عالم خواجہ غلام نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ کو ڈاکٹر اعجاز کے پاس جانے کی بالکل ضرورت نہیں۔ آپ انشاء اللہ شفایاب ہو جائیں گے۔ اسی خواب کے دوران میری آنکھ کھل گئی۔ میں ربِ کریم کے فضل و کرم اور حضور قبلۂ عالم کی باطنی توجہ سے بالکل تندرست تھا۔

اولادِ امجاد

صالح اولاد اللہ تبارک وتعالیٰ کے بے شمار انعامات میں سے ایک نعمت عظمیٰ ہے۔ اولاد نیک نام ہو تو والدین کے لیے دنیا میں بقائے دوام اور عقبیٰ میں بلندیٔ درجات کا باعث ہوتی ہے۔ بدکردار اولاد کو قرآن حکیم میں "عَـدُوٌّ"[۱] اور "فِتْـنَةٌ"[۲] فرمایا گیا ہے۔ تاہم عموماً بزرگانِ دین کی اولاد بمقابلہ دنیادار گھرانوں کے صالح، نیک اور خوش اطوار ہوتی ہے کیونکہ مربی کی اعلیٰ تربیت اور حسن کردار کا اس میں بڑا عمل دخل ہوتا ہے۔ خانوادۂ چوراہیہ کے اسلاف کی تربیت نے تو ہزاروں کی تعداد میں عوام الناس کی زندگیوں میں انقلاب برپا کیا تھا تو ان کا اپنا گھرانہ کیسے محروم رہ سکتا تھا۔ یہ حضور خواجہ محمد سید شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہِ کیمیا اثر اور اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت پیر محمد شفیع کی اعلیٰ عملی تربیت کا نتیجہ ہے کہ آپ کی تمام اولاد حسنِ اخلاق اور خوش اطواری کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ خواجہ غلام نقشبند علیہ الرحمہ کی اولاد میں دو صاحبزادگان اور چار صاحبزادیاں ہیں۔ صاحبزادوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں

۱۔ صاحبزادہ حضرت احمد مقتدیٰ مدظلہ العالی

۲۔ صاحبزادہ حضرت پیر محمد بدر الدجیٰ دامت برکاتہم العالیہ

صاحبزادہ حضرت احمد مقتدیٰ مدظلہ العالی

جب صاحبزادہ احمد مقتدیٰ مدظلہٗ کی ولادت باسعادت ہوئی تو آپ کے دادا جان پیرِ طریقت رہبرِ شریعت حضرت خواجہ پیر محمد شفیع قدس سرہٗ مدینہ منورہ میں سرور کائنات فخرِ موجودات حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ قدسی آیات میں حاضر

تھے۔آپ نے ولادت سے قبل ہی فرزند ارجمند کے تولد کی خوشخبری سنادی تھی اور احمد مقتدیٰ نام تجویز فرمایا تھا۔

تعلیم وتربیت

دینی تعلیم آپ نے آستانہ عالیہ میں ہی حاصل کی تھی۔ پھر ابتدائی تعلیم چورہ شریف کے پرائمری سکول سے حاصل کی۔ مڈل اور میٹرک تک تعلیم آپ نے قریبی قصبہ جنڈ سے حاصل کی۔ جبکہ ایف۔اے گورنمنٹ کالج اصغر مال روڈ راولپنڈی سے کیا۔

عادات وخصائل

آپ نہایت خوش گفتار اور عالی حوصلہ کے مالک ہیں۔طبیعت میں فاروقی جمال وجلال کا امتزاج پایا جاتا ہے۔قناعت پسندی اور سادگی آپ کے چہرے مہرے سے ہی عیاں ہے۔حق گوئی وبے باکی آپ کی سیرت کا نمایاں پہلو ہے۔ایثار وقربانی کا پیکر دکھائی دیتے ہیں۔غرضیکہ آپ نہایت صالح اور جواں ہمت اور ہمدرد انسان ہیں۔

شادی خانہ آبادی

آپ کی شادی خانہ آبادی حضرت خواجہ غلام نقشبند علیہ الرحمہ کے وصال کے چار پانچ سال بعد حضرت صاحبزادہ پیر محمد بدر الدجیٰ دامت برکاتہٗ کے زیر انتظام ونگرانی ۱۹۸۸ء یا ۱۹۸۹ء میں ہوئی۔آپ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک بیٹے سے نوازا جس کا نام محمد عمیر شفیع ہے۔

صاحبزادہ پیر محمد بدر الدجیٰ دامت برکاتہم عالیہ

ولادت باسعادت

آپ حضرت خواجہ الحافظ غلام نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ آپ نے ۱۳ فروری ۱۹۶۸ء کو اس دنیائے دوں میں قدم رکھا۔ آپ کی عمر شریف ابھی تقریباً اٹھارہ برس کی ہی ہوئی تھی کہ آپ کے والد گرامی حضرت خواجہ غلام نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا سایۂ عاطفت آپ کے سر سے اٹھ گیا۔

تعلیم وتربیت

خاندانی رواج کے مطابق آپ نے ابتدائی دینی تعلیم قاضی عبدالروف صاحب سے حاصل کی۔ پھر آپ کو مڈل سکول چورہ شریف میں داخل کرا دیا گیا جہاں سے آپ نے مڈل کا امتحان پاس کیا۔ بعدازاں آپ کو ڈینیز ہائی سکول راولپنڈی میں داخل کرایا گیا۔ اس سکول سے میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد آپ نے گارڈن کالج راولپنڈی میں داخلہ لیا۔ وہاں سے ایف۔ ایس سی کا امتحان پاس کیا ہی تھا کہ والد صاحب کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ جس کی وجہ سے آپ کو مجبوراً تعلیم کا سلسلہ منقطع کرنا پڑا۔

زمانہ طفولیت

زمانہ طفولیت سے ہی آپ کو لہو ولعب کی طرف رغبت نہیں تھی۔ عام بچوں میں کھیلنے سے آپ کو حجاب تھا۔ طبیعت میں ہمیشہ بڑا ٹھہراؤ اور متانت رہی ہے۔ کھیل کود میں زیادہ دلچسپی نہ تھی۔ کبھی گالی گلوچ وغیرہ کی نوبت نہیں آئی۔ والدین کو رنجیدہ نہیں کیا۔ نہایت

قانع اور صابر طبیعت پائی ہے۔ سکول سے سیدھے گھر تشریف لاتے اور پھر باہر نہ نکلتے۔ تنہائی اور کم گوئی آپ کو بچپن سے ہی پسند ہے۔ طفولیت کا زمانہ اپنے والدین کے زیر سایہ نہایت پاکیزہ و پسندیدہ روش سے بسر کیا۔ کسی یگانہ و بیگانہ کی دِل آزاری نہیں کی۔ اپنے والد ماجد اور دادا جان کے مریدوں کا ہمیشہ احترام ملحوظ خاطر رکھا۔

عہد شباب

جب آپ کے والد گرامی خواجہ غلام نقشبند علیہ الرحمہ کا وصال ہوا اس وقت آپ کے شباب کا آغاز تھا۔ نوعمری اور عالم شباب کا زمانہ ایسا پُر آشوب زمانہ ہوتا ہے۔ جس میں بڑے بڑے شہ زور اور جری انسان لغزش کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اگر والد کا سایہ بھی سر پر نہ ہو تو بگڑنے کے مواقع زیادہ ہوتے ہیں۔ اگر حافظِ حقیقی کا فضل و کرم شامل حال نہ ہو تو شباب پر قابو پانا نہایت دشوار ہوتا ہے۔ اس پُر آفت وقت میں صاحبزادہ محمد بدرالدجیٰ مدظلہٗ تعالیٰ نے اپنے اسلاف کا راستہ اپنایا اور دین متین اور سنت خیر الانام ﷺ کی ترویج کا بیڑا اٹھایا اور استقلال کے ساتھ اس ذمہ داری کو نبھایا۔ محبت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دل کو معمور کیا اور قلب و نظر کو پاکیزہ رکھا اور غیر کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔

ہر طرح کی فارغ البالی، آزاد اور عالی نسب ہونے کے باوصف منکسر المزاجی، حیا و ادب کو شعار بنایا۔ خاندانی شرافت اور اسلاف کی روایت کے بموجب اخلاق حمیدہ کو اپنی زندگی کا شعار بنایا۔ بہت سادہ طبیعت پائی ہے۔ غیر ضروری زیب و زینت اور نمود و ریا سے نفرت ہے۔ حسد و کینہ، غرور و تکبر کو نزدیک نہیں پھٹکنے دیتے۔ آواز و گفتگو میں اعتدال اور میانہ روی پائی جاتی ہے۔

لباس وخوراک

آپ خوش پوشاک ہیں۔آپ کا لباس طریزوں والی قمیض اور شلوار پر مشتمل ہوتا ہے۔واسکٹ بھی زیب تن ہوتی ہے۔سر پر قراقلی کی ٹوپی اور کندھوں پر سفید رنگ کا رومال رکھتے ہیں۔آپ کی خوراک بہت سادہ اور قلیل ہوتی ہے۔نمکین چائے آپ کو بہت مرغوب ہے۔

بیعت طریقت اور تربیت

صاحبزادہ پیر محمد بدرالدجیٰ دامت برکاتہٗ کا اپنا بیان ہے کہ والد گرامی نے مجھے زمانہ طفولیت میں ہی بیعت فرمالیا تھا۔ایک دفعہ بعد از وصال میرے دل میں شک گزرا کہ شاید میں نے ابھی تک کسی سے بیعت نہیں کی اور محض اولاد ہونے کے ناطے ہی مسند ارشاد پر بٹھا دیا گیا ہوں۔اس خیال کے دل میں جاگزیں ہونے کے بعد میں جی ہی جی میں خوف کھا رہا تھا کہ کہیں میں غلطی پر تو نہیں۔اسی ادھیڑ بن میں کئی روز گزر گئے۔ایک رات حضور قبلہ والد صاحب خواب میں تشریف لائے اور فرمایا کہ آپ بیعت ہو چکے ہیں۔تاہم دوبارہ آپ کو بیعت کر لیتا ہوں۔پھر آپ مجھے حضور باواجی رحمۃ اللہ علیہ کے حجرے میں لے گئے اور با قاعدہ مجھے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت سے سرفراز فرمایا۔

میری تمام تربیت آپ نے بعد از وصال روحانی اور اویسی طریقے پر فرمائی ہے۔اکثر دفعہ حضور قبلہ والدہ ماجدہ کے ذریعے پیغام پہنچایا۔آغاز میں جب کبھی ناموافق حالات اور مشکلات میں گھر کر پریشان ہوا تو والدہ ماجدہ کو فرماتے کہ بدر (پیر محمد بدالدرجیٰ) سے کہو فلاں معاملہ کو اس طریقہ سے سرانجام دیں۔کئی دفعہ براہِ راست خواب میں میری راہنمائی فرمائی۔

سجادہ نشینی

حضور قبلہ صاحبزادہ الحافظ پیر غلام نقشبند قدس سرہٗ کا ختم چہلم مورخہ ۳۱ جنوری ۱۹۸۶ء کو منعقد ہوا۔ حسبِ روایت خاندانی اس موقع پر دونوں بھائیوں کی دستار بندی کی گئی مگر صاحبزادہ احمد مقتدیٰ صاحب برضا ورغبت اپنے برادرِ خورد کے حق میں دست بردار ہو گئے۔ لہٰذا بلا شرکتِ غیرے حضرت صاحبزادہ پیر محمد بدرالدجیٰ صاحب کو سجادہ نشینی کا حامل ٹھہرایا گیا۔ جناب احمد مقتدیٰ صاحب کا اپنا بیان ہے کہ

> ''جہاں تک آستانہ عالیہ کی سجادہ نشینی کا تعلق ہے تو قبلہ والد صاحب کی وفات کے بعد اصولی اور قانونی طور پر سجادہ نشینی میرے پاس ہی تھی۔ لیکن کچھ ایسی خاندانی وجوہات تھیں کہ میں نے بہتر جانا کہ میرے بجائے میرا چھوٹا بھائی اس کام کو بہتر و احسن طریقے سے کر سکتا ہے۔ اسی میں بہتری جانی اور کسی دباؤ کے بغیر میں نے اپنا منصب چھوٹے بھائی کے حوالے کر دیا۔''

آپ مزید فرماتے ہیں کہ

> ''اسی کے ساتھ جہاں تک میری ذات اور تعاون کا تعلق ہے ہر طرح سے بدر صاحب (پیر محمد بدرالدجیٰ) کے ساتھ ہوں اور قبلہ والد صاحب کی حیات سے عرس شریف پر لنگر کا جو کام میرے سپرد تھا، آج تک اسی طرح انجام دے رہا ہوں اور اللہ کے فضل و کرم سے دیتا رہوں گا۔ اس کے علاوہ گھریلو معاملات میں بھی ہر طرح کا تعاون ہے اور آج تک کبھی دل میں پچھتاوا نہیں ہوا کہ میں نے کوئی غلط

فیصلہ کیا ہے۔ اصل مقصد یہ تھا کہ یہ سلسلہ جو صدیوں سے جاری ہے،
احسن طریقے سے جاری و ساری رہے۔ میرے خیال میں جو سلسلہ
آستانے کا چل رہا ہے، بہتر چل رہا ہے۔''

(احمد مقتدیٰ ۳ فروری ۲۰۰۱ء)

اس تقریبِ سعید کے موقع پر آستانہ عالیہ چورہ شریف کے فیض یافتگان مشائخ عظام کی جو نمائندہ شخصیات موجود تھیں۔ ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں

۱۔ راقم کے مرشدِ کامل اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الحاج پیر سید علی حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ زیب سجادہ دربارِ عالیہ لاثانیہ علی پور سیداں شریف ضلع نارووال

۲۔ حضرت پیر سید نذر حسین شاہ صاحب علی پور سیداں شریف

۳۔ حضرت پیر غلام صدیق صاحب گلزارِ مدینہ گجرات

۴۔ حضرت پیر منظور الٰہی صاحب سجادہ نشین دربارِ عالیہ میرا شریف (آزاد کشمیر)

۵۔ حضرت قبلہ پیر نور محمد چشتی صاحب بسال شریف ضلع اٹک (جو پیر محمد بدرالدجیٰ صاحب کے نانا ہیں)

۶۔ حضرت صاحبزادہ محبوب الرحمٰن صاحب عیدگاہ، راولپنڈی

۷۔ حضرت پیر علاؤ الدین صدیقی صاحب زیب سجادہ نیریاں شریف و خلیفہ مجاز پیر محمد شفیع علیہ الرحمہ

۸۔ پیر محمود بخش صاحب سجادہ نشین دربارِ عالیہ بسال شریف

اس کے علاوہ آپ کے تمام چچا صاحبان اور خاندان کے دیگر مقتدر افراد بھی موجود تھے۔ ان میں حضرت ڈاکٹر غلام مجدد صاحب، حضرت پیر غلام مرشد صاحب، حضرت غلام امجد صاحب اور حضرت محمد زاہد صاحب قابلِ ذکر ہیں۔ ڈاکٹر غلام مجدد صاحب کی بھرپور

شفقت آپ کے شاملِ حال ہے۔ڈاکٹر صاحب نہایت جہاندیدہ اور ہمدرد ہستی ہیں۔ہر مشکل وقت میں وہ آپ کی سرپرستی فرماتے ہیں۔

مسندارشاد

حقیقت یہ ہے کہ حضرت خواجہ غلام نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی ناگہانی وفات نے آستانہ عالیہ کے نظام کو ایک بار ہلا کر رکھ دیا تھا۔لیکن اللہ تعالی کے فضل وکرم اور خصوصی عنایات کی بدولت صاحبزادہ صاحب نے باوجود ناتجربہ کاری کے اسے سنبھالا دیا۔اپنی خداداد صلاحیتوں اور اپنے بزرگوں کی باطنی توجہات سے اسے اپنے اسلاف کے نقشِ پا پر استوار کر دیا ہے۔آباؤ اجداد کے تمام معمولات اور طریقہ کار حسبِ روایت نہ صرف اپنائے ہوئے ہیں، بلکہ دن دگنی رات چوگنی اس میں ترقی ہو رہی ہے۔آپ کے اسلاف کے معمولات میں تبلیغی مقاصد اور اشاعتِ سنت کے لیے مختلف علاقوں کے دورے بھی شامل تھے۔صاحبزادہ پیر محمد بدرالدجیٰ صاحب باقاعدگی کے ساتھ نہایت نظم وضبط کے ساتھ دورے فرماتے ہیں اور روحانی تسکین کے متلاشیوں کی اپنے اجداد کے طریق کار کے مطابق آبیاری کر رہے ہیں۔

مشائخ چوراہیہ کے پیش نظر ہمیشہ مشائخ نقشبندیہ کا طرزِ عمل رہا ہے جس میں ترویج شریعت کی طرف خصوصی توجہ رہتی ہے۔صاحبزادہ صاحب اس اہم اور بنیادی کام کو بڑی شد و مد کے ساتھ سرانجام دیتے ہیں۔اس نوعمری میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی نسبت کی ظاہری و باطنی تمام ذمہ داریاں آپ کے کندھوں پر ہیں۔آپ اپنے اجداد کے فیضانِ نظر سے بطریق احسن ان ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو رہے ہیں۔اس وقت صاحبزادہ صاحب کی عمر شریف تقریباً چونتیس سال کے لگ بھگ ہے۔نسبت فاروقی اور

صدیقی بدرجہ کمال حاصل ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ صاحبزادہ صاحب کی عمر میں برکت فرمائے اور حضرت باواجی رحمۃ اللہ علیہ کے مشن کی تکمیل میں ان کو مزید ہمت اور حوصلہ سے نوازے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ اجمعین

نکاحِ مسنون

صاحبزادہ پیر محمد بدر الدجیٰ مدظلہٗ العالی کے کندھوں پر سلسلۂ عالیہ کی رشد وہدایت کی ذمہ واریاں نوعمری میں ہی آپڑی ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل وکرم اور وہبی صلاحیت، حوصلہ مندی اور خلوصِ نیت کی بدولت سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے طریقہ کی بحسن و خوبی ترویج واشاعت کا کام سرانجام دے رہے ہیں۔ جس کی بنا پر شادی جیسی اہم سنت کے ادا کرنے میں تاخیر واقع ہوئی۔ تاہم جیسا کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں سنت کو لازم پکڑتے ہیں، نص کو چھوڑ کر فص کے پیچھے نہیں بھاگتے، اس لیے سنتِ نکاح کی ادائیگی بھی ضروری تھی۔ دوسری طرف والدہ ماجدہ جنہوں نے نامساعد حالات کے باوجود آپ کی نہ صرف ظاہری سیرت وکردار سازی کی ہے بلکہ روحانی منازل میں بھی آپ کی راہنمائی فرما رہی ہیں، ان کی نیک خواہشات کا احترام کرتے ہوئے آخر کار آپ نے شادی خانہ آبادی کی حامی بھر لی۔

بسال شریف کے چشتیہ خاندان کے ساتھ آپ کے خاندان کی نہ صرف پرانی رشتہ داری ہے، بلکہ وہ آپ کا ننھیال بھی ہے۔ لہٰذا ۲۱ نومبر ۱۹۹۴ء بروز پیر مطابق ۱۶ جمادی الآخر ۱۴۱۵ھ وہیں آپ کی رسمِ نکاح انتہائی سادگی اور شرعی وقار کے ساتھ ادا کی گئی۔ شادی کے وقت آپ کی عمر عزیز ۲۷ سال تھی۔

اولادِ نرینہ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب لبیب حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے صدقے آپ کو یکے بعد دیگرے دو خوبصورت فرزندوں سے نوازا ہے۔ دونوں نونہال اب سکول جاتے ہیں اور خوب محنت سے زیور تعلیم سے آراستہ ہو رہے ہیں۔ بڑے صاحبزادے کا نام محمد سارب فیضان ہے جبکہ چھوٹے کا اسمِ پاک محمد زیاب نقشبند ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پھولوں کی عمریں دراز کرے اور انہیں اپنے اسلاف کا صحیح جانشین بننے کا اہل بنائے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین

تبلیغی دورے

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ چوراہیہ کے مشائخِ عظام خصوصاً امام المتقین قطب العصر خواجہ خواجگان حضرت باواجی فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ تبلیغِ دین اور اشاعتِ نسبت کو عوام الناس کی دہلیز تک پہنچانے کی خاطر تبلیغی دورے کرتے تھے۔ آپ کی ساری اولاد نے اس پر عمل کیا۔ اب ان کی پیروی میں صاحبزادہ پیر محمد بدرالدجیٰ کا بھی وہی طریقہ ہے اور اپنے آباؤ اجداد کے اس طریقہ پر عمل پیرا ہیں۔ مخلصین آپ سے رابطہ قائم کر کے دعوت کی منظوری حاصل کرتے ہیں۔ پھر آپ ان دوروں کا پروگرام بناتے ہیں۔ چند علاقوں میں مقررہ تاریخیں جو پیر طریقت، رہبر شریعت حضرت پیر محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کے وقت سے چلی آتی ہیں، آپ نے ان تاریخوں میں تبدیلی کرنا پسند نہیں فرمایا۔ حضرت پیر محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ الحافظ غلام نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں رسل و رسائل کی سہولیات کما حقہٗ میسر نہیں تھیں لہٰذا وہ بزرگوار اکثر سفر گھوڑیوں پر فرماتے تھے۔ اس وقت مواصلات کا بہتر نظام ہونے کی وجہ سے آپ یہ سفر اپنی کار پر فرماتے ہیں۔

ان دوروں میں ختمِ خواجگان، ذکرِ الٰہی، مراقبہ ومحاسبۂ، تلاوت قرآنِ حکیم اور نعت خوانی کو اولیت حاصل ہے۔ نئے تشنگانِ طریقت کو بیعت کرنا اور سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی تلقین وذکر بھی ان دوروں کا لازمی حصہ ہیں۔ بعض اوقات مخلصین کے اصرار پر آپ کئی کئی روز تک مسلسل بے آرام رہتے ہیں، مگر آپ کی الفت وشفقت میں فرق نہیں آتا۔ راقم ان دوروں کا چشم دید گواہ ہے۔

عادات وخصائل

حضرت صاحبزادہ پیر محمد بدرالدجیٰ مدظلہٗ العالی نہایت خلیق اور خوش ذوق ہیں۔ اخلاقِ کریمانہ اور اوصافِ پسندیدہ کے مالک ہیں۔ اپنے عقیدت مندوں اور جو حضرات آپ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوتے ہیں، سب سے بلا تخصیص خندہ پیشانی سے پیش آتے ہیں۔ آپ کو نمود ونمائش اور ریا سے سخت نفرت ہے۔ مجلس میں حاضر ہونے والوں کی عرض داشتیں نہایت اطمینان اور بردباری سے سنتے ہیں۔ کبھی چہرہ مبارک پر گھبراہٹ کے آثار نمودار نہیں ہوتے۔ آپ کے فیضانِ نظر سے لاعلاج مریض شفایاب ہوتے دیکھے ہیں۔ مشکلات میں گھرے ہوئے لوگوں کو نجات پاتے دیکھا ہے۔ دعا کرنے میں آپ ذرا بھی بخل سے کام نہیں لیتے۔ لبوں پر عام طور پر یہ دعائیہ کلمہ ہوتا ہے "اللہ کریم فضل کرے" یا "اللہ کرم کرے"۔ دنیاوی امور کے لیے دعا کی غرض سے حاضر خدمت ہونے والوں کے لیے دعا فرمانے میں دیر نہیں لگاتے۔

آپ نہایت معاملہ فہم اور قوتِ فیصلہ کے مالک ہیں۔ پیچیدہ سے پیچیدہ معاملات میں فیصلہ کرنے میں دیر نہیں لگاتے۔ اندازِ تکلم نہایت شستہ ہے۔ پہلی ملاقات میں ہی انسان آپ کا گرویدہ ہو جاتا ہے۔

راقم اپنے برادرِ طریقت حضرت علامہ صوفی محمد علی نقشبندی مدظلہٗ العالی کے ہمراہ پہلی مرتبہ چورہ شریف میں حضور باوا جی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر حاضری دینے کی غرض سے ۱۹۹۳ء کی گرمیوں میں حاضر ہوا۔ اس وقت تک چورہ شریف کے صاحبزادوں میں سے راقم کی کسی سے شناسائی نہیں تھی۔ البتہ برادر طریقت صوفی محمد علی نقشبندی مجددی کی شناسائی دو ایک صاحبزادوں سے تھی لیکن وہ بھی گھبراتے تھے کہ شاید کوئی پہچانے یا نہ پہچانے۔ بہر حال ہم باوا جی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر سلام عرض کرنے اور فاتحہ خوانی کے بعد صاحبزادہ صاحب کی زیارت کی غرض سے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ ہمیں اس طرح خندۂ پیشانی اور محبت سے ملے جیسے آپ برسوں سے ہمارے شناسا ہیں۔ ہماری اس طرح فراخدلی سے تواضع فرمائی جیسے ہم خصوصی مہمان ہیں۔ تقریباً ایک گھنٹہ کے لگ بھگ ہمیں آپکی صحبت سے فیض حاصل کرنے کا موقع میسر آیا۔ اس مختصر عرصہ میں آپ کے اندازِ تکلم سے ہم دونوں اس قدر متاثر ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ رابطہ مضبوط تعلقات کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔ پہلی ہی ملاقات میں ہم نے آپ کو نہایت حلیم الطبع، ملنسار، خوش خلق، صاحب فراست اور حکمت و دانش کا مرقع پایا۔ بعد ازاں جب ہم نے انکشاف کیا کہ ہم حضور قبلہ عالم پیر سید علی حسین شاہ قدس سرہٗ العزیز کے ادنیٰ غلاموں میں سے ہیں تو آپ کی طبیعت مزید کھِل اٹھی اور فیضان کریمانہ مزید جوش میں آ گیا۔ آپ کا یہ حسنِ خلق کسی ایک یا مخصوص افراد کے ساتھ ہی نہیں بلکہ حضور باوا جی رحمۃ اللہ علیہ کے فیضان کا یہ امین ہر کہ و مہ سے اسی خندہ پیشانی اور کریمانہ لطف و کرم سے پیش آتا ہے۔

آپ کا سینہ بغض وعناد، حسد و کینہ، طمع و لالچ، حرص و ہوا، غیظ و غضب، شہواتِ نفس جیسی صفات رذیلہ سے پاک ہے۔ اس کے برعکس اسوۂ حسنہ کا مظہر ہے اور رحمدلی، صبر و قناعت، تحمل و بردباری، توکل علی اللہ جیسی صفات حمیدہ کا خزینہ ہے۔ آپ کی زبان سے کسی

کی دل آزاری نہیں ہوتی اور ہاتھ سے کسی کو تکلیف نہیں پہنچتی۔ گویا آپ حدیث پاک کے مصداق مردِ مومن کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہیں۔

دل تو چاہتا ہے کہ حضور صاحبزادہ صاحب کے اوصافِ پسندیدہ پر صفحوں کے صفحے لکھتا جاؤں اور ان کی جائز توصیف کرنے میں ذرا بھر بخل سے کام نہ لوں مگر سمجھتا ہوں کہ پھر بھی کما حقہ، عہدہ برآ نہ ہوسکوں گا۔ دوسرے طوالتِ کتاب کا خوف دامن گیر ہے۔ تیسرے صاحبزادہ صاحب فطری افتادِ طبع کی وجہ سے اپنی جائز توصیف کو بھی پسند نہیں فرماتے اس لیے خوف دامن گیر ہے کہ وہ ناراض نہ ہو جائیں۔ پھر بھی چند دیگر عادات پر روشنی ڈالنا ضروری ہے۔ جن میں آپ کی سادگی اور شانِ استغنا مریدین کے لیے درسِ عمل ہے۔ آپ فرقہ پرستی کی الجھنوں سے آزاد ہیں۔ آپ کا مسلک صلح کل ہے۔ امامِ ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ النورانی کی تعلیمات کی ترویج و اشاعت میں کوشاں ہیں اور نقشبندی نسبت طریقت پر استقامت کے ساتھ عمل پیرا ہیں۔ معاملات میں صفائی، ایثار اور احسان و مروت آپ کی عادت ثانیہ ہے۔ کلام صاف و سادہ اور مختصر ہوتا ہے۔ تواضع اور انکساری آپ کے عمل و خصائل کا حصہ ہے۔ خود پسندی اور عُجب کو شیطانی فعل قرار دیتے ہیں۔

غرض امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی کے قول کے مطابق آپ کی شخصیت علم، عمل اور اخلاص کا خوبصورت امتزاج ہے۔

مذہبی تعامل

آپ حنفی المذہب ہیں۔ اہل سنت و الجماعت کے عقاید پر عمل پیرا ہیں۔ طریقت میں نقشبندی اور مجددی آپ کا پسندیدہ مسلک ہے۔ آقائے دو جہاں، سرورِ انبیاء و

مرسلین حضرت نبی کریم روف رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کو اپنی جان، مال اولاد اور کائنات کی ہر شے سے زیادہ محبت ہے۔ اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عظمت پر پختہ عقیدہ ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا احترام آپ کے قول وفعل سے ثابت ہے۔ ان کے درمیان جھگڑوں کو ان کے اجتہاد پر محمول کرتے ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مقابلہ میں اجتہادی خطا پر جانتے ہیں۔

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بعد از انبیاء ومرسلین افضلیت کے قائل ہیں۔ خلفاء راشدین کی ترتیب خلافت کو برحق مانتے ہیں۔ دیگر تمام عقاید اہل سنت وجماعت کے عین مطابق ہیں۔

سفرِ حج وزیارت

چونکہ اتباع شریعت ایک لازمی امر ہے۔ حج دین کا ایک اہم رکن ہے۔ لہٰذا جب کسی حاجی کو ارض مقدس کی طرف روانہ کرتے تو آپکا آتشِ شوق دیدنی ہوتا۔ آپ کو حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضۂ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا شوق دامن گیر ہوا تو آپ ۲۴ نومبر ۱۹۹۷ء کو عازم مکہ شریف ہوئے۔ عمرہ ادا کرنے کے بعد درِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری کے لیے مدینہ منورہ پہنچے اور گنبد خضرا کے جنت نظیر نظاروں سے اپنے قلب ونظر کو جلا بخشی۔ اس سفر سے ۹ دسمبر ۱۹۹۷ء کو واپس تشریف لائے۔ اس سفر مقدس میں آپ اپنے چند مخلصین کو بھی ہمراہ لے گئے تھے۔ جن میں سے جناب عبدالحمید پروانہ صاحب، حاجی محمد اکبر صاحب پنڈی بھٹیاں، میاں محمد امجد صاحب خلف الرشید خلیفہ فضل الٰہی صاحب لاہور، محمد اشرف صاحب راولپنڈی، رانا غلام سرور صاحب والٹن لاہور، محمد وریام صاحب موضع نارووال (پنڈی بھٹیاں)، محمد شریف صاحب (چچا) بھکی سندھواں، صوفی عبدالحمید صاحب

گوجرانوالہ، افتخار اعوان صاحب ایڈووکیٹ لاہور، غلام حیدر صاحب سانگلہ ہل قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ حاجی منیر صاحب امریکہ سے تشریف لائے تھے۔ پروگرام کے تحت عمرہ صاحبزادہ صاحب کے ساتھ ادا کیا۔ پھر ۲۰۰۰ء میں صاحبزادہ صاحب نے اپنی والدہ ماجدہ کے ہمراہ فریضہ حج ادا کیا اور مدینہ منورہ کی حاضری سے فیضیاب ہوئے۔

عمرہ کی سعادت حاصل کرنے سے قبل یکم جولائی ۱۹۹۷ء میں قبلہ طریقت امامِ ربانی حضرت مجدد الف ثانی کی بارگاہِ بیکس پناہ کی حاضری دی۔ تقریباً ایک ہفتہ تک آپ حضور مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے مہمان رہے اور وہاں سے ۷ جولائی کو واپسی ہوئی۔ اس سفر سے غرض آپ کی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم بارگاہِ اقدس میں حاضری کے آداب سیکھنا اور حصول فیض کا وسیلہ مضبوط کرنا تھا۔ اس سفر مقدس میں بھی آپ اپنے ہمراہ چند مخلصین کو لے گئے تھے جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔ جناب ارجمند علی صاحب، جناب چودھری قمر الدین بشیر صاحب راولپنڈی، میاں امجد صاحب لاہور، حاجی اکبر صاحب پنڈی بھٹیاں، رانا غلام سرور صاحب لاہور، جاوید صاحب لاہور اور جناب محمد اسماعیل ہاشمی صاحب لاہور۔

تعمیرات

جب آپ مسندِ ارشاد پر متمکن ہوئے تو آبائی گھر، حویلی اور اثاثہ جات کی تقسیم کی وجہ سے زائرین اور متوسلین سلسلہ عالیہ کی قیام گاہ اور لنگر خانے کا مسئلہ پیدا ہوا۔ خصوصاً عرس مبارک کے ایام میں لنگر کا انتظام وانصرام کرنے اور کھلانے کے لیے جگہ نہ ہونے کے برابر تھی۔ لہٰذا آپ نے سب سے اولین توجہ موجودہ رہائش گاہ اور حویلی کی تعمیر پر دی۔ اس احاطہ کی تعمیر ۱۹۸۷ء میں تکمیل آشنا ہوئی۔

زائرین کے لیے ۸۰ کے قریب نئے بستر بنوائے گئے۔ ساتھ ہی ساتھ مزارات کی تعمیر نو کی گئی۔

مزارات کی تعمیر نو

صاحبزادہ صاحب کا اپنا بیان ہے کہ مزارات کی تعمیر اور ان پر کتبے لگانے کا فیصلہ حضرت قبلہ والد صاحب نے خود فرمایا تھا۔ کتبوں کے لیے تحریر بھی انہوں نے خود لکھی تھی۔ میں نے اس تحریر کو تلاش کیا مگر وہ مل نہ سکی۔ لہٰذا میرے دِل میں جب مزارات کی تعمیر اور نئے کتبوں کی تنصیب کی خواہش کا غلبہ ہوا تو میں نے اس کام کو سرانجام دے دیا۔

مسجد الفقراء کی تعمیر نو

حضرت باوا جی فقیر محمد قدس سرہ کے قدموں کی جانب ایک چھوٹی سی مسجد تھی جو مسجد الفقراء کے نام سے موسوم تھی۔ اس مسجد کو فقیہ عصر حضرت خواجہ سید محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے تعمیر کرایا تھا۔ یہ بہت ہی چھوٹی تھی اور مرورِ زمانہ سے بوسیدہ اور خستہ حال ہو چکی تھی۔ حضرت خواجہ الحافظ پیر غلام نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا اس مسجد کو شہید کر کے وسیع کرنے کا ارادہ

تھا۔ جس کا ذکر آپ بعض خاص مخلصین اور احباب سے کیا کرتے تھے۔ بلکہ پیر سید منور حسین شاہ صاحب علی پور سیداں شریف نے اس مسجد کی تعمیرِ نو کی اجازت بھی حضور قبلہ پیر غلام نقشبند علیہ الرحمہ سے طلب کی تھی جسے آپ نے منظور نہ فرمایا تھا۔ اس کے جواب میں ارشاد فرمایا تھا کہ اس مبارک مسجد کی تعمیر میں بہت سے متوسلین سلسلۂ عالیہ اور مخلصین حضرات کا حصہ ہوگا۔ ہم اس کی تعمیر اپنے وسائل کے بل بوتے پر نہیں کریں گے بلکہ حضرت باواجی رحمۃ اللہ علیہ کے تصرف کے بل بوتے پر اس کی توسیع کریں گے۔

حضرت صاحبزادہ صاحب کا بیان ہے کہ والد صاحب قبلہ کے اس ارادہ کی تکمیل کے جذبہ نے دل میں غلبہ پکڑا تو میں نے اس کو عملی جامہ پہنانے کے لیے کمرِ ہمت باندھ لی اور پرانی مسجد کو شہید کر کے ۱۴۔ اپریل ۱۹۹۲ء کو اس مبارک مسجد کا سنگِ بنیاد رکھا اور تعمیر شروع کر دی۔

اب یہ مسجد مکمل ہو چکی ہے لیکن متوسلین سلسلہ عالیہ میں ترقی و اضافہ کی وجہ سے اس کا صحن مزید توسیع کا تقاضا کر رہا ہے جس کو ان شاء اللہ العزیز جلد ہی وسیع کر دیا جائے گا۔

کنوؤں کی تعمیر

چورہ شریف میں ہمیشہ سے پانی کی قلت رہی ہے۔ زمینی پانی کی کمیابی اور کھارا ہونے کی وجہ سے قریبی ندی سے جو 'کسی' کے نام سے موسوم ہے، پانی حاصل کیا جاتا رہا ہے۔ عرس مبارک کے دنوں میں دربارِ عالیہ سے دو تین کوس کے فاصلے پر 'رنگلی' قصبہ ہے وہاں سے ٹینکروں کے ذریعے پانی لایا جاتا ہے۔ صاحبزادہ صاحب کے زیب سجادہ ہونے سے قبل قریبی دیہات کی عورتیں اور مرد گھڑوں میں پانی بھر کر لاتے تھے اور زائرین کے وضو

وغیرہ اور پینے کے لیے پانی مہیا کرتے تھے۔ بعض دفعہ خشک سالی کی وجہ سے 'گسّی' خشک ہو جاتی تو بڑی دقتوں سے گسّی سے 'چوئے' لگا کر پانی حاصل کیا جاتا تھا۔

صاحبزادہ صاحب نے اپنی رہائش گاہ کے جنوب کی طرف ایک نیا کنواں تعمیر کیا اور پائپ لائن بچھا کر رہائش گاہ اور مسجد تک پانی پہنچانے کا انتظام کیا ہے۔ گھر میں حسب ضرورت ٹونٹیاں لگائی گئی ہیں۔ کنوئیں سے پانی الیکٹرک موٹر پمپ کے ذریعے حاصل کیا جاتا ہے۔ اس سال (۲۰۰۲ء) حویلی کے صحن میں بھی ایک کنواں کھدوایا گیا ہے جس کا پانی میٹھا نکلا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دربار شریف پانی کے معاملہ میں خود کفیل ہو گیا ہے۔

نئے کمرہ جات کی تعمیر

جب نیا احاطہ تعمیر ہوا تو زائرین کے لیے صرف ایک کمرہ ہی تعمیر ہو سکا تھا۔ اب مزید چار وسیع کمرے سطح زمین پر اور پانچ کمرے اوپر چھت پر تعمیر ہو چکے ہیں۔ ان کمروں کے شمالی جانب مرکزی بزم نقشبندیہ چوراہیہ کا دفتر بھی تعمیر کیا گیا ہے۔

استنجا خانوں کی تعمیر

۲۰۰۱ء تک دربار عالیہ میں استنجا خانوں کا فقدان تھا۔ زائرین کو باہر دور کھیتوں میں حوائج ضروریہ کے لیے جانا پڑتا تھا۔ دن کے وقت اگر فصلیں وغیرہ نہ ہوتیں تو انتہائی دقت کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ صاحبزادہ صاحب نے زائرین کی سہولت کے لیے گزشتہ برس (۲۰۰۱ء) میں ۱۱۴ استنجا خانے فلش سسٹم والے تعمیر کر دیے ہیں۔

وضوخانے کی تعمیر

۱۹۹۸ءتک مسجد کے ساتھ وضوخانہ تعمیر نہیں ہوا تھا۔زائرین لوٹوں میں پانی بھر کر وضو کرتے تھے۔جس سے مسجد کے گردو پیش میں زائرین کی بے احتیاطی کی وجہ سے کیچڑ ہو جاتا تھا۔صاحبزادہ صاحب نے زائرین اور متوسلین دربار کی اس مشکل کا احساس کر کے ۲۰۰۱ء میں نیا وضوخانہ تعمیر کرایا اور نئے طرز کی ٹونٹیاں لگوائی ہیں۔

تعمیرات کے اضافی منصوبہ جات

صاحبزادہ پیر محمد بدر الدجیٰ صاحب کو اپنے آباؤ اجداد کے مریدین اور زائرین کے لیے اعلیٰ سے اعلیٰ سہولیات بہم پہنچانے کا جنون ہے۔ عام خانقاہوں کے برعکس صاحبزادہ صاحب کے نزدیک اپنی ذات کی بجائے زائرین،متوسلین اور روحانی تسکین کے متلاشیوں کے لیے سہولیات کی بہم رسانی بہت اہمیت کی حامل ہے۔آپ ہمیشہ اس جستجو میں رہتے ہیں کہ لوگ باواجی رحمۃ اللہ علیہ کے دربار سے بسہولت فیض یاب ہو کر جائیں۔ جودو سخا کا یہ بھی ایک انوکھا انداز ہے۔لہٰذا آپ نے مندرجہ ذیل اضافی تعمیراتی منصوبوں کی تکمیل کا پروگرام بنا رکھا ہے۔

کمرہ جات اور لنگر خانے کا تعمیری منصوبہ

چونکہ عرس مبارک کے دنوں میں عموماً بارشیں ہوتی ہیں بلکہ باواجی رحمۃ اللہ علیہ کے سالانہ عرس مبارک پر تو لازماً کم وبیش بارش ہو ہی جاتی ہے لہٰذا عرس پاک کے دنوں میں لنگر کھلانے کیلیے ایک وسیع وعریض ہال تعمیر کرنے کا منصوبہ ہے۔مزید ۱۲ عدد کمرے تعمیر کرنے کا ارادہ ہے۔

صحنِ مسجد میں توسیع

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے عرس مبارک کے دنوں میں زائرین کی تعداد روبہ اضافہ ہے۔اس وقت مسجد کا صحن، برآمدہ اور ہال وسیع ہونے کے باوجود نا کافی ہو چکا ہے۔ لہٰذا آئندہ مسجد کے صحن میں توسیع کی جائے گی اور چار دیواری تعمیر کی جائے گی۔

حضرت باواجی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس کی تعمیر

نقشبندی بزرگوار جس طرح اپنی حیاتِ ظاہری میں ریا اور شہرت سے گریز پا ہیں ،اسی طرح اپنی ابدی استراحت کے لئے بھی ظاہری نمود ونمائش کو پسند نہیں فرماتے اور اپنی قبروں پر گنبد وغیرہ کی تعمیر نہیں ہونے دیتے۔راقم نے دیکھا ہے کہ نائب رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم امامِ ربانی حضرت مجدد الف ثانی کے مرشد حقانی خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ النورانی کی قبر انور پر بھی گنبد نہیں ۔جب بھی کسی صاحبِ دل نے گنبد بنانے کی جسارت کی تو وہ کامیاب نہیں ہوسکا۔تعمیر کے اگلے روز ہی وہ خود بخود مسمار ہو جاتا ہے۔

اب تقریباً پونے چار سو سال کے بعد ۱۹۸۰ء کے عشرے میں قبر انور کا صرف تعویذ ماربل کا بن سکا ہے لیکن اصل قبر انور نیچے بالکل سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق کچی ہے۔اسی طرح خواجہ نور محمد تیراہی ثم چوراہی کے مزار اقدس کی بھی ایسی ہی حالت ہے اور حضور باواجی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر انور پر تو سایہ تک بھی نہیں ہے۔

یہ بزرگوار تو جنتِ نعیم کے مزے لوٹ رہے ہیں ۔ان سایوں اور مزارات کی ضرورت تو ہم عقیدت مندوں کے لیے ہے۔اگر چہ قبر انور کے شمالی اور مغربی جانب وسیع برآمدہ موجود ہے لیکن موسم گرما میں وہاں بیٹھنا بھی کارے دارد۔زائرین کی ان مشکلات کا احساس کرتے ہوئے صاحبزادہ صاحب باواجی حضور کے مزار شریف والے احاطے

میں ایک وسیع و عریض ہال بنانے کا پختہ ارادہ رکھتے ہیں جس پر گنبد نہیں بنایا جائے گا تا کہ زائرین پرسکون ماحول میں تلاوتِ کلامِ مجید اور فاتحہ خوانی کر سکیں۔

اللہ تعالےٰ حضور صاحبزادہ صاحب مدظلہ کو عمر خضر بخشے اور انکے تبلیغی و روحانی منصوبوں اور عزائم کو پایہ تکمیل تک پہنچائے

الٰہی ایں آرزوے من چہ خوش است
تو بدیں آرزو مرا برساں

آمین

بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ ____ خصائص و امتیازات

تصوف کے تمام طریقوں کا اصل مقصد قرب الٰہی کا حصول اور وصول الی اللہ ہے اور سب کے سلوک کی یہی منزل مقصود ہے۔ اس طرح تمام سلسلوں میں اکابر مشائخ گذرے ہیں۔ تاہم سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے چند خصائص و امتیازات ہیں جن کا مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے۔

نسبت صدیقی

اس طریقہ کا پہلا امتیاز یہ ہے کہ یہ طریقہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے اور آپ اس کے سر حلقہ ہیں اور چونکہ آپ افضل البشر بعد از انبیا علیہم السلام ہیں، اس لئے آپ کی نسبت بھی تمام نسبتوں سے بلند و بالا ہے یہی وجہ ہے کہ طریقہ آپ سے منسوب ہوا اس کی نسبت تمام نسبتوں پر فوقیت لے گئی۔

رسول اکرم ﷺ کا فیض دو طرح کا ہے۔ فیض نبوت اور فیض ولایت۔ فیض نبوت کے مظہر اتم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں اور فیض ولایت کے مظہر اتم سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔ جس طرح نبوت، ولایت سے افضل و برتر ہے، اسی طرح فیض ولایت سے فیض نبوت افضل و برتر ہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے منسوب ہونے کی وجہ سے اس طریقہ میں نبوت کے فیض کا غلبہ ہے، اسی بنا پر یہ طریقہ دوسرے طریقوں سے افضل و برتر ہے۔

اتباعِ سنت

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا دوسرا امتیاز یہ ہے کہ اس طریقہ میں اتباع سنت اور بدعت

سے اجتناب کا نہایت اہتمام والتزام ہے حتیٰ کہ ذکر جہر بھی اس میں جائز نہیں رکھا گیا۔ ظاہر ہے اس طریقہ میں اتباع سنت زیادہ ہونے کی وجہ سے اس میں انوار مصطفیٰ ﷺ بھی زیادہ ہیں کیونکہ جس قدر کسی طریقہ ونسبت میں آنحضور ﷺ کے انوار زیادہ ہونگے اسی قدر وہ نسبت فضیلت والی اور ممتاز ہوگی۔

قائل کون؟

"ہمارا طریقہ نادر اور عروۃ الوثقیٰ ہے۔ سنت رسول ﷺ کی بدرجہ کمال اقتدا کرنا اور آثار صحابہ علیہم الرضوان کی پیروی کرنا ہے۔"

حوالہ

امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

"طریقہ عالیہ نقشبندیہ قریب ترین، سبقت والا سنت کے زیادہ موافق، زیادہ مضبوط، مبنی بر صداقت، ذیشان، بڑا ارفع واعلیٰ اور کامل ترین ہے۔ اس طریقہ کی یہ تمام بزرگی اور اس سلسلے کے بزرگوں کی بلند شان سنت سنیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم کی اتباع اور بدعت سیئہ سے اجتناب کی وجہ سے ہے۔ اسی وجہ سے ان کے حضور د آگہی میں دوام ہے۔ اسی حضور و آگہی کے دوام کی وجہ سے یہ سلسلۂ عالیہ دوسرے سلاسل طریقت پر فوقیت لے گیا۔

عزیمت

عزیمت پر عمل کرنا اور حتی الامکان رخصت سے گریز کرنا بھی اس طریقہ کے امتیازی خصائص میں سے ہے۔ امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"اکابر نقشبندیہ نے عزیمت کو اپنایا اور معمول بنایا ہے اور رخصت سے حتی الوسع اجتناب کیا ہے۔"

حتی

اندراج النہایت فی البدایت

حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند علیہ الرحمۃ نے بارگاہ رب العزت میں دعا کی تھی کہ مجھے ایسا طریقہ عطا فرمایا جائے جو اقرب اور موصل ہو تو اللہ جل مجدہ، نے حضرت خواجہ علیہ الرحمہ کی یہ دعا قبول فرمائی اور ان کو سلوک پر جذبہ کی تقدیم کا الہام کیا۔ دوسرے سلاسل میں سلوک جذبہ پر مقدم ہے، یعنی پیر کامل اپنے مرید کو پہلے ریاضت و مجاہدے کا حکم دیتا ہے، اور ان ریاضتوں اور مجاہدوں سے مرید کا تزکیہ وتصفیہ کرتا ہے۔ اسی کو سلوک کہتے ہیں۔ اس کے برعکس طریقہ نقشبندیہ میں جذبہ کو سلوک پر مقدم کرتے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ سیر وسلوک اور جذبہ وتصفیہ سے مقصود نفس کا اخلاق رذیلہ سے پاک کرنا ہے۔ نفس کے تعلقات بتدریج قطع کرنا، اپنے نفس میں سیر کرنا ہے، جسے سیر انفسی کہتے ہیں اور آفاق کے تعلقات کا قطع کرنا سیر آفاقی کہلاتا ہے۔ اس سلسلہ کی بدایت میں دوسروں کی نہایت مندرج ہے۔ امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ مزید فرماتے ہیں کہ طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے مشائخ نے اس سیر کی ابتداء عالم امر سے کی ہے اور عالم خلق کو بھی اسی سیر کے ضمن میں طے کر لیتے ہیں، بخلاف دوسرے طریقوں کے۔ نقشبندیہ بزرگوں کا طریقہ بعینہٖ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا طریقہ ہے، کیونکہ صحابہ کرام کو خیر البشر ﷺ کی پہلی صحبت میں ہی بطریق اندراج نہایت در بدایت میں وہ کچھ میسر آ گیا جو کامل اولیائے امت کو نہایت پر پہنچ کر بھی بہت کم ہی میسر آتا ہے۔ لہٰذا حضرت وحشی رضی اللہ عنہ جو سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل ہیں، کو صرف ایک بار رسول اکرم ﷺ کی صحبت میسر ہوئی اور وہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے جو خیر التابعین ہیں، افضل قرار پائے۔

تدوین تالیف

اس سلسلے کے مشائخ نے طریقہ کو تدوین و تالیف کی صورت میں پیش کیا ہے اور طریقہ کا باقاعدہ نصاب مرتب کیا ہے مثلاً لطائف عشرہ، ذکرِ نفی و اثبات، مراقبات، اور ذکر اسم ذات "اللہ" جب کہ دیگر سلاسل نے اسے باقاعدہ تدوین کی صورت میں پیش نہیں کیا۔

مشائخِ نقشبندیہ کی تعلیمات شریعت مطہرہ کے عین مطابق ہیں اور انہوں نے ہر اس امر سے گریز کیا ہے جو ظاہر شریعت کے خلاف ہو۔

شرطِ افادہ و استفادہ

اس طریقہ میں شرط افادہ و استفادہ، شیخ کی صحبت و محبت قرار پائی ہے یعنی جس کو جس قدر پیر طریقت سے محبت ہوگی اسی قدر اس کو پیر کے فیوض و برکات زیادہ حاصل ہونگے۔ کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معاملہ بھی یہی تھا۔ فنافی الشیخ، فنائے حقیقی کا پیش خیمہ ہے۔ ہر چند کہ ذکر وصل کا سبب ہے مگر رابطہ شیخ کے بغیر تنہا ذکر موصل الی اللہ نہیں ہوتا۔ دوسرے طریقوں میں مدار کار وظائف، اوراد اور ریاضت پر ہے لیکن اس طریقہ میں صحابہ کرام کے طریق کے مطابق افادہ و استفادہ انعکاسی ہے۔ چنانچہ جس طرح آنحضور ﷺ کی محبت بشرط ایمان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حصول کمالات کے لئے کافی تھی۔ اسی طرح مرید کے لئے شیخ طریقت کی محبت و صحبت فائدہ دیتی ہے۔

کمالاتِ نبوت

چونکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو کمالات نبوت سے وافر حصہ ملا تھا اور یہ طریقہ آپ سے شروع ہوتا ہے اس لئے اس طریقہ سے کمالات نبوت کی جانب راستہ ملتا

ہے۔ جبکہ بعض دیگر طریقوں کی انتہا کمالات ولایت پر ہے۔

سفر در وطن

''سفر در وطن'' بھی اس طریقہ عالیہ کی خصائص میں سے ہے جس سے مراد سیرِ انفسی ہے۔ اگر چہ سیرِ انفسی تمام مشائخ کے طریقوں سے ثابت ہے، لیکن وہ سیر، سیرِ آفاقی کے طے کرنے کے بعد نہایت میں حاصل ہوتی ہے، اور طریقہ نقشبندیہ میں ابتداہی اس سیر سے ہوتی ہے اور سیرِ آفاقی اس سیر کے ضمن میں خود بخود طے ہو جاتی ہے۔

خلوت درانجمن

طریقہ عالیہ نقشبندیہ کا ایک اور امتیاز ''خلوت درانجمن'' ہے جو ''سفر در وطن'' پر متفرع و مرتب ہے۔ یعنی جو سفر در وطن کی ہی ایک شاخ ہے۔ جب ''سفر در وطن'' میسر ہو جائے تو ''خلوت درانجمن'' بھی اس ضمن میں میسر ہو جائے گی۔ لہٰذا سالک انجمن کے تفرقہ میں رہتے ہوئے بھی دل کے خلوت خانہ میں سفر کرتا ہے اور آفاق کا تفرقہ نفس کے حجرے میں راہ نہیں پاتا، یہ خلوت اگر چہ دوسرے طریقوں کے منتہیوں کو بھی حاصل ہے لیکن اس طریقے میں چونکہ ابتدا میں ہی یہ بات میسر آجاتی ہے، اس لیے یہ اس طریقے کا امتیاز بن گیا۔

جذبہ کا سلوک پر تقدم

اس طریقہ میں جذبہ سلوک پر مقدم ہے اور سیر کی ابتدا عالمِ امر سے کرتے ہیں نہ کہ عالمِ خلق سے، برخلاف دوسرے طریقوں کے کہ ان کی سیر کی ابتدا عالمِ خلق سے ہوتی ہے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں طریق میں سلوک کی منازل جذبہ کے مراتب طے کرنے کے ضمن میں قطع ہو جاتی ہیں اور عالمِ خلق کی سیر عالمِ امر کی سیر کے تحت میسر آجاتی ہے، لہٰذا اس

اعتبار سے بھی اس طریق کو امتیاز حاصل ہو گیا۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ فرماتے ہیں "طریق ما اقرب طرق است"

(ہمارا طریقہ تمام طریقوں سے قریب ترین ہے)

حلاوت و وجدان:

اس طریقہ کی ابتدا میں حلاوت و وجدان ہے اور انتہا میں بے مزگی اور فقدان جو کہ مطلوب کے حصول کی ناامیدی کے لوازمات میں سے ہیں۔ بخلاف دوسرے طریقوں کے کہ ان کی ابتدا میں بے مزگی اور فقدان ہے اور انتہا میں حلاوت و وجدان ہے۔ اسی طرح اس طریقہ کی ابتدا میں قرب و شہود ہے اور انتہا میں بُعد و حرمان۔ یعنی مایوسی بخلاف دوسرے تمام طریقوں۔

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار اند
کہ برند ز رہ پنہاں بہ حرم قافلہ را

سلب نسبت

یہ بزرگوار جس طرح نسبت کے عطا کرنے میں کامل قدرت رکھتے ہیں کہ طالب صادق کو بہت کم وقت میں حضور و آگہی عطا فرما دیتے ہیں۔ اسی طرح اس کی نسبت کے سلب کرنے میں بھی پوری قدرت رکھتے ہیں، اور ذرا سی بے توجہی سے صاحب نسبت کو محروم کر دیتے ہیں۔ ہاں سچ ہے جو دیتے ہیں، وہ لے بھی لیتے ہیں۔

"اللہ سبحانہٗ اپنے غضب سے اور اپنے اولیائے کرام کے غصہ سے بچائے"

سلب نسبت کے طریقہ پر یہ حضرات امراضِ قلبیہ اور امراض جسمانیہ بھی سلب کر لیتے ہیں۔

خاموشی

اس طریقۂ عالیہ میں افادہ اور استفادہ اکثر خاموشی میں ہے، اور یہ بزرگوار فرماتے ہیں کہ ''جس کو ہمارے سکوت سے نفع حاصل نہیں ہوا، وہ ہمارے کلام سے کیا فائدہ اٹھائے گا۔'' اور اس خاموشی کو انہوں نے تکلف کے طور پر اختیار نہیں کیا ہے بلکہ یہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے خصائص میں سے ہے، اور جانتے ہیں کہ اس توجہ کے مناسب اور اس مقام کے شایان سکوت اور گونگا پن ہے۔

حدیث نبوی مَنْ عَرَفَ اللّٰہُ کَلَّ لِسَانَہٗ (جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا اس کی زبان گنگ ہوگئی) اس پر شاہد عادل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکابرین مشائخ نقشبندیہ قدس سرہم کے معمول میں خاموشی بہت اہم ہے۔

حوالہ جات — ؟

کلماتِ نقشبندیہ

حضراتِ نقشبندیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی چند اصطلاحات ہیں، جن پر ان کے طریقے کی بنیاد ہے۔ بعض اصطلاحوں میں اشغال کی طرف اشارہ ہے اور بعض میں ان کی تاثیر کی شرطوں کی طرف اور وہ یہ ہیں۔

۱۔ ہوش در دم ۲۔ نظر بر قدم ۳۔ سفر در وطن ۴۔ خلوت در انجمن

۵۔ یاد کرد ۶۔ باز گشت ۷۔ نگہداشت ۸۔ یادداشت

یہ آٹھ کلمات خواجۂ جہاں حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہیں اور ان کے بعد تین اصطلاحیں

۱۔ وقوف زمانی ۲۔ وقوف قلبی ۳۔ وقوف عددی

حضرت خواجہ سید بہاؤالدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہیں۔ ان اصطلاحات کی تشریح ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

۱۔ ہوش در دم

اس سے یہ مراد ہے کہ سالک ہر سانس کے ساتھ بیداری اور ہوشیاری رکھے۔ خواہ ذکرِ لسانی کرے یا قلبی کرے بھی حضور قلب کے ساتھ ہو نہ کہ غفلت سے یہ دوام حضور و آگہی حاصل کرنے اور نفس کے تفرقہ کو دور کرنے کا طریقہ ہے۔ مبتدی کے واسطے اس کی پابندی نہایت ضروری اور از حد مفید ہے۔ چنانچہ حضرت خواجہ عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس طریقہ میں دم کی نگہبانی از حد ضروری ہے اور جو شخص دم کی نگہبانی نہیں کرتا گویا وہ طریقہ شریفہ بھول گیا اور حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس طریقہ کا

دارومدار ہی دم پر ہے، کوئی دم اندر آنے اور باہر جانے اور ان کے بیچ کے وقفے میں خدا کی یاد کے بغیر نہ گزرے۔

دم بدم دم راغنیمت داں و ہمدم شو بدم   واقفِ دم باش در دم ہیچ دم بے جا مدم

(ہر وقت ہر سانس کو غنیمت جان اور دم کے ساتھ ہمدم ہو جا، دم کا واقف رہ اور کوئی سانس بے جا مت لے)

۲۔ نظر بر قدم

اس سے یہ مراد ہے کہ سالک اپنے چلنے پھرنے کے وقت سوائے قدم کی پشت کے کسی چیز پر نظر نہ ڈالے تاکہ کسی نامحرم پر نظر نہ پڑ جائے اور یہ کہ دوسری چیزوں کی طرف مشغول ہونے سے محفوظ رہے کیونکہ مختلف نفوس اور متفرق محسوسات کی طرف لگ جانا سالک کی حالت کو بگاڑ دیتا ہے۔ چلنے پھرنے کے وقت نظر کو پشتِ قدم پر لگانا اور بیٹھنے کی حالت میں اپنے آگے کی طرف نظر کرنا جمعیتِ قلب کے زیادہ قریب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ۔ (نور، آیت ۳۰)

(اے حبیب ﷺ مسلمانوں سے کہہ دے کہ وہ اپنی نگاہ نیچی رکھیں)

نیز فرمایا وَلَا تَمْشِ فِى الْاَرْضِ مَرَحًا (اسراء، آیت ۳۷)

(اور زمین پر اکڑ کر مت چل)

میں یہی راز مضمر ہے کیونکہ اکڑ کر متکبرانہ چلنے میں نظر اوپر رہتی ہے جو جمعیت اور بندگی سے دور اور پراگندگی اور تکبر کا باعث ہوتی ہے۔

بات یہ ہے کہ انسان کے لئے اس راستے پر دو بڑی رکاوٹیں ہیں ایک آفاق یعنی

دنیااور جو کچھ اس میں ہے کہ انسان ان کی لذت اور طلب میں مبتلا ہو کر یادالٰہی سے غافل ہو جاتا ہے اور دوسرا نفس یعنی انسان اپنے نفس کی رضا جوئی اور اس کی موافقت میں پڑ کر رضائے مولیٰ سے دور جا پڑتا ہے، اور کلمہ ہوش دردم نفس کے تفرقہ کو دور کرتا ہے اور نظر برقدم سے یہ بھی مراد ہے کہ نظر ہمیشہ قدم سے بلندی کی طرف چڑھے اور قدم کو اپنا ہمسفر بنائے۔

قدم نظر سے کسی وقت بھی پیچھے نہ رہے تو نیک ہے کیونکہ نظر کا قدم سے پیچھے رہ جانا ترقی سے روکتا ہے بلکہ چاہئے کہ۔

سمندِ شوق کو ایک اور تازیانہ لگائے

۳۔ سفر در وطن

اس سے صفاتِ بشریہ خسیسہ ورذیلہ مثل حسد، تکبر، غیبت، ریا سمعہ وغیرہ سے صفاتِ ملکیہ فاضلہ مثل صبر، شکر، خوف، رجا وغیرہ کی طرف تبدیلی اور ترقی حاصل کرنا مراد ہے۔ طالب صادق جب مراقبہ، تصورِ شیخ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرتا ہے تو اسکی صفاتِ بشریہ خسیسہ محو ہو جاتی ہیں اور وہ صفاتِ حسنہ سے متصف ہو جاتا ہے۔ سالک پر واجب ہے کہ ہر وقت اپنے نفس کی دیکھ بھال میں اس طرح لگا رہے کہ اس میں ماسویٰ اللہ کی محبت نہ ہونے دے۔

۴۔ خلوت در انجمن

یہ سفر در وطن پر متفرع ومترتب ہے جب ''سفر در وطن'' حاصل ہو جاتا ہے تو ''خلوت در انجمن'' اس کے ضمن میں میسر آ جاتی ہے اور سالک کا دل اللہ تعالیٰ کی یاد میں اس طرح مشغول رہنے لگتا ہے کہ پڑھنے، کلام کرنے، کھانے پینے، چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے،

سونے جاگتے ہمہ وقت ذکر الٰہی میں مصروف رہنے لگتا ہے اور ذکر کا خیال ایسا پختہ ہو جاتا ہے کہ خواہ کیسی ہی مجلس اور ہجوم میں ہو، دل مولیٰ تعالیٰ کی یاد میں مصروف رہتا ہے جیسا ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (نور، آیت ۳۷)

(وہ ایسے لوگ ہیں جن کو سوداگری اور خرید و فروخت
اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی)

مشائخ نے فرمایا کہ۔

چشم بند و گوش بند و لب بند گر نہ بینی سرِ حق بر من بخند

باطن خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہے پس بندوں سے تین حصے حق تعالیٰ کے لئے ہوئے، باطن سب کا سب اور ظاہر کا نصف حصہ، اور ظاہر کا دوسرا نصف حصہ مخلوق کے حقوق ادا کرنے کے لئے رہا اور چونکہ ان حقوق کے ادا کرنے میں بھی حق تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری ہے۔ اس لئے ظاہر کا یہ حصہ بھی حق تعالیٰ کی طرف لوٹتا ہے۔

وَإِلَيْهِ يُرْجَعُ الْأَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ (ہود، آیت ۱۲۳)

(اور کام تمام تر حق تعالیٰ ہی کی طرف لوٹتا ہے پس اسی کی عبادت کر)

۵۔ یاد کرد

اس سے مراد لسانی، قلبی، نفی اثبات کا ذکر کرنا ہے یا اسمِ ذات کا، سالک اپنے مرشد و مربی روحانی (مرشد) سے جو ذکر کی تعلیم و تلقین حاصل کرتا ہے ہر وقت اس کی تکرار دل کی محبت کے ساتھ بلا ناغہ بیدار اور ہشیار رہے تا کہ حق جل شانہ کا حضور حاصل ہو جائے۔

۶۔ بازگشت

جب ذاکر خیال وتصور سے نفی اثبات (کلمۂ طیبہ) کو طاق عدد کی رعایت کرتے ہوئے چند بار کہے تو اس کے بعد دل کی زبان سے مناجات کرے کہ "خداوندا! مقصود من توئی ورضائے تو مرا محبت ومعرفت خود بدہ۔ (یعنی اے خدا میرا مقصود تو ہی ہے اور تیری رضا ہے، مجھ کو اپنی محبت ومعرفت عطا فرما) اور کمالِ عاجزی اور انکساری سے کہے تاکہ اگر غرور د فخر یا گرفتاریٔ لذت کا وسوسہ آئے تو اس دعا کی برکت سے نکل جائے۔

۷۔ نگہداشت

نفس کی باتوں اور وسوسوں کو اپنے دل سے دور کرنے کا نام نگہداشت ہے۔ جب دل میں وسوسہ ظاہر ہو فوراً اس کو دور کرنا چاہئے اور اس کو دل میں جگہ نہ پکڑنے دے ورنہ اس کا دور کرنا دشوار ہو جائے گا۔ اس کا علاج فوراً ذکر اللہ میں محو ہو جانا ہے۔ اگر پھر بھی رہ جائے تو شیخ ومرشد کی صورت کا تصور بہت مفید ہے۔

۸۔ یادداشت

اس سے مراد دوام آگہی حاصل کرنا ہے۔ آیہ مبارکہ

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ (حدید، آیت ۴)

(وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں کہ تم ہو)

کو ہر وقت نگاہ میں رکھے۔ حق بات یہ ہے کہ دوام آگہی، فنائے حقیقی اور بقائے کامل کے بغیر ناممکن ہے۔ پس یاد کرد اور نگہداشت جو مرتبۂ طریقت میں ہے مبتدیوں اور متوسطوں کے لئے ہے اور یادداشت حقیقت سے متعلق ہے اور منتہیوں کے لئے ہے۔

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ یادداشت سے آگے پنداشت و وہم ہے اور دوامِ آگہی بھی اس یادداشت ہی کو کہتے ہیں۔ حضرت مجددالف ثانی ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر ایک ہزار برس عمر مل جائے تو بھی اللہ کا ماسوئی یاد نہ آئے۔

۹۔ وقوف زمانی

اس سے مراد ہر وقت اپنے حال کا واقف رہنا ہر ساعت کے بعد دیکھے کہ غفلت تو نہیں آئی اور غفلت کی صورت میں استغفار کرنا اور آئندہ اس کے چھوڑنے پر ہمت باندھنی چاہیے۔

۱۰۔ وقوف عددی

اس سے مراد یہ ہے کہ ذکرِ نفی اثبات میں طاق عدد کی رعایت کرے کیونکہ حدیث شریف میں ہے:

اَللّٰہُ وِتْرٌ وَّیُحِبُّ الْوِتْرَ

اللہ طاق ہے اور طاق کو پسند فرماتا ہے۔

۱۱۔ وقوف قلبی

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر وقت قلب صنوبری کی طرف جو بائیں پستان کے نیچے پہلو کی طرف دو انگلیوں کے فاصلے پر ہے اللہ تعالیٰ کی یاد کا دھیان رکھنا خصوصاً ذکر اذکار کے وقت اور وہ یہ ہے کہ ماسوئی اللہ کی طرف کسی قسم کی توجہ باقی نہ رہے اور بیرونی خطرات دل میں دخل نہ ہو، تا کہ آہستہ آہستہ صرف ذاتِ الٰہی پر توجہ منحصر ہو جائے۔ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے حبسِ دم اور رعایت طاقِ عددِ کو ذکر میں لازم نہیں فرمایا مگر وقوفِ قلبی کو

اثنائے ذکر میں لازم فرمایا ہے جیسا کہ رابطۂ مرشد اور مراقبہ لازم ہے کیونکہ مقصود ذکر سے غفلت کا دور کرنا ہے اور یہ بغیر وقوفِ قلبی کے حاصل نہیں ہوتی۔ بقول مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ۔

برزباں تسبیح و در دل گاؤخر　　　　این چنیں تسبیح کے دارد اثر

(زبان پر تسبیح ہو اور دل میں بیل اور گدھا، یعنی دنیوی خیالات آتے ہوں تو ایسی تسبیح سے کیا فائدہ؟)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جس شخص کو ذکرِ قلبی اثر نہ کرے اس کو ذکر سے روک کر صرف وقوفِ قلبی کا حکم کیا جائے اور اس کی طرف توجہ کرنی چاہئے تا کہ ذکر اثر کرے اور قرآن شریف کی آیت

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰهَ ذِکْرًا کَثِیْرًا O (احزاب، آیت ۴۱)

(اے ایمان والو! اللہ کو بہت ہی زیادہ یاد کرو)

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل قلبی ذکر پر موید ہے۔

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَآئِمُ الذِّکْرِ اِیْ بِاِعْتِبَارِ الْقَلْبِ

رسول اللہ ﷺ دوام ذکر کرنے والے تھے۔ اس اعتبار سے وقوفِ قلبی دوام ذکر کے قائم مقام ہوا۔

وَمَاتَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰهِ

طریقہ مجددیہ

دس لطائف

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی نے انسان کے جسم کو دس لطیفوں میں تقسیم فرمایا ہے۔ پانچ کا تعلق عالم امر سے ہے اور پانچ کا تعلق عالم خلق سے۔ جو چیز محض امر "کن" سے پیدا ہوئی وہ عالم امر ہے اور جو بتدریج معرضِ وجود میں آئی وہ عالم خلق ہے۔ عالم امر عرش مجید کے اوپر ہے اور عالم خلق عرش کے نیچے ہے۔ جن لطائف کا تعلق عالم امر سے ہے وہ یہ ہیں۔ قلب، روح، سر، خفی، اخفی اور جن لطائف کا تعلق عالم خلق سے ہے اُن میں نفس، خاک، باد، آب، آتش شامل ہیں۔

عالم امر کے لطائف کے اصول عرش مجید پر ہیں۔ اور لا مکانیت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ان جواہر مجردہ کو انسانی جسم میں چند مقامات پر امانت رکھا ہے۔ دنیاوی تعلقات و مشغولیت اور نفسانی خواہشات کی وجہ سے یہ لطائف اپنے اصول یعنی اصلی وطن کو بھول جاتے ہیں۔ اور ظلمانی حجابات کی وجہ سے ان کی اصلیت بالکل زائل ہوجاتی ہے۔ لیکن جب کسی پر اللہ رب العزت کی رحمت ہوتی ہے اور اس کے فضل وکرم سے کسی شیخ کامل کی توجہ میسر آجاتی ہے تو ان لطائف کا میلان اپنے اصل کی طرف ہوجاتا ہے۔ موجودہ ظلمانی دور میں طالبین کی ہمتیں نہایت پست ہوگئی ہیں اس لئے حضرات نقشبندیہ نے بجائے بڑی بڑی ریاضتوں، کٹھن مشقتوں اور سخت مجاہدوں کے، ذکر پر مداومت کی تعلیم دیتے ہیں اور اتباع سنت اور بدعت سے اجتناب کرنے اور اوامر ونواہی کی پابندی کا حکم دیتے ہیں اور خود اپنی خصوصی توجہ اور فیض سے سالک کی مدد فرماتے ہیں۔ شیخ کی توجہ سے ہزاروں سال کی مسافت لمحوں میں طے ہوجاتی ہے۔ قلب انسانی جو کہ

گناہوں کی کثرت اور ماسویٰ کے تعلق کی وجہ سے سیاہ ہو جاتا ہے۔ وہ ذکر اور شیخ کی توجہ سے روشن ہو جاتا ہے۔ جب تمام قلب منور ہو جاتا ہے تو اس کو اپنے اصلی وطن جس کو وہ اس ظلمانی جسم میں آ کر بھول گیا تھا یاد آتا ہے۔ اور فوق العرش اپنے وطن کی جانب پرواز کرتا ہے اور رفتہ رفتہ اپنی اصل میں جا کر ضم ہو جاتا ہے۔ یہی کیفیت دوسرے لطائف کی ہوتی ہے۔

ان لطائف میں سے ہر لطیفہ کا نور الگ ہے چنانچہ لطیفہ قلبی کا نور زرد ہے۔ لطیفہ روح کا نور سرخ ہے۔ لطیفہ سر کا نور سفید لطیفہ خفی کا نور سیاہ اور اخفی کا نور سبز ہے۔ اور تزکیہ کے بعد لطیفہ نفس کا نور بے رنگ ہو جاتا ہے۔

ہر لطیفہ کسی نہ کسی اولوالعزم پیغمبر کے زیر قدم ہے چنانچہ لطیفہ قلب حضرت آدم علیہ السلام کے زیر قدم ہے۔ لطیفہ روح حضرت نوح علیہ السلام و حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زیر قدم ہے لطیفہ سر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زیر قدم ہے۔ لطیفہ خفی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زیر قدم ہے جبکہ لطیفہ اخفیٰ حضور خاتم الانبیا حضرت محمد ﷺ کے زیر قدم ہے۔

مقامات لطائف

لطیفہ قلب بائیں پستان کے نیچے بقدر دو انگشت واقع ہے اور لطیفہ روح لطیفہ قلب کے بالمقابل دائیں پستان سے دو انگشت نیچے واقع ہے۔ لطیفہ سر بائیں پستان کے دو انگشت اوپر واقع ہے جو کہ ذرا سا وسط سینہ کی طرف جھکا ہوا ہے۔ لطیفہ خفی دائیں پستان کے دو انگشت اوپر اور لطیفہ اخفی کا مقام وسط سینہ ہے جہاں پر گڑھا سا ہوتا ہے۔ چونکہ ان لطائف کا تعلق کشف سے ہے اس لئے ہر بزرگوار نے ان لطائف کے رنگ اور مقام کے متعلق اختلاف فرمایا۔ تاہم ان سے مقصود ذکر کے ذریعے صرف سینہ کو اخلاق رذیلہ سے

پاک کرنا ہے۔ان کے مقامات کے تعین میں معمولی اختلاف ہوسکتا ہے۔

امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد مبارک ہے:۔"یہ راہ جس کے طے کرنے کے ہم در پے ہیں انسان کے سات لطیفوں کے مطابق سب سات قدم ہیں دو قدم عالم خلق میں ہیں۔جن کا تعلق قالب یعنی جسم عنصری اور نفس کے ساتھ ہے۔اور پانچ قدم عالم امر میں ہیں۔جو کہ لطائف خمسہ (قلب،روح،سر خفی اور اخفی) کے ساتھ وابستہ ہیں اور ان سات قدموں میں سے ہر ایک قدم میں دس ہزار پردے طے کرنے پڑتے ہیں۔خواہ وہ پردے نورانی ہوں یا ظلمانی۔

"ہر گھڑی محبوب کے چہرے پر ایک اور نقاب ہوتا ہے۔اور جب تو ایک پردہ کو طے کر لیتا ہے تو ایک اور پردہ سے دو چار ہو جاتا ہے۔"

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ اللہ رب العزت نے میرے سینے میں کوئی ایسی شے القا نہیں فرمائی کہ میں نے اسے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سینے میں القا نہ کیا ہو۔آپ ﷺ کا یہ ارشاد سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے جمیع فیوضِ و برکات، نتائج و ثمرات اور حقائق و معارف کی روح رواں ہے۔حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ نے فرمایا "طریقہ ما بعینہٖ طریقہ اصحاب کرام است"۔حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے قلب و روح میں انوار و تجلیات مصطفویہ کا انجذاب کرتے تھے۔کسب فیض کے اس انداز اور صحبت ہی نے انہیں تا قیامت آنے والے تمام اولیاء اللہ سے سر بلند و سر فراز کر دیا ہے۔معارف نقشبندیہ مجددیہ اسی تسلسل کرم سے عبارت ہیں۔

وصول الی اللہ کے طریقے

حضرت غوثِ صمدانی، قطب ربانی، امامِ طریقت، پیشوائے حقیقت حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ عالیہ میں اللہ کریم تک پہنچنے کے تین طریق ہیں۔

اول_ رابطہ دوم ذکر سوم مراقبہ

ا۔ رابطہ شیخ

طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے مشائخ کے نزدیک طریقت دوام حضور و آگہی کا نام ہے۔ دوام حضور و آگہی کا حصول سوائے رابطہ شیخ کے ممکن نہیں۔ رابطہ کے معنے روحانی اور باطنی نسبت اور تعلق کے ہیں۔ اور یہ تعلق پیر طریقت کی صحبت اور ہم نشینی سے پیدا ہوتا ہے۔

ہر کہ خوہد ہم نشینی باخدا او نشیند در حضورِ اولیا

شیخ کی صورت کو اپنے خیال یا دل میں نگاہ رکھنا یا اپنی صورت کو شیخ کی صورت تصور کرنا رابطہ کہلاتا ہے۔ جب یہ رابطہ مضبوط ہو جاتا ہے تو ہر ایک چیز شیخ کی صورت میں نظر آتی ہے۔ اسی کو فنافی الشیخ کہتے ہیں۔ مشائخ طریقت نے فرمایا ہے کہ رابطہ کا طریقہ قریب ترین راستہ ہے اور اسی لئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحبت رکھو اور اگر تم سے یہ نہ ہو سکے تو ان لوگوں کے ساتھ صحبت رکھو جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحبت رکھتے ہیں

عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ”ذکر تنہا شیخ سے رابطہ کے بغیر موصل نہیں ہے جبکہ رابطۂ شیخ، ذکر کے بغیر تنہا بھی موصل ہے۔“

فنافی الشیخ کے بعد فنافی الرسول ﷺ کی منزل آتی ہے جب کہ سالک اپنی ذات کو حضور انور ﷺ کی ذات اقدس سے متحد کرنے کا شرف حاصل کرتا ہے اور اس

ذات سے شیر وشکر ہو جاتا ہے اسی منزل کے بعد فنا فی اللہ کی منزل آتی ہے۔

نیک و صالح لوگوں اور اہل اللہ کی صحبت اختیار کرنا، ان کی باتیں سننا انتہائی سعادت اور برکت کا باعث ہے۔ اللہ والوں کی مجالس میں بیٹھنے اور صحبت اختیار کرنے سے خیر و نیکی کی رغبت پیدا ہوتی ہے۔ قرآن پاک سے بھی اس طرف اشارہ ملتا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ط

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

یہاں صادقین سے وہ مخلص مؤمنین مراد ہیں جن کا ذکر اس آیت میں ہے۔

مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عٰھَدُ و اللّٰہَ عَلَیْہِ

''اہل ایمان میں سے کچھ وہ جواں مرد ہیں جنہوں نے جو

وعدہ اللہ سے کیا تھا سچ کر دکھایا''

صحبت کا انسان کی شخصیت، طرزِ عمل اور اخلاق پر گہرا اثر ہوتا ہے۔ صحبت اختیار کرنے والا روحانی اثر اور عملی اتباع سے اپنے صاحب کی صفات کو اخذ کرتا ہے۔ برے اور فاسق و فاجر لوگوں کی صحبت سے انسان اخلاقی انحطاط کا شکار ہو جاتا ہے اور اس کی اچھی صفات بتدریج ناپید ہو جاتی ہیں مگر اسے شعور تک بھی نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے برے مصاحبوں کی طرح ذلت کی انتہائی پستی میں گر جاتا ہے۔ اسی طرح اگر انسان کسی صاحب ایمان، متقی اور عارف باللہ کی صحبت کو اختیار کرتا ہے تو جلد ہی وہ بلندیوں کے اعلیٰ مقام پر پہنچ جاتا ہے اور اس سے عمدہ اخلاق، پختہ ایمان، صفاتِ عالیہ اور معارفِ الٰہیہ حاصل کرتا ہے اور اپنے نفس کے عیوب اور برے اخلاق سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

اللہ کی محبت اہل اللہ کی محبت اور صحبت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ ایک مخلص ولی

، اللہ کی زمین میں اس کا خلیفہ اور نائب ہوتا ہے۔ وہ دلوں کی کدورت اور عقل و خرد کی گمراہی و کج بینی کو رفع کر کے بندگانِ خدا کو راہِ مستقیم پر لے آتا ہے۔

یک زمانہ صحبت با اولیا
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

''اولیا کرام کی صحبت میں گھڑی بھر بیٹھنا سو سال کی بے ریا عبادت سے بہتر ہے۔

شیخ کبیر حضرت ابو یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول کس قدر جامع ہے اِصْحَبُوا مَعَ اللّٰهِ فَاِن لَّمْ تُطِيقُوْا فَاصْحَبُوا مِنَ الصَّحِبِ مَعَ اللّٰهِ ''یعنی اللہ کی صحبت اختیار کرو۔ اگر اللہ کی صحبت میسر نہ آئے تو ایسے شخص کی صحبت اختیار کرو جسے اللہ تعالیٰ کی صحبت میسر ہو۔'' راہِ حق پر چلنے کے لئے کسی مردِ کامل کی صحبت بہت ضروری ہے، ورنہ راہِ مستقیم سے بھٹک جانے کا اندیشہ ہے۔ امامِ طریقت حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی علیہ الرحمہ کا ارشاد ہے: ''صحبتِ ناآشنا سے اس طرح بھاگو جس طرح تم شیر سے بھاگتے ہو۔

یہی وجہ ہے کہ اہل اللہ صحبت ناآشنا سے پرہیز کی تاکید کرتے ہیں کیونکہ بد انسان کی صحبت گمراہی اور قعرِ مذلت میں گرا سکتی ہے

صحبت صالح ترا صالح کند صحبت طالح ترا طالح کند

''نیک کی صحبت تجھے نیک کرتی ہے اور برے کی صحبت تجھے برا بناتی ہے۔''

صحبت کی برکات

رب ذوالجلال کے ایسے ہی برگزیدہ بندوں کی صحبت اختیار کرنے کے سلسلے میں امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات ملاحظہ فرمائیں آپ رقمطراز ہیں کہ ''فرصت بہت تھوڑی ہے اور اسے اعلیٰ ترین مقصد میں صرف کرنا ضروری ہے اور وہ

ہے ارباب جمعیت کی صحبت۔ کیونکہ صحبت کے برابر کوئی چیز نہیں ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ رسول ﷺ کے اصحاب صحبت ہی کے باعث انبیاء علیہم السلام کے سوا سب غیر صحابہ پر فضیلت رکھتے ہیں۔ اگرچہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ اور عمر مروانی رحمۃ اللہ علیہ (حضرت عمر بن عبدالعزیز) ہی کیوں نہ ہوں حالانکہ دونوں حضرات صحبت کے سوا تمام درجات کی انتہائی بلندیوں اور تمام کمالات کی آخری حد تک پہنچے ہوئے تھے۔"

صحابہ کرام نے یہ بلند مرتبہ نبی کریم ﷺ کی صحبت وہم نشینی سے حاصل کیا ہے۔ یہی وہ پاک ہستیاں ہیں جن کا ہم نشین کبھی بد بخت نہیں ہوتا۔ ان کی صحبت اصلاح نفوس، تہذیب اخلاق، عقیدہ کی پختگی اور رسوخ ایمان کے لئے مؤثر عملی علاج ہے۔ یہ عملی اور وجدانی خصال ہیں۔ جنہیں اتباع، پیروی، قلبی تعلق اور روحانی تاثیر سے حاصل کیا جاتا ہے۔

۲۔ ذِکرِ الٰہی

ذکر الٰہی دنیا و مافیہا کے تفکرات سے آزاد کر دیتا ہے۔ اور خواہشات نفسانی اور دنیا کی حرص و ہوا سے نجات دے کر بارگاہ خداوندی میں مقبول و منظور بنا دیتا ہے۔ ذکر کی لذت اسے دو جہاں سے بے نیاز کر دیتی ہے۔

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

اللہ رب العزت کا ارشاد گرامی ہے۔

اَلَآ بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ

"خوب سمجھ لو کہ اللہ کے ذکر سے ہی اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے۔"

مشائخ نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم نے قرب الٰہی کے حصول کے بعد ذکر الٰہی کو وصول الی اللہ کا دوسرا اہم رُکن قرار دیا ہے۔ اُن کے نزدیک ذکر کی مداومت سے جذب و شوق میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ محبت اور عشق خداوندی کا نور اس کے باطن کو منور کرنے لگتا ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے۔

فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِیْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ۝ (سورۃ بقرہ)

(پس تم مجھے یاد کرو میں تمہارا چرچا کرونگا۔ میرا شکر ادا کرتے رہو اور میری ناشکری نہ کرو۔)

اور یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا ۝ وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا (احزاب)

اے ایمان والو اللہ کو بہت یاد کیا کرو اور صبح و شام اس کی پاکی بولو۔

فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ (سورۃ مومن)

اللہ کی بندگی کرو خالص کرتے ہوئے اس کے دین کو

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَةً (سورہ اعراف)

اپنے رب سے دعا کرو گڑگڑاتے ہوئے اور آہستہ

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا ۝ (سورہ مزمل)

اور اپنے رب کا نام یاد کرو اور سب سے ٹوٹ کر اسی کے ہو رہو

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میں اس وقت تک بندے کے ساتھ رہتا ہوں جب تک وہ مجھ کو یاد کرتا ہے۔ اور اس کے ہونٹ ہلتے رہیں۔ (بخاری)

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا لَا یَزَالُ لِسَانُکَ رَطْبًا مِنْ ذِکْرِ اللّٰہِ یعنی ”تیری زبان ہر وقت اللہ کے ذکر سے تر رہے۔“ (مشکوٰۃ)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے اور جو نہیں کرتا ان دونوں کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے کہ ذکر کرنے والا زندہ ہے اور نہ کرنے والا مردہ ہے۔ (بخاری)

عبادت کا مقصود ذکر الٰہی ہے۔ صبح و شام، رات دن، اٹھتے، بیٹھتے، لیٹے ہوئے، کام کاج کرتے، تجارت اور کاروبار کرتے ہوئے گویا انسان کو ہمہ وقت اللہ کی یاد میں مصروف رہنا چاہیے۔ کسی قسم کا مال و اولاد اور کاروبار اللہ کے ذکر میں حائل نہیں ہونے چاہییں۔ ارشاد باری تعالیٰ اس پر شاہد ہے۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللّٰهِ۔

”وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کو اللہ کے ذکر سے نہ خرید غفلت میں ڈالتی ہے اور نہ فروخت۔“ (سورۃ نور)

اسی طرح دوسری جگہ ارشاد فرمایا:۔

”اے ایمان والو تمہارے مال اور اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے اور اس کی یاد سے غافل نہ کر دیں اور جو لوگ ایسا کریں گے وہی خسارے والے ہیں۔“ (سورۃ منافقون)

ذکر سے ریا، سُمعہ، عُجب، نفاق، غرور، حسد، انانیت، حب، شہرت، خود پسندی اور بخل امراضِ قلبیہ سے نجات ملتی ہے۔

ایک مومن کے لئے ایک مخلص اور ناصح مومن کی ضرورت ہے جس کا حال اُس سے اچھا، اخلاق بلند اور ایمان قوی ہو، وہ اس کی صحبت اختیار کرے۔ تاکہ وہ اس کے نفسانی عیوب اور پوشیدہ قلبی امراض کو اپنے قال یا حال سے دفع کرے۔ اس لئے نبی پاک ﷺ

کا ارشاد ہے: اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰۃُ الْمُؤْمِنِ (ابوداؤد)

"ایک مومن دوسرے مومن کے لئے آئینہ ہے"

مگر کامل مومن وہ مرشد صادق ہوتا ہے جو اپنے آئینہ کو کسی مرشد کامل سے صیقل کر چکا ہو۔ اسی طرح یہ سلسلہ بتدریج حضور ﷺ تک پہنچ جاتا ہے اور آپ کی ذات وہ آئینہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے انسانیت کے لئے نمونہ قرار دیا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجو اللہ والیوم الاخر و ذکر اللہ کثیرا

"بے شک تمہاری راہنمائی کے لئے اللہ کے رسول ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں کامل نمونہ ہے۔

تزکیۂ نفوس اور اخلاقی کمالات سے مزین ہونے کا عملی طریقہ مرشد کامل جس کی صحبت سے مرید کے ایمان، تقویٰ اور اخلاق میں اضافہ ہوتا ہے، اور اس کی مجلس میں حاضری سے قلبی امراض سے شفاء حاصل ہوتی ہے اور اس کی شخصیت اپنے مرشد کامل کی شخصیت سے اثر قبول کرتی ہے۔ جو کہ حضور نبی کریم ﷺ کی مثالی شخصیت کا عکس ہوتا ہے۔

ذکر کی حقیقت

ذکر کی حقیقت یہ ہے کہ تمام چیزوں سے دل کو توڑ لیا جائے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کو غالب کر کے ہر طرح سے خیالات و وساوس سے ذہن و قلب کو خالی کر لیا جائے۔ تا کہ دوسرا کوئی معبود تصور میں بھی نہ آ سکے۔ جیسا کہ وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلاً اس پر

شاہد عادل ہے "اپنے رب کا نام یاد کرو اور سب سے ٹوٹ کر اسی کے ہو رہو"

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ عرفِ عام میں ذکر شریف کا اطلاق تلاوت قرآن مجید اوراد و وظائف اور درود و اذکار پر ہوتا ہے لیکن ہمارے مشائخ قدس اللہ اسرارہم کی اصطلاح میں ذکر شریف کا اطلاق اسم ذات "اللہ" اور نفی و اثبات (لَا اِلٰـــهَ اِلَّا اللّٰه) پر ہوتا ہے۔ ابتدا اسم ذات "اللہ" کے ذکر سے کرتے ہیں۔ حضرت امام ربانی خواجہ ابو یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ طالب کو چاہئے کہ رات دن ذکر نفی اثبات میں مستغرق رہے۔ اپنا سونا جاگنا سب اسی پر لگادے۔

اقسام ذکر

ذکر الٰہی کی دو بڑی اقسام جلی اور خفی ہیں۔

ذکر جلی

ذکر جلی سے مراد وہ ذکر ہے جس میں اللہ تعالیٰ کو بلند آواز سے یاد کیا جائے اس میں سامعین بھی شریک ہو سکتے ہیں۔ اسے لسانی یا زبانی ذکر بھی کہتے ہیں۔ ذکر لسانی کی پھر دو اقسام ہیں۔

۱۔ انفرادی ۲۔ اجتماعی

اجتماعی ذکر کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی یاد کا ماحول پیدا ہو جاتا ہے دوسروں کو ذکر الٰہی کی رغبت پیدا ہوتی ہے اور اس کے شوق اور رجحان میں اضافہ ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اجتماعی ذکر کو بہت پسند فرمایا ہے۔

ذکر خفی

ذکر خفی سے مراد وہ ذکر ہے جو مخفی اور پوشیدہ ہو۔ اس ذکر میں زبان بالکل خاموش اور ساکت رہتی ہے اور صرف دل کی گہرائیوں سے اللہ کو یاد کیا جاتا ہے۔ اس لئے اسے ذکر قلبی بھی کہا جاتا ہے۔ مشائخ نقشبندیہ رحمہم اللہ تعالیٰ اسے وقوف قلبی کہتے ہیں۔ خصوصاً امام طریقہ نقشبندیہ حضرت خواجہ بہاؤالدین بخاری قدس سرہٗ اور امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے وقوفِ قلبی پر بہت زور دیا ہے۔ اور ذکرِ خفی کو طریقہ نقشبندیہ کے خصائص میں شمار کیا ہے۔ لیکن ذکر اس وقت تک فائدہ مند ثابت نہیں ہوتا جب تک دل کو ماسویٰ اللہ کے علائق سے پاک نہ کیا جائے۔ اور سینہ مکمل طور پر اخلاق رزیلہ، حسد، بغض، عناد، کینہ، اور غصہ وغیرہ جیسی کدورتوں سے پاک نہ ہو جائے۔

ذکر خفی کے سلسلے میں قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً

"اپنے رب کا ذکر کر دل میں زاری اور خوف کے ساتھ"

آیت مبارکہ میں رب کریم خود فرماتے ہیں کہ مجھے اپنے دل میں یاد کرو نہایت عاجزی کے ساتھ اور ڈرتے ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اِنَّ خَيْرَ الذِّكْرِ الْخَفِيُّ وَخَيْرَ الرِّزْقِ مَا يَكْفِيْ یعنی بہترین ذکر خفی ہے اور بہترین رزق وہ ہے جو کافی ہو جائے (ضرورت سے نہ گھٹے اور نہ بڑھے)۔ (قرطبی)

بزرگان طریقت کا ارشاد ہے کہ اگر دل کو ہر قسم کے دنیاوی خیالات سے پاک رکھا جائے تو ذکر کے انوار و تجلیات سے بہت جلد ذاکر بہرہ یاب ہونے لگتا ہے۔ لیکن اگر دِل بجائے خالق کے مخلوق کے خیالات میں ملوث رہے تو ذکر کوئی فائدہ نہیں دیتا۔

بر زباں تسبیح و در دل گاؤ خر

این چنیں تسبیح کے دارد اثر

زبان پر تو تسبیح ہو لیکن دل میں گائے اور گدھے (یعنی دنیاوی خیال) بسے ہوئے ہوں تو ایسی تسبیح کا اثر کیا ہوگا۔

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ وہ ذکر خفی جس کو فرشتے نہ سن سکیں دوسرے ذکر پر ستر درجے فضیلت رکھتا ہے۔

شہنشاہ نقشبند حضرت بہاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ

ذکر غفلت کے دور ہونے کو کہتے ہیں جب غفلت دور ہو جائے تو تُو ذاکر ہے خواہ خاموش رہے۔

کلمہ طیّبہ

کلمہ توحید عبودیت کی روح رواں اور اسلام کی جان ہے۔ دین اسلام کی پوری عمارت اسی کلمہ کی بنیاد پر قائم ہے۔ جملہ انبیاء کرام اسی توحید کی تعلیم کیلئے مبعوث کئے گئے۔ صوفیائے کرام، عارفین اور بزرگان دین بھی اسی کلمہ کا اہتمام کرتے اور تمام اذکار پر اس کو ترجیح دیتے ہیں۔

نقشبندی مشائخ طریقت قدس سرہم نے اس کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کے ذکر کو اپنے طریقہ کی اساس بنایا ہے۔

''حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ اذکار میں افضل الذکر لا الہ الا اللہ ہے اور دعاؤں میں افضل دعا الحمد للہ ہے۔''

دوام ذکر

سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے مشائخ کرام دوام ذکر کو وصولی الی اللہ کے لئے

ضروری خیال کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی اپنے اکثر مکتوبات شریف میں دوام ذکر کو لازم پکڑنے کی تاکید فرماتے ہیں۔ ایک مکتوب میں فرماتے ہیں۔

اے فرزند! فرصت، صحت اور فراغت کو غنیمت جاننا چاہئے اور ہمیشہ اپنے اوقات کو ذکر الٰہی جل شانہٗ میں مصروف رکھنا چاہئے۔ ہر وہ عمل جو روشن شریعت کے مطابق کیا جائے ذکر میں داخل ہے اگر چہ وہ خرید و فروخت ہی کیوں نہ ہو۔ لہذا تمام حرکات و سکنات میں احکامِ شریعہ کی رعایت کرنی چاہئے تاکہ سب کام ذکر ہو جائیں۔

ذکر نفی اثبات

مشائخ نقشبندیہ رحمہم اللہ علیہم کا کہنا ہے کہ کلمہ طیبہ کے ذکر کی ایک صورت نفی و اثبات ہے۔ ذکر کی یہی صورت متقدمین مشائخ نقشبندیہ سے منقول ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ توجہ کو منتشر کرنے والی بیرونی چیزوں کو اپنے دل سے نکال کر خالی الذہن ہو جائے۔ بھوک، غصہ، حسد، عناد، کینہ، مال و اولاد ہر قسم کی رکاوٹوں کو دور کر کے ذکر نفی اثبات میں مشغول ہو۔ اب اپنے دونوں لب اور آنکھیں بند کر لے اور لا کو اپنی ناف کے دہنی طرف سے نکال کر کھینچتا ہو کندھے تک لے جائے۔ پھر کندھے کو سر کی طرف جھکا کر الہ کہے پھر الا اللہ کی ضرب دل پر لگائے۔ طاق عدد کا لحاظ رکھا جائے۔

ذکر اسم ذات "اللہ"

جب طالب اپنے مرشد حقانی کے ارشاد کے مطابق ذکر اسم ذات "اللہ" میں مشغول ہونے سے قبل قلب صنوبری کی طرف پوری ہمت سے متوجہ ہو اور پھر ذکر اسم ذات "اللہ" میں مشغول ہو جائے۔ مشائخ نقشبندیہ علیہ الرحمہ کے نزدیک ذکر اسم ذات "اللہ"

ہمہ وقت کرنا چاہئے۔ اسے خواجہ نقشبند علیہ الرحمہ نے وقوفِ قلبی سے تعبیر فرمایا ہے۔ سالک کا کوئی سانس غافل نہیں جانا چاہئے۔ سانس اندر جائے تو اللہ اور باہر نکالے تو اللہ۔ یہی وہ ذکر ہے جو ہمہ وقت کیا جاسکتا ہے۔ اسی کو اکابرین سلسلہ عالیہ نقشبندیہ حضور و آگاہی کا نام دیتے ہیں۔

۳۔ مراقبہ

مراقبہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں وصول الی اللہ کا تیسرا اہم رکن ہے۔

مراقبہ کے معنے محافظت کرنے کے ہیں یعنی دل کی نگہبانی کرنا۔ تاکہ اس میں سوائے اللہ تعالیٰ کے غیر کا خیال داخل نہ ہو۔ اور دل کی توجہ حق سبحانہٗ کی طرف پھیرنا۔ مراقبہ کے معنے انتظار کے بھی ہیں۔ یعنی طالبِ صادق تمام اشیا بلکہ اپنے وجود سے قطع تعلق کر کے حق سبحانہٗ کے حضور میں فیوضِ الٰہی اور جذباتِ غیبی کا منتظر رہتا ہے۔

مراقبہ ایک ایسی کیفیت کا نام ہے جس میں انسانی شعور آہستہ آہستہ لاشعوری کیفیات سے مغلوب ہوجاتا ہے اور روحانی پرواز متحرک ہوجاتی ہے۔ اس میں زمان و مکان کی حدود بھی قائم نہیں رہتی۔

مراقبے کا طریقہ کار یہ ہے کہ انتہائی نیازمندی اور عاجزی کے ساتھ متوجہ الی اللہ ہو۔ اور ہر وقت یہ کیفیت پیدا کرے تاکہ توجہ الی اللہ سالک کی عادت ثانیہ بن جائے اس کیفیت کو حضور بھی کہتے ہیں اور ذکر کا مقصد بھی یہی ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ آنکھیں، کان اور زبان بند کر کے ماسویٰ اللہ کا نسیان حاصل کرے۔

ختم خواجگان

ہدایت: اگر کسی حاجت کے لیے ختم شریف پڑھنا ہو تو اُس کی ترکیب یہ ہے کہ ختم شریف سات مرتبہ پڑھا جائے۔ خواہ ایک ہی وقت میں خواہ سات روز میں اور کسی شیرینی پر فاتحہ دے کر بچوں میں خاص طور پر تقسیم کر دی جائے۔ جب حاجت بر آئے تو پھر شیریں تیار کر کے ایک مرتبہ ختم شریف پڑھ کر اور فاتحہ دے کر سب کو تقسیم کر دی جائے۔ نہایت مجرب اور اکسیر ہے۔ انشاء اللہ العزیز المستعان حاجت پوری ہوگی۔

اوّل ہاتھ اُٹھا کر فاتحہ بارواحِ پاک حضرات خواجگان نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم پیش کریں اور تین بار یہ دُعا مانگیں: خُداوندا بحضرت جلال تو باز گشتیم، توبہ کردیم از ہر بدی سہو وخطا، غفلت وبیکاری کہ از ما گزشتہ باشد از زمانِ مکلف تا ایں دم دانستہ یا نادانستہ از ہمہ باز گشتیم وتوبہ کردیم بحق: اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔ سات مرتبہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ O اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ O اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ O اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ O صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ O اٰمِيْنَ سو مرتبہ درود ہزارہ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ ذَرَّةٍ مِائَةَ اَلْفَ اَلْفِ مَرَّةٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

اناسی مرتبہ: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ O وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ O الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ O وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ O فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا O اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا O فَاِذَا فَرَغْتَ

فَانْصَبْ○ وَاِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ○

ایک ہزار مرتبہ: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ○ اَللّٰہُ الصَّمَدُ○لَمْ یَلِدْ ۵ وَلَمْ یُوْلَدْ○ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ○

سات مرتبہ الحمد شریف مع بسم اللہ شریف، سو مرتبہ دُرود شریف ہزارہ پڑھیں۔

آخر میں مندرجہ ذیل دُعائیں گیارہ گیارہ مرتبہ یا بشرط فرصت سو سو مرتبہ پڑھیں۔

اَللّٰھُمَّ یَا حَلَّ الْمُشْکَلَات	اَللّٰھُمَّ یَا قَاضِیَ الْحَاجَات
اَللّٰھُمَّ یَارَافِعَ الدَّرَجَات	اَللّٰھُمَّ یَا شَافِیَ الْاَمْرَاض
اَللّٰھُمَّ یَادَافِعَ الْبَلِیَّات	اَللّٰھُمَّ یَامُنَزِّلَ الْبَرَکَات
اَللّٰھُمَّ یَا کَافِیَ الْمُھِمَّات	اَللّٰھُمَّ یَا مُفَتِّحَ الْاَبْوَاب
اَللّٰھُمَّ یَامُسَبِّبَ الْاَسْبَاب	اَللّٰھُمَّ یَا مُجِیْبَ الدَّعْوَات
اَللّٰھُمَّ یَاغِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْن	اَللّٰھُمَّ یَااَمَانَ الْخَائِفِیْن
اَللّٰھُمَّ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْن	اٰمِیْن !

ذیل کی مناجات تین، پانچ یا سات مرتبہ پڑھ کر بعد میں جو دعا مانگی جائے۔ پروردگار اپنی مہربانی سے قبول فرمائے گا۔

مفلسا نیم آمدہ در کوئے تو	شیئاً للّٰہ از جمال روئے تو
دست بکشا جانب زنبیلِ ما	آفریں بردست و بر بازوئے تو
شیئاً لِلّٰہ چوں گدائے مستمند	المدد خواہم ز شاہِ نقشبند
المدد اے خواجۂ مشکل کشاؔ	ماہمہ محتاج تو حاجت روا
شیئاً للّٰہ ایں گدائے دَرد مند	المدد اے خواجگانِ نقشبند
شیئاً للّٰہ ایں غریب بے نوا	المدد اے خواجہ مشکل کُشا

نوٹ: جو صاحب فارسی نہ جانتے ہوں وہ فارسی دُعا و مناجات نہ پڑھیں تو کوئی حرج نہیں۔ یہ ختم خواجگان روزانہ پڑھنے سے دین و دُنیا میں فلاح ہوگی۔ اگر تبرکاً گھر میں آویزاں کیا جائے تو برکات نازل ہوں گی۔

تنبیہ: ۱۔ ہر قسم کی تمبا کو نوشی کرنے والے حضرات شماروں کو ہاتھ نہ لگائیں۔

۲۔ دورانِ ختم شریف شرعی معذوری کے سوا دوزانو بیٹھیں۔

۳۔ ختم شریف میں ننگے سر نہ بیٹھیں۔

۴۔ دورانِ ختم بولنا منع ہے۔

شجرہ شریف

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ چوراہیہ

یا عمیم الفضل ذات باقیا کے واسطے
رحم کر مجھ پہ تو ختم الانبیاء کے واسطے

اس شفیع المذنبین اور رحمۃ للعالمین
صاحب عالی مناقب والضحٰی کے واسطے

جن کا ثانی ہر دو عالم میں نہ ہو پیدا کبھی
تا قیامت اس شہ ہر دوسرا کے واسطے

کر عطا مسکین کو یارب تو ترکِ ماسوا
حضرت صدیق اکبرؓ ذوالعطا کے واسطے

فارسی سلمان و قاسم جعفرِ صادق امام
با یزید و بوالحسن ذوالالتقا کے واسطے

نیش نفسِ سرکشِ بدکیش سے رکھنا بچا
بو علی اور یوسفِ صاحب صفا کے واسطے

بہر خواجہ عبدِ خالق عارف و محمود نیز
اور عزیزانِ علی پیر ہُدا کے واسطے

حضرت بابا سماسی خواجہ میر کُلال
اور بہاؤ الدین امیرِ خواجہا کے واسطے

خواجہ اکبر بخاری یعنی شاہِ نقشبند
نورِ چشم اس شہیدِ کربلا کے واسطے

عشق اپنے میں ترقی بخش مجھ کو ربّنا
خواجہ یعقوب چرخی بے ریا کے واسطے

دِل بدن ہو یا الٰہی اتحاد و رابطہ
پیرِ عالم شاہ عبید اللہ ہُما کے واسطے

خواجہ زاہد محمد خواجہ درویشِ ولی
خواجہ امکنگی محمد مقتدا کے واسطے

عالمِ باقی ہو حاصل عالمِ فانی ہو دُور
حضرت باقی باﷲ بابقا کے واسطے

حضرت باقی باللہ خواجۂ ہمت بلند
اور مجدد الف ثانی بادشاہ کے واسطے

بہرِ سلطانِ حقیقت تیرہ باطن صاف ہو
شیخ احمد شمس الدیں بدر الدجےٰ کے واسطے

جو اُلو العزموں کے درجے پر ہوئے نائب مناب
یعنی سرہندی شہِ کشور کشا کے واسطے

آتشِ حرص و ہوا کو سرد کر دل سے میرے
خواجۂ معصوم تارک ماسوا کے واسطے

جملہ دشواری و خواری حشر کی آسان ہو
نقشبندِ شاہ ثانی اولیا کے واسطے

شاہ زبیر غوثِ اعظم قطب عالم رہنما
حضرت قیومِ رابع باصفا کے واسطے

دولتِ صبر و قناعت کر عنایت قادرا
خواجہ قطب الدین حیدر مجتبیٰ کے واسطے

اے خدا تیریِ رضا کی التجا رکھتا ہوں میں
شاہ جمال اللہ آل صاحب رضا کے واسطے

ہے میرا دل مردہ کر تو اِس کو زندہ اے خدا
سیّد عیسےٰ جو عیسےٰ فی السّماء کے واسطے

بہر بابا جی ولی اللہ جو فیض اللہ تھے
اور شاہ نورِ محمد پارسا کے واسطے

قبلۂ عالم جناب اور کعبۂ دُنیا و دیں
والئ تیراہ ذی نور و ضیا کے واسطے

جس کا ہے روضہ منوّر واقع چورہ شریف
اُس رئیس اور مقتدائے اولیاء کے واسطے

اور اس ہادی لحاظائی شہِ عالی مقام
شہبازِ اوجِ عرفاں با وفا کے واسطے

جس کا اصلی نام نامی ہے فقیر محمدی
اس شہِ عالی مقام و باسخا کے واسطے

زبدۂ اقطابِ دوراں تاجِ فقرائے جہاں
خواجہ لحاظائی شہِ مشکل کشا کے واسطے

منبعِ انوارِ یزداں مصدرِ فیضِ اَتم
قطب زمن حضرت محمد سید شاہ کے واسطے

فخر ہے جن کی غلامی طالب عرفان کو
وارثِ نسبِ مجدّد ذوالعطا کے واسطے

جو ہیں مرشد میرے محمد شفیع عالی جناب
والئی چورہ شریف ذو الصفا کے واسطے

بہرآں خلف الرشیدِ رہبرِ شاہ و گدا
خواجۂ عالی نسب معدن حیا کے واسطے

دین و دنیا کا وسیلہ خواجہ غلامِ نقشبند
در پہ ان کے ہاتھ پھیلائے دعا کے واسطے

بہرِ محمد بدر الدجیٰ سجادہ نشین چورہ شریف
جن کی اطاعت فرض ہے شاہ و گدا کے واسطے

آرزو ہے قاریانِ شجرہ مبارک سے مجھے
یعنی میری عرض ہے لِلّٰہ دعا کے واسطے

رب سے پاؤ حلِ مشکل دوستو کونین میں
جو اٹھاؤ ہاتھ اپنے اِس گدا کے واسطے

کہ اس عاصی پُر معاصی کو کریما بخش دے
حرمت حضرات شجرہ خواجہا کے واسطے

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْن وَ الْمُؤْمِنَات
انبیاء و اولیاء و اصفیاء کے واسطے

(۱)

شجرۂ شریفہ کہ اول مسمّٰی بصدیقیہ بود بعدہٗ مسمّٰے بہ بسطامیہ شد بعدہٗ مسمّٰے بہ نقشبندیہ وسلسلۃ الذہب شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ الْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

اما بعد میگوید خادم اہل اللہ المدعوابہ فقیر حافظ غلام نقشبند عفی اللہ عنہ کہ داخل شدم در طریقہ نقشبندیہ بار ثانی از حضرت والد خود حضرت پیر محمد شفیع مدظلہ العالی وایشاں بحضرت پیرومرشد ووالد خود حضرت خواجہ سیّد محمد شاہ وایشاں پیرومرشد و والد خود خواجہ فقیر با محمد صاحب وایشاں پیرومرشد و والد خود خواجہ نور محمد المشہور بابا جیوصاحب تیراہی مولداً وچوراہی مدفناً وایشاں از خواجہ پیرومرشد و والد خود حضرت خواجہ محمد فیض اللہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ وایشاں از حضرت سیّد شاہ محمد عیسٰی وایشاں از حضرت خواجہ سیّد شاہ جمال اللہ بن سید شاہ محمد روشن وایشاں از حضرت سید قطب الدین محمد اشرف حیدر حسین بن سید عنایت اللہ وایشاں از حضرت خواجہ محمد زبیر بن ابوعلی رحمۃ اللہ علیہم وایشاں از حجۃ اللہ خلیفۂ دوران حضرت خواجہ محمد نقشبند ثانی وایشاں از پدر خود حضرت خواجہ محمد معصوم وایشاں از پدر خود حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی وایشاں از پیرومرشد خواجہ باقی باللہ وایشاں بمولانا حضرت خواجہ امکنگی و ایشاں بہ پدر خود حضرت خواجہ محمد درویش وایشاں بہ خال خود مولینا محمد زاہد وایشاں بہ پیرومرشد

خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار وایشاں بمرشد خود حضرت یعقوب چرخی وایشاں بجناب خواجہ خواجگان خواجہ بہاؤالدین نقشبند بخاری وایشاں بحضرت سیّد امیر کلال وایشاں بحضرت خواجہ محمد بابا سماسی وایشاں بخواجہ ابو علی رامیتنی المشہور بہ خواجہ عزیزان وایشاں بحضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی وایشاں بخواجہ محمد عارف ریوا گری وایشاں بحضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی وایشاں بخواجہ ابو یعقوب یوسف بن ایوب ہمدانی وایشاں بخواجہ ابو علی فارمدی الطوسی و ایشاں بخواجہ ابو منصور ماتریدی وایشاں بخواجہ احمد یسوی وایشاں بحضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی و ایشاں بحضرت خواجہ بایزید بسطامی وایشاں بخواجہ امام جعفر صادق وایشاں بہ پدر و مادر خود حضرت امام قاسم بن محمد بن ابی بکر وایشاں بحضرت خواجہ سلمان فارسی وایشاں بحضرت خواجہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہم وایشاں بحضرت خلاصۂ موجودات، سرور کائنات، احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ ﷺ دائماً ابداً اللہم آمین۔

(۲)

شجرہ قادریہ صالحیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ القادر المقتدر العزیز الغفار والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد ذ الغفار وعلیٰ الہ و اصحابہ الاخیار الیٰ یوم الحساب اَمّا بعد میگوید فقیر حافظ غلام نقشبند الحاج (۵۶ء) کہ داخل شدم در طریقہ قادریہ بحضرت والد خود حاجی پیر محمد شفیع صاحب وایشاں بحضرت پیر و مرشد و والد خود حاجی سید محمد شاہ صاحب قبلہ وایشاں بحضرت پیر و مرشد والد خود خواجہ فقیر محمد وایشاں پیر و مرشد و والد خود بابا جیو صاحب خواجہ نور محمد صاحب وایشاں از والد خود حضرت خواجہ محمد فیض اللہ

ولی اللہ وایشاں از شیخ سیّد خواجہ شاہ محمد عیسےٰ وایشاں از حضرت حافظ سیّد شاہ جمال اللہ وایشاں از پیر خود حضرت خواجہ محمد اشرف وایشاں از پیر خود خلیفۃ اللہ خواجہ محمد زبیر وایشاں از خواجہ پیرو مرشد و جدِّ خود حضرت محمد نقشبند ثانی وایشاں از پدر خود قیوم زمانہ خواجہ محمد معصومؒ وایشاں از پدر خود امام ربانی مجدد الف ثانی خواجہ شیخ احمد فاروقی سرہندی وایشاں از خواجہ پیر سیّد شاہ سکندر و ایشاں از جد خود سید شاہ کمال کیتھلی وایشاں از پیر خود سید شاہ فضیل وایشاں از پیر خود حضرت شاہ گدا رحمٰن بن محبوب علی وایشاں از سیّد شاہ شمس الدین العارف وایشاں از سیّد گدا رحمٰن ثانی وایشاں از سیّد شمس الدین صحرائی وایشاں از سیّد شاہ عقیل واصل وایشاں از سیّد حضرت عبدالوہاب وایشاں از سیّد حضرت شرف الدین القتال وایشاں از سیّد شاہ عبدالرزاق و ایشاں از غوث صمدانی محبوب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی وایشاں از پدر خود حضرت سید ابوصالح بن موسےٰ جنگی وایشاں از پدر خود سید شاہ عبداللہ الجیلی وایشاں از پدر خود سید یحییٰ زاہد وایشاں از پدر خود سید محمد مورث وایشاں از پدر خود سید شاہ داؤد و ایشاں از پدر خود سید شاہ موسیٰ وایشاں از پدر خود سید عبداللہ المورث وایشاں از پدر خود سیّد حضرت شاہ موسیٰ الجون و ایشاں از پدر خود خواجہ سیّد عبداللہ المحض رحمۃ اللہ علیہم وایشاں از پدر خود سید حسن مثنیٰ وایشاں از پدر خود سید امام حسن علیہ السلام وایشاں از مادر خود حضرت بی بی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا و ایشاں از امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ وایشاں از حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم و علی آلہٖ واصحابہٖ اجمعین ۔ آمین

(۳)

شجرہ قادریہ ثالثہ سعدیہ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللّٰہ الذی شرفنا بھدیة الاسلام و الصلوة علیٰ نبیہٖ محمدٍ و علیٰ آلہ البررة الکرام اما بعدہٗ یقول العبد الضعیف غلام نقشبند بایعت عن والدی الحاج پیر محمد شفیع وھُوَعن عارف العارفین مقبول خدا پیر حاجی قبلہ سید محمد شاہ صاحبؒ عن والدی خواجہ قطب زمان فقیر با محمد صاحب وھُوَعن خواجہ نور محمد صاحب وھُوَ یقول قد وصلتے خرقة القادریة السعدیة من والد محمد فیض اللہ وھُوَمن مولائی و شیخی سید شاہ محمد علیسے وھُوَمن شیخہٖ حضرت خواجہ حافظ سیّد شاہ جمال اللہ وَ ھُوَ من شیخِہ قطب الدین محمد اشرف وَ ھُوَ من شیخِہ خواجہ محمد زبیر وَ ھُوَ من شیخِہ خلیفة اللہ شیخ محمد نقشبند ثانی وَ ھُوَ من شیخ و ابیہ خواجہ محمد معصومؒ و ھُوَ من شیخ و ابیہ حضرت شیخ احمد سرہندی وَ ھُوَ من شیخہ و ابیہ حضرت شیخ عبد الاحد وَ ھُوَ من شیخہ رکن الدین بن عبد القدوس بن اسماعیل گنگوہی وَ ھُوَ من شیخہ شیخ درویش بن قاسم اودی وَ ھُوَ من شیخہ بدھن بھرانجی وَ ھُوَ من شیخہ و ابیہ سید اجمل بھرانجی وَ ھُوَ من شیخہ سید جلال الدین بخاری و ھو من شیخہ حضرت شیخ محمد بن عبید عیسیٰ و ھو من شیخہ شیخ عبید فاضل و ھو من شیخہ شیخ ابوالمکارم فاضل و ھو من شیخہ شیخ قطب الدین ابوالقیب و ھو من شیخہ شیخ شمس الدین بن علی ابوفلح و ھو من شیخہ شیخ شمس الدین بن علے الھدا و ھو من شیخہ شیخ عبد القادر جیلانی و ھو من شیخہ شیخ ابوسعید مخزومی وھومن شیخ ابوالحسن علے الھنکاری

و ھو من شیخہ شیخ ابوالفرح طرطوسی وھومن شیخہ شیخ عبدالواحد بن عبدالعزیز التمیمی وھو من شیخہ ابوالعباس وھومن شیخہ الفضل و ھو من شیخہ ابوبکر عبداللہ شبلی و ھو من شیخہ ابوالقاسم شیخ جنید بغدادی و ھو من شیخہ شیخ سری السقطی و ھو من شیخہ معروف کرخی و ھو من شیخہ حضرت داؤد طائی و ھو من شیخہ شیخ حبیب عجمی و ھو من شیخہ حضرت خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہم اجمعین و ھو من شیخہ علی مرتضی کرم اللہ وجھہٗ ،و ھو من شیخہ سید المرسلین وشفیع المذنبین محمد صلی اللہ علیہ وعلےٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین ۔

(۴)

شجرہ قادریہ ثانیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ للہ رَبِ العالَمِیْن وَ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلام عَلےٰ سَیِّدِ الْمُرسَلِیْنَ وَ عَلےٰ آلِہٖ وَ اصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن اَمَّا بعد میگوید فقیر حقیر عاصی پُر گناہ سید برکت علی شاہ بن علی محمد کہ داخل شدم وارادت بحضرت پیر خود قبلہ وکعبہ قطب زمان غوث الاعظم حاجی سیّد محمد شاہ صاحبؒ وایشاں والد خود خواجہ فقیر با محمد صاحب وایشاں بابا جیو صاحب قبلہ نور محمد صاحب وایشاں بحضرت والد خود حضرت محمد فیض اللہ وایشاں از حضرت سید محمد عیسےٰ وایشاں از حضرت سید حافظ شاہ جمال اللہ وایشاں از حضرت پیر ومرشد خود محمد اشرفؒ وایشاں از خواجہ محی السنۃ محمد زبیرؒ وایشاں از خواجہ محمد نقشبند ثانی وایشاں از پدر خود خواجہ محمد معصوم وایشاں از حضرت والد خود امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی وایشاں از پدر خود حضرت

شیخ عبدالاحد ابن زین العابدین وایشاں از پیر خود رکن الدین ابن عبدالقدوس گنگوھی و ایشاں از حضرت ابراھیم الحسنی الایراجی القادری و ایشاں از خواجہ بہاؤ الدین انصاری القادری وایشاں از خواجہ شیخ احمد جیلی القادری وایشاں از والد خود سید عبدالقادر وایشاں از والد خود سید شاہ حسن وایشاں از والد خود حضرت سید محی الدین ابو النصر وایشاں از والد خود سید ابوصالح وایشاں از والد خود سید عبدالرزاق وایشاں از والد خود سید غوث الاعظم شیخ عبدالقادر و ایشاں از پیر خود حضرت شیخ الاسلام مصلح الدین بن علی حسین مخزومی وایشاں از شیخ ابوالحسن علی محمد بن یوسف ہنگاری وایشاں از ابوالفرح عبدالرحمن بن عبداللہ طرطوسی وایشاں از شیخ ابو الفضل بن عبدالاحد بن عبدالعزیز الیتمی وایشاں از شیخ ابوبکر شبلی وایشاں از شیخ ابوالقاسم جنید بغدادی وایشاں از پیر خود سری سقطی وایشاں از پیر خود حضرت خواجہ معروف کرخی وایشاں از خواجہ سلطان امام امام موسیٰ رضا وایشاں از والد خود امام موسیٰ کاظم وایشاں از والد خود امام جعفر صادق وایشاں از والد خود ابوجعفر امام محمد باقر وایشاں از والد حضرت امام زین العابدین وایشاں از والد خود حضرت امام حسین وایشاں از والد خود امیر المومنین حضرت علی المرتضےٰ و ایشاں از حضرت سید المرسلین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم و علےٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

(۵)

شجرہ چشتیہ قدسیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الٰہی بحرمت خاتم الانبیاء ابوالقاسم محمد رسول اللہ ﷺ، بحرمت خواجہ اولیا ابوالحسن علی الہاشمی، الٰہی بحرمت خواجہ ابوالنصر الحسن البصری، الٰہی بحرمت سیدالدین حذیفۃ المرعشی، الٰہی بحرمت امین الدین ابوہبیرہ البصیرۃ، الٰہی خواجہ ابوالفضل عبدالواحد بن زید، الٰہی بحرمت خواجہ فضیل بن عیاض، الٰہی بحرمت سلطان الاولیا ابراھیم بن ادہم، الٰہی بحرمت خواجہ علوی ابراہیم اسحاق دینوری، الٰہی بحرمت خواجہ ابواسحاق شامی، الٰہی بحرمت خواجہ ابواحمد ابدال چشتی، الٰہی بحرمت خواجہ قدوۃ الدین ابومحمد چشتی، الٰہی بحرمت خواجہ یوسف ناصرالدین چشتی، الٰہی بحرمت خواجہ قطب الدین چشتی، الٰہی بحرمت خواجہ حاجی شریف ژندنی چشتی، الٰہی بحرمت خواجہ ابوعثمان ہارونی چشتی، الٰہی بحرمت خواجہ قلندر معین الدین سنجری چشتی، الٰہی بحرمت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی چشتی، الٰہی بحرمت خواجہ فریدالدین گنج شکر چشتی، الٰہی بحرمت خواجہ سلطان المشائخ نظام الدین محمد بدایونی، الٰہی بحرمت خواجہ نصیر الدین معروف بچراغ دہلوی، الٰہی بحرمت خواجہ سید محمد گیسو دراز چشتی، الٰہی بحرمت خواجہ سید علاؤالدین اودہی، الٰہی بحرمت خواجہ صدرالدین اودہی، الٰہی بحرمت خواجہ میاں شیخ بن حکیم اودہی، الٰہی بحرمت خواجہ درویش بن قاسم اودہی، الٰہی بحرمت خواجہ عبدالقدوس بن اسمٰعیل گنگوہی، الٰہی بحرمت خواجہ شیخ رکن الدین گنگوہی، الٰہی بحرمت خواجہ شیخ عبدالاحد بن زین العابدین، الٰہی بحرمت خواجہ شیخ احمد فاروقی، الٰہی بحرمت خواجہ محمد معصوم بن شیخ احمد فاروقی

سرہندیؒ، الٰہی بحرمت حجت اللہ خواجہ محمد نقشبند ثانی، الٰہی بحرمت خواجہ قیوم زمان خواجہ محمد زبیر، الٰہی بحرمت خواجہ قطب الدین محمد اشرف بن عنایت اللہ، الٰہی بحرمت خواجہ سید حافظ شاہ جمال اللہ ابن محمد روشن، الٰہی بحرمت خواجہ سید شاہ محمد عیسیٰ بن محمد بشارت، الٰہی بحرمت خواجہ محمد فیض اللہ، الٰہی بحرمت خواجہ نور محمد المشہور بہ باباجی، الٰہی بحرمت خواجہ فقیر یا محمد، الٰہی بحرمت خواجہ قبلہ عالم سید محمد شاہ صاحبؒ، الٰہی بحرمت قبلہ وکعبہ پیر حاجی سردار العارفین محمد شفیع صاحب مدظلہ العالی، الٰہی بحرمت مہدی وقت حافظ حاجی غلام نقشبند مولوی فاضل رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین۔

(۶)

شجرہ چشتیہ ثانیہ صابریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ المتوحد بجلال ذاته المنفرد بنعوت الجبروت ع شوئب النقص و هماته و الصلوة و السلام علی اشرف موجودات محمد صلی اللہ علیه و سلم و علی آله و اصحابه و عترته بعدد کل معلوم لک الف الف رضواناً و اکراماً اما بعد میگوید فقیر حقیر حافظ غلام نقشبند عفی عنہٗ کہ داخل شدم در طریقہ چشتیہ صابریہ از والد خود حضرت قبلہ وکعبہ پیر حاجی خلیفۃ المسلمین سید العارفین خواجہ محمد شفیع صاحب مدظلہ العالی و ایشاں از والد خود قبلۂ عارفین کعبۃ الصالحین خواجہ سید محمد شاہ صاحبؒ و ایشاں از باواجی صاحب قبلہ وکعبہ خواجہ فقیر یا محمدؒ و ایشاں از والد خود باباجی صاحب خواجہ نور محمدؒ و ایشاں از والد خود حضرت محمد فیض اسد تیراہی و ایشاں از حضرت پیر و مرشد خود سید

ابدال چشتی وایشاں از خواجہ اسحاق شامی وایشاں رااز خواجہ ابراہیم اسحاق دینوری وایشاں از خواجہ ابوہبیرہ البصری وایشاں از خواجہ سدید الدین خدیفۃ المرعشے وایشاں از خواجہ سلطان الاولیاً ابراہیم بن ادھم بلخی وایشاں از ابوالفیض فضیل بن عیاض وایشاں از خواجہ ابوالفضل عبد الواحد بن زید وایشاں از خواجہ ابوالنصر حسن بصری وایشاں از حضرت علی مرتضےٰ کرم اللہ وجہہ و ایشاں از خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین الیٰ یوم الدین۔

(۸)

شجرہ فریدرابعہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی امرنا باتباع محمدن المصطفیٰ و صلی اللہ علی خیر خلقہ الذی ھدانا للطریق الاعلیٰ امابعد میگوید عاصی پُر گناہ خادم اہل اللہ غلام نقشبند کہ رسید مرا درطریقہ چشتیہ فریدیہ رااز والد خود خواجہ سیدی تیراہی وچوراہی پیر منبع روح حاجی محمد شفیع وایشاں رااز قبلہ سید محمد شاہ وایشاں راوالد خود سیدی فقیر با محمد صاحب و ایشاں رااز خواجہ باواجی صاحب حضرت نور محمدؒ وایشاں راوالد خود حضرت محمد فیض اللہ رحمۃ اللہ علیہ وایشاں رااز خواجہ سید محمد عیسیٰ وایشاں رااز پیر خود سید حافظ شاہ جمال اللہ رامپوری وایشاں راخواجہ محمد اشرف بن عنایت اللہ وایشاں رااز خواجہ محمد زبیر وایشاں رااز جد خود محمد نقشبند ثانی و ایشاں رااز پدر خود خواجہ محمد معصوم وایشاں رااز والد خود محمد امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ وایشاں رااز والد خود حضرت عبدالاحد بن زین العابدین و ایشاں رااز پدر خود شیخ رکن الدین گنگوہی وایشاں رااز پدر خود عبدالقدوس گنگوہی وایشاں

راز شیخ درویش بن قاسم اودہی وایشاں راز پیر خود بدھن بھرانچی وایشاں راز پیر خود سید جلال الدین وایشاں راز پیر خود ناصر الدین روشن چراغ وایشاں راز پیر خود سلطان المشائخ نظام الدین محمد بن احمد وایشاں راز پیر خود خواجہ فرید الدین گنج شکر وایشاں راز خواجہ قطب الدین بختیار کاکی وایشاں راز خواجہ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی وایشاں راز پیر خود خواجہ عثمان ہارونی وایشاں راز خواجہ حاجی شریف زندنی وایشاں راز پیر خود خواجہ قطب الدین مودود چشتی وایشاں راز پیر خود خواجہ ناصر الدین یوسف چشتی، وایشاں راز پیر خود خواجہ ابو محمد چشتی وایشاں راز پیر خود خواجہ ابو محمد ابدال چشتی وایشاں راز پیر خود خواجہ ابو اسحاق شامی وایشاں راز خواجہ ابو ابراہیم اسحٰق دینوری وایشاں راز خواجہ امین الدین ابو ہبیرۃ البصری وایشاں راز حذیفۃ المرعشی وایشاں راز خواجہ سلطان ابراہیم ادھم وایشاں راز خواجہ ابوالفضل عبدالواحد وایشاں راز خواجہ ابوالنصر حسن بصری وایشاں راز حضرت امیر المومنین علی المرتضےٰ کرم اللہ وجہہ وایشاں راز حضرت سید المرسلین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین الیٰ یوم الدین۔

(۹)

شجرہ شریفہ سہروردیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ محمد سید المرسلین والآخرین وعلیٰ آلہٖ واصحابہ اجمعین امابعد میگوید ضعیف عباداللہ غلام نقشبند عفی اللہ عنہ کہ داخل شدم وارادوت آوردم در طریقہ سہروردیہ از حضرت والد خود محمد

شفیع وایشاں از والد خود سید محمد شاہ وایشاں از والد خود خواجہ فقیر با محمد وایشاں از والد خود خواجہ نور محمد باباجیو صاحبؒ وایشاں از والد خود خواجہ محمد فیض اللہ تیراھی وایشاں از مرشد خود سید محمد عیسیٰ و ایشاں از پیر خود حضرت سید حافظ شاہ جمال اللہ وایشاں از پیر خود حضرت خواجہ قطب الدین محمد اشرف وایشاں از خواجہ محمد زبیر وایشاں از پدر خود حضرت محمد نقشبند ثانی وایشاں از پدر خود محمد عروۃ الوثقی خواجہ محمد معصوم وایشاں از پدر خود امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی و ایشاں از پدر خود شیخ عبدالاحد وایشاں از پیر خود شیخ رکن الدین گنگوہی وایشاں از پدر خود شیخ عبدالقدوس گنگوہی وایشاں از پیر خود شیخ درویش وایشاں از پیر خود سید شاہ شیخ بدھن بھرانجی و ایشاں از پدر خود شیخ سید اجمل بھرانجی وایشاں از سید شیخ جلال الدین بن مخدوم بھرانجی و ایشاں از پیر خود شیخ رکن الدین عالم وایشاں از پیر خود شیخ صدر الدین وایشاں از پدر خود شیخ بہاؤ الدین ذکریا ملتانی وایشاں از شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی وایشاں از عم خود ضیاء الدین ابونجیب سہروردی وایشاں از عم خود وجیہ الدین عبد القادر وایشاں از پدر خود شیخ احمد دینوری وایشاں از پیر خود شیخ ممتاز دینوری وایشاں از سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی وایشاں از پیر و مرشد شیخ سری السقطی وایشاں از خواجہ معروف کرخی وایشاں از داؤد طائی وایشاں از پیر خود خواجہ حبیب عجمی وایشاں از حضرت سید الاولیاء حسن بصری وایشاں از حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ وایشاں از حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

(۱۰)

شجرہ کبرویہ جنیدیہ درکھنہ وکمال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

می گوید فقیر حافظ محب اہل اللہ حافظ غلام نقشبند عفی اللہ عنہ اخذ طریقہ کبرویہ جنیدیہ کردم وایشاں از پدر خود پیر محمد شفیع وایشاں از پدر خود سید محمد شاہ وایشاں از پدر خود خواجہ فقیر با محمد صاحب وایشاں از پدر خود خواجہ نور محمد صاحب وایشاں از پدر خود خواجہ محمد فیض اللہ صاحب وایشاں از پیر خود سید شاہ جمال اللہ صاحب وایشاں از پیر خود سید شاہ محمد عیسےٰ صاحب وایشاں از حضرت محمد اشرف وایشاں از والد خود محمد زبیر صاحب وایشاں از والد خود محمد زبیر صاحب وایشاں از والد خود محمد نقشبند ثانی وایشاں از خواجہ محمد معصوم صاحب وایشاں از پدر خود امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی وایشاں از پدر خود حضرت عبدالاحد وایشاں از پیر خود رکن الدین گنگوہی وایشاں از پدر خود شیخ عبدالقدوس گنگوہی وایشاں از شیخ درویش بن قاسم اودہی وایشاں از سید بدھن بھرائچی وایشاں از پدر خود سید اجمل بھرائچی وایشاں از سید جلال الدین بخاری وایشاں از حمید الدین سمرقندی وایشاں از حضرت شیخ شمس الدین ابو محمد بن ابراہیم فرغانی وایشاں از بحر العطایا الخالدین وایشاں از شیخ الاولیاء احمد وایشاں از شیخ بابا کمال جنید وایشاں از حضرت شیخ نجم الدین کبروی وایشاں از شیخ عمار یاسر وایشاں از شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی وایشاں از خواجہ شیخ احمد غزالی وایشاں از حضرت شیخ ابوبکر نساج و ایشاں از عارف ربانی حضرت شیخ ابوالقاسم گورگانی وایشاں از حضرت فیاض شرقی وغربی شیخ ابو عثمان مغربی وایشاں از حضرت نجم الثاقب شیخ ابو علی کاتب وایشاں از حضرت ابو علی رود

باری و ایشاں از حضرت سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی و ایشاں از عارف ازلی شیخ سری سقطی و ایشاں از حضرت خواجہ معروف کرخی و ایشاں از حضرت امام علی موسیٰ رضا و ایشاں از امام موسیٰ کاظم و ایشاں از امام جعفر صادق و ایشاں از امام باقر و ایشاں از امام زین العابدین و ایشاں از امام الہدیٰ امام حسین رضی اللہ عنہ و ایشاں از امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ و ایشاں از حضرت عثمان رضی اللہ عنہ و ایشاں از حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ و ایشاں از حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ و ایشاں از حضرت رسالت پناہ شفیع الامم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم وعلی آلہ اصحابہ اجمعین۔

(۱۱)

شجرہ ثانیہ کبرویہ یعقوبیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الّذی ھدانا للایمان والسلام علیٰ اشرف الانبیاء محمدن الذی استنقذنا بہٖ من عبادۃ الاوثان والاصنام وعلٰے الہٖ الکرام واصحابہٖ العظام امابعد میگوید عاصی اثم غلام نقشبند کہ اجرات رسید مرا در طریقہ کبرویہ ثانیہ از حضرت والد بزرگوار خود حضرت پیر محمد شفیع وایشاں را از پدر خود قبلہ سید محمد شاہ وایشاں از پدر خود باباجی فقیر با محمد وایشاں از پدر خود باواجی صاحب خواجہ نور محمد صاحب وایشاں از والد بزرگوار خود حضرت محمد فیض اللہ تیراھی و ایشاں از حضرت سید قطب الدین و ایشاں از حضرت سید حافظ شاہ جمال اللہ و ایشاں از حضرت خواجہ محمد زبیر وایشاں از خواجہ خواجگان جدّ خود حضرت محمد نقشبند ثانی وایشاں از پدر خود حضرت خواجہ محمد معصوم وایشاں از پدر خود امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت خواجہ شیخ احمد

فاروقی سرہندی وایشاں از پیر خود حضرت یعقوب صوفی کاشمیری وایشاں از پیر خود شیخ کمال الد
ین حسین خوارزمی وایشاں از صدرالدین احمد شیخ محمد ضوشاہی وایشاں از شاہ ملک شیخ بیدواری و
ایشاں از سرہنگ میدان شیخ رشید الدین وایشاں از سید امین الدین عبداللہ ہرشی آبادی وایشاں
از صدیق ثانی خواجہ اسحاق شہید قتلانی وایشاں از مظہر عرفان سید علی ہمدانی وایشاں از عارف
ربانی حضرت حقیقی محمود المرادفانی وایشاں از عارف ربانی علاؤالدین سمنانی وایشاں از پیر خود عبد
الرحمٰن اسفرائنی وایشاں از شیخ احمد جورجانی وایشاں از شاہ والا حضرت شیخ لالا وایشاں از حضرت
مجدالدین بغدادی وایشاں از شیخ الشیوخ شیخ نجم الدین کبروی وایشاں از شیخ عمار یاسر وایشاں
از حضرت شیخ ابونجیب سہروردی وایشاں از حضرت شیخ احمد غزالی وایشاں از حضرت شیخ ابوبکر نساج
وایشاں از حضرت شیخ ابوالقاسم گورگانی وایشاں از شیخ ابوعثمان مغربی وایشاں از نجم الثاقب ابوعلی
کاتب وایشاں از خواجہ ابوعلی رودباری وایشاں از سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی وایشاں از سری
سقطی وایشاں از شیخ معروف کرخی وایشاں از حضرت خواجہ امام موسےٰ رضا وایشاں از امام موسےٰ
کاظم وایشاں از حضرت امام جعفر صادق وایشاں از امام باقر وایشاں از امام حضرت زین
العابدین وایشاں از امام القبلتین امام حسین رضی اللہ عنہ وایشاں از حضرت علی کرم اللہ وجہہ و
ایشاں از شافع یوم الجزاء وخاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلیٰ آلہ واصحابہ الیٰ
یوم الدین۔

(۱۲)

شجرہ مداریہ صدیقیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الجبار و الصلوٰة و السلام علی نبینا محمدن المختار و علی آلہ و اصحابہ الاخیار و اتباعہ الابرار امابعد میگوید فقیر حقیر خادم اہل اللہ المدعوا بہ غلام نقشبند عفی اللہ عنہ کہ داخل شدم و اجرات آوردم در طریقہ مداریہ صدیقیہ از والد بزرگوار خود حضرت الحاج پیران پیر قبلہ محمد شفیع وایشاں از قبلہ عالم طبیب روحانی والد خود حضرت قطب العالم سید محمد شاہ و ایشاں از حضرت خواجہ فقیر با محمد صاحب و ایشاں از حضرت خواجہ نور محمد صاحب وایشاں از حضرت قبلہ محمد فیض اللہ تیراہی وایشاں از پیر خود سید شاہ محمد عیسٰی صاحب وایشاں از حضرت سید حافظ شاہ جمال اللہ وایشاں از حضرت خواجہ محمد اشرف وایشاں از حضرت خواجہ محمد زبیر وایشاں از خواجہ محمد نقشبند ثانی وایشاں از حضرت خواجہ پدر خود محمد معصوم وایشاں از امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی وایشاں از والد خود حضرت شیخ عبدالاحد و ایشاں از شیخ رکن الدین و ایشاں را والد خود حضرت عبدالقدوس گنگوہی و ایشاں حضرت جناب سید شاہ درویش بن قاسم اودہی و ایشاں از سید بدھن بھرانجی وایشاں از پدر خود سید اجمل بھرانجی وایشاں حضرت شاہ بدیع الدین مدار وایشاں از طیفور شامی وایشاں از مرشد خود عین الدین شامی وایشاں از حضرت یمین الدین شامی و ایشاں از حضرت امام عبداللہ علمدار وایشاں از امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وایشاں را حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۱۴) شجرہ شطاریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین و الصلوٰۃ و السلام علیٰ سیدنا محمد خاتم النبیین و علیٰ آلہٖ الطیبین و اصحابہ العابدین اجمعین امابعد میگوید فقیر حقیر اُمیدوار رحمت پروردگار خادم اہل اللہ المدعو ابہ حافظ غلام نقشبند عفی اللہ عنہٗ کہ داخل شدم وارادت آوردم درطریقہ شطاریہ راوالد بزرگوار خود حضرت حاجی پیر محمد شفیع صاحب چوراہی و ایشاں ازوالد خود جناب عارف حق سید محمد شاہ صاحب چوراہی وایشاں ازوالد خود خواجہ فقیر با محمد صاحب چوراہی وایشاں ازوالد خود حضرت خواجہ بابا جیو صاحب نور محمد تیراہی ثم چوراہی و ایشاں ازوالد خود خواجہ محمد فیض اللہ تیراہی لحاظوی وایشاں ازشاہ محمد عیسےٰ وایشاں ازسید حافظ شاہ جمال اللہ وایشاں ازحضرت خواجہ قطب الدین محمد اشرف وایشاں ازخواجہ محمد زبیر وایشاں ازخواجہ خواجگان محمد نقشبند ثانی وایشاں ازوالد خود خواجہ محمد معصوم وایشاں ازوالد خود امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی وایشاں ازوالد خود شیخ عبدالاحد وایشاں ازشیخ رکن الدین وایشاں ازپدر خود شیخ عبدالقدوس گنگوہی وایشاں ازدرویش بن قاسم وایشاں ازحضرت شیخ بدھن بھرائچی وایشاں ازحضرت پیر شیخ جلال وایشاں ازپیر خود شیخ سید نور وایشاں ازحضرت پیر شیخ زین العابدین وایشاں ازپیر خود خواجہ عبدالغفور وایشاں ازشیخ وجیہ الدین ابی نصر اللہ وایشاں ازپیر شیخ سلطان ائمو مدین وایشاں ازحاجی حمید عرف محمد غوث وایشاں ازپیر خود خواجہ ظہور حاجی حضور وایشاں ازپیر خود شیخ ابوالفتح ہدایت سرمست وایشاں ازپیر خود شیخ قاضی شطاری وایشاں ازپیر خود شیخ عبداللہ شطاری وایشاں ازپیر خود حضرت شیخ محمد عارف شطاری وایشاں ازپیر خود شیخ شطار محمد عاشق وایشاں ازپیر خود شیخ خداقلی ماوراالنہرای وایشاں

از پیر شیخ ابوالحسن دمشقی و ایشاں از پیر خود شیخ ابومظفر مولٰینا ترک طوسی و ایشاں از پیر خود شیخ اعرابی یزید دمشقی و ایشاں از پیر خود حضرت موسیٰ کاظم و ایشاں از پیر خود سلطان العارفین خواجہ بایزید بسطامی و ایشاں از امام جعفر صادق و ایشاں از پدر خود امام باقر و ایشاں از پدر خود پیر امام زین العابدین و ایشاں از پدر خود سیدنا امام حسین شہید رضی اللہ عنہ و ایشاں از امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ و ایشاں از حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ وعلیہ وعلی آلہ اصحابہٖ واجمعین۔

میرِ کارواں

حضرت خواجہ غلام نقشبند رحمۃ اللہ علیہ

شرافت کے ہو تم پیکر، بہارِ جاوداں تم ہو
محمد مصطفےٰ ﷺ کے ذکر سے رطب اللساں تم ہو

تمہارے دم سے خوش دیکھا غریبوں اور یتیموں کو
ہو تم حامی غریبوں کے یتیموں کی اماں تم ہو

ولایت تم نے پائی ہے شفیعِ شاہِ چورہ سے
مرے سرکار. باواجی کی عظمت کے نشاں تم ہو

غلامِ نقشبند آقا! تمہارا نامِ نامی ہے
ملا دو ہم کو مولیٰ سے کہ میرِ کارواں تم ہو

جو چاہے فقیرِ چوراہی غلامی آپ کی کر لے
شریعت کے ہو دانا واقفِ سرِّ نہاں تم ہو

تمہارے ہیں یہ احمد مقتدیٰ و بدرالدجیٰ آقا!
خدا کے فضل سے دونوں جہانوں پر عیاں تم ہو

پڑی جب بھی مصیبت تم مدد کو آن پہنچے ہو
اِدھر تم ہو، اُدھر تم ہو، یہاں تم ہو، وہاں تم ہو

جمیلِ بے نوا حاضر ہوا ہے آپ کے در پر
کرم کی اک نظر کر دو کہ بحرِ بیکراں تم ہو

صاحبزادہ محمد جمیل احمد پسروری